تحریکِ آزادیٔ فکر

اور

حضرۃ شاہ ولی اللہؒ کی تجدیدی مساعی

از رشحاتِ قلم

حضرۃ الامیر المرکزیہ

شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سلفی گوجرانوالہ

مکتبہ نذیریہ

چیچہ وطنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی

کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے

درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

تقلید کی روش سے بہتر ہے خودکشی
رستہ بھی ڈھونڈ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے

تحریک آزادیٔ فکر

اور

حضرت شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی

حضرۃ الامیر المرکزیہ

فاضل جلیل عالم نبیل حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سلفی

گوجرانوالہ

المكتبة الرحمانية
٩٩-٠٠ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر ....

ناشر

مکتبہ نذیریہ چیچہ وطنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

256

جملہ حقوق محفوظ ہیں

سلسلہ تبلیغ نمبر ۲

نام کتاب	تحریک آزادی فکر
نام مصنف	مولانا محمد اسمعیل صاحب
طابع	محمد حنیف یزدانی قصوری
ناشر	مکتبہ نذیریہ چیچہ وطنی
مطبع	چٹان پریس۔ لاہور
کاتب	محمد شفیع۔ ادارہ کتابت چوک دالگراں لاہور
صفحات	۲۴۸
قیمت مجلد	۸ روپے
تاریخ اشاعت	۱۳۸۸ھ
	۱۶ جون ۱۹۶۹ء

1257

۹۹ - جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر 02086

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۹۶۸۹
1256

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

عن عدی بن حاتم قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفی عنقی صلیب من ذھب فقال یا عدی اطرح عنک ھذا الوثن وسمعتہ یقرء فی سورۃ براءۃ اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ فقال اما انھم لم یکونوا یعبدونھم ولکنھم کانوا اذا احلوا لھم شیئاً استحلوہ و اذا حرموا علیھم شیئاً حرموہ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ

عدی بن حاتم فرماتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ میری گردن میں سونے کی صلیب کا نشان تھا۔ آپ نے فرمایا اے عدی! اس بت کو پھینک دو اور میں نے سنا کہ آپ سورہ برأۃ کی یہ آیت پڑھ رہے تھے اِتَّخَذُوا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللہِ یہود نے اپنے علما کو اور نصاریٰ نے اپنے پیروں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ یہ لوگ ان کی پرستش نہیں کرتے تھے لیکن جب ان کے علماء اور پیر کسی چیز کو حلال کرتے تھے تو وہ اسے حلال سمجھتے تھے اور اگر کسی چیز کو حرام کرتے تھے تو وہ اس کو حرام سمجھتے تھے۔

(رواہ الترمذی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گر نہیں ہے جستجوئے حق کا تجھ میں ذوق و شوق
"امتی" کہلا کے پیمبر کو تو رسوا نہ کر
ہے فقط توحید و سنت امن و راحت کا طریق
فتنہ و جنگ و جدل "تقلید" سے پیدا نہ کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵

سدا اہل تحقیق سے دل میں بل ہے

حدیثوں پہ چلنے سے دیں میں خلل ہے

فتاووں پہ بالکل مدار عمل ہے

ہر اک رائے قرآں کا نعم البدل ہے

کتاب اور سنت کا ہے نام باقی

خدا اور نبی سے نہیں کام باقی

حالی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

اگر احیاناً از پیر امرے خلاف شریعت ظاهر
شود مرید دراں امر تقلید پیر نہ کند

مکتوبات شریف ۳۱۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواجہ نصیر الدین محمودؒ چراغ دہلی کا فرمان

"مشرب پیر حجت نیست دلیل از کتاب و سنت می باید"

(اخبار الاخیار از حضرت شیخ عبدالحق محدثؒ دہلوی)

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

کشف و الہام در شریعت معتبر نیست

(کلمات طیبات)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
عرض ناشر	۱۲	اہل حدیث کی روش	۴۷
پیش لفظ	۱۴	یونانی فلسفہ کی پسپائی	۴۷
تحریک اہل حدیث کا مدوجزر	۱۷	امام شافعی کے متعلق عجیب روش	۴۸
مختلف ذہن	۱۸	امام شافعی کی تنقیص	۴۹
جمود شکن تحریکات	۱۹	ہندوستان میں اسلام	۵۶
تاریخ مذاہب پر ایک نظر	۲۰	تذکرۃ الحفاظ	۵۹
حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ	۲۱	ائمہ محققین کی فہرست مع قید سنین	۶۱
ظاہر پرستی کا مرض	۲۵	اندھیرے میں روشنی کی کرن	۶۲
قیاس اور تفقہ کی راہ	۲۵	ولی اللہی تحریک کا مزاج	۶۴
قرآن کی عظمت	۳۲	ان حضرات کے مقاصد کا تجزیہ	۶۴
حدیث کی صحت	۳۴	حضرات دہلی کے نظریات	۶۵
ایک اور مثال	۳۵	ان تصریحات کا نتیجہ	۶۸
ایک اور مثال	۳۶		
ایک اور مثال	۳۸	شاہ صاحب کا مقصد	۶۸
محدثین کی روش	۴۰	اصول فقہ	۷۲
فقہ الحدیث	۴۱	فروع کے متعلق شاہ صاحب کی رائے	۷۴
اس وقت تحریک اہل حدیث	۴۲	حدیث قلتین	۷۵
فتنۂ اعتزال	۴۴	امام کے پیچھے فاتحہ	۷۶
حضرات متکلمین	۴۵	رفع الیدین اور وتر	۷۶
تقلید کی تین راہیں	۴۵	زیارت قبور کے لیے شد رحال	۷۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
وضو کے نواقض	۷۷	بدعی استیلاء	۱۰۶
وتر	۷۷	نتائج و عواقب	۱۰۷
قنوت	۷۸	مجاہدین کا گروہ	۱۰۸
جمع بین الصلوٰتین	۷۸	مناظرانہ سرگرمیاں	۱۰۸
تکبیرات عیدین	۷۹	برصغیر پاک و ہند میں اہل توحید کی سرگرمیاں	۱۱۰
وہ درد و بانی	۷۹	ایک قریشی خاندان	۱۱۱
چار مصلے	۸۰	حکیم الامت شاہ ولی اللہ	۱۱۲
شاہ صاحب کا مقصد	۸۱	ابلیس کی فوجیں	۱۱۳
اس مقصد کے لیے دوسری راہ	۸۳	ترک تقلید اور اہل حدیث	۱۱۴
شاہ صاحب کا اپنا مسلک	۸۵	لفظ غیر مقلد کی ایجاد	۱۱۶
ایک بہت بڑا مغالطہ اور اہل حدیث	۸۷	مقلد اور غیر مقلد کی اصطلاح	۱۱۷
اہل حدیث مکتب فکر	۸۸	حکومت اور مذاہب کی ترویج	۱۱۷
اہل حدیث اور متکلمین	۹۳	مسئلہ تقلید پہ تحقیقی نظر	۱۱۹
فقہ اور اہل حدیث	۹۶	تقلید کہاں	۱۲۱
تدوین حدیث کا دور	۹۷	تقلید کی تعریف	۱۲۲
شاہ صاحب سے علیحدگی	۱۰۱	تقلید کا لفظ کب ایجاد ہوا	۱۲۳
تحریک اہلحدیث کا تاریخی موقف اور خدمات	۱۰۲	تحقیق کا فطری ذوق	۱۲۴
تحریک اہل حدیث	۱۰۲	اہل حدیث یا مخالفین تقلید	۱۲۴
اہل حدیث اور باقی تحریکات	۱۰۳	متقدمین اور علماء کا حال	۱۲۵
متکلمین اور مبتدعین	۱۰۴	تقلید کہاں	۱۲۶
معمر ترین تحریک	۱۰۵	معنی میں لچک	۱۲۷
فتح ہند اور اہل حدیث	۱۰۵	آسان اور مشکل	۱۲۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
تقلید مطلق اور شخصی	۱۲۹	دوسری حدیث	۱۶۲
تقلید مطلق کی مثالیں	۱۳۳	رفع یدین عند الرکوع	۱۶۳
فقیہ اور غیر فقیہ صحابی	۱۳۳	پہلی حدیث	۱۶۴
عہد صحابہ میں تقلید شخصی	۱۳۵	دوسری حدیث	۱۶۵
پہلی دلیل	۱۳۵	خلاصہ	۱۶۷
ادباً گذارش	۱۳۷	جلسہ استراحت	۱۶۷
دوسری دلیل	۱۳۸	آخری قعدہ میں تورک	۱۶۸
تیسری دلیل	۱۳۹	قرأت فاتحہ خلف الامام	۱۶۹
مطلق تقلید کی بندش		آخری دور تحقیق	۱۶۹
پاکستان میں فواحش	۱۴۶	زبان سے نیت	۱۷۰
مضحکہ خیز مثال	۱۴۷	قربانی نماز سے پہلے	۱۷۱
شاہ ولی اللہ صاحب اور تقلید	۱۴۹	مفقود الخبر کی بیوی	۱۷۱
تقلید پر شبہات	۱۵۳	اہل حدیث کی افتاد	۱۷۸
پہلی آیت	۱۵۳	ذہبی	۱۷۹
دوسری دلیل	۱۵۶	دلائل	۱۸۱
خطبہ جمعہ	۱۵۶	شراب کی طہارت	۱۸۶
قیام رمضان	۱۵۷	پگڑی پر مسح	۱۹۵
اقوال ائمہ تقلید کے رد میں	۱۵۹	وجوب غسل	۱۹۶
تقلید میں اعتدال یا جمود	۱۶۰	پاؤں پر مسح	۱۹۶
کیا فقہ خود ساختہ قانون ہے	۱۶۰	آخری گذارش	۱۹۶
پہلا مسئلہ	۱۶۱	ایک مقدس تحریک جو مظالم کا تختۂ مشق بنی رہی	۱۹۷
پہلی حدیث	۱۶۲	تقلید اور جمود کے اثرات	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۲۵	تقلید اور جمود کا دور	۲۰۶	شوافع کا قیام
۲۲۶	تقلید کی ابتدا ــــــ حضرت شاہ ولی اللہ کا ارشاد	۲۰۷	گفتگو کے لیے دوسرا محاذ
۲۲۸	بزرگان دیوبند کے لیے لمحۂ فکریہ	۲۰۸	ایک اور محاذ
۲۳۰	سوال	۲۰۹	فن طہارت یا وہم
۲۳۲	القواعد النورانیہ	۲۱۰	اہلحدیث تاریخ کے مختلف ادوار میں
۲۴۱	تفقہ اور ظاہریت	۲۱۴	ائمہ ہدیٰ کی اہل حدیث کے بارہ میں رائے
۲۴۲	مسلک اہل حدیث	۲۱۵	ائمہ محدثین بھی درجۂ اجتہاد پر فائز ہیں
۲۴۴	شاہ اسماعیل شہید اور ترک تقلید	۲۱۶	اہل حدیث ایک مستقل مکتب فکر ہے
۲۴۶	تحریک حریت کے مقاصد	۲۱۸	مورخین اور متکلمین کی رائے
۲۴۸	یمن کی راہ	۲۲۰	اہل حدیث کی تعریف و توصیف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

حمد و سپاس اس خدائے یکتا و یگانہ کے لیے ہے جو اپنی حکمت اور مشیت کے تحت اپنے بندگان سے دینِ محکم کی استواری کے لیے خدمت لے لیتا ہے اور اپنے الطافِ خاص سے نواز کر مطلوبہ مقاصد کی تکمیل پر مامور کر دیتا ہے نیز ادوارِ ناشائستہ کی دستبرد سے دینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حفظ و بقا کا کام سرانجام فرماتا رہتا ہے اسی طرح وہ اپنے تدبرِ کامل سے اپنے ناچیز اور حقیر انسانوں سے ان ضروریات کا اتمام کرا لیتا ہے جن کا معدوم ہونا نوعِ انسانی کے لیے نقصانِ عظیم کا باعث ہو سکتا ہو۔ بعدازاں درود و سلام ہو اس نبی برحق پر جس کے ارشادِ حقیقت آگین اور نوائے وحدت سروش سے ہمیں دین کا فہم حاصل ہوا۔

امّا بعد ۔ اس احقر العباد طالب الرشاد کی یہ دیرینہ آرزو تھی کہ حضرت الامیر المرکزیہ جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان استاذ العلماء والمدرسین راس الفقہاء والمحدثین فاضل جلیل عالم نبیل حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفی مدظلہ گوجرانوالہ کے رشحاتِ قلم کا مرقع "تحریک آزادی فکر کا مدوجزر اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تجدیدی مساعی" نامی کتاب کو ایک نئی آب و تاب کے ساتھ شائع کرے۔ اور دینی لٹریچر کی اس بے بضاعتی کے دور میں اس خزینۂ حقائق کو طباعت و کتابت کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرتے ہوئے ہدیۂ ناظرین کرے۔ چونکہ یہ کتاب اپنے موضوع پر نہایت ٹھوس دلائل و براہین کی حامل ہے اور اس تقلید جامد کے دور میں اس کی شدید ضرورت ہے اس لیے حمیت حق کے جذبہ سے سرشار ہو کر خادم نے توکلاً علی اللہ اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ اہل علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ یہ مضمون بالاقساط

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہفت روزہ "الاعتصام" ۱۹۶۲-۶۱ء لاہور میں شائع ہوتا رہا جس کا نام "تحریک اہل حدیث کا مدوجزر اور حضرت شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی" ہے۔ محترم مولانا موصوف مدظلہ نے خود ہی اس کا دوسرا نام "تحریک آزادئ فکر" تجویز فرمایا۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا صاحب کے اسی معنی و مفہوم کے اور مضامین بھی "الاعتصام" میں شائع ہوتے رہے۔ مثلاً "ترک تقلید اور اہل حدیث" "برصغیر پاک وھند میں اہل توحید کی سرگرمیاں" "تحریک اہل حدیث کا تاریخی موقف اور اس کی خدمات"۔ علم دوست احباب کی مدت سے خواہش تھی کہ "الاعتصام" کے محققانہ اور جامع مضامین کو الگ سے کتابی صورت میں شائع ہونا چاہیئے۔ حضرت الامیر مدظلہ العالی کی خدمت اقدس میں اجازت کی درخواست کی گئی تو آپ نے برضا و رغبت اجازت مرحمت فرما کر حوصلہ افزائی کی جس کا خادم تہدل سے مشکور ہے۔ اس کتاب مستطاب مفید شیخ و شاب کا پیش لفظ بھی محترم مولانا صاحب مدظلہ ہی نے رقم فرمایا ہے۔

انسانی حد تک اس کتاب کو ہر طرح اغلاط سے درست اور کتابت و طباعت کے سلسلہ میں موثق کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ قارئین سے گذارش ہے کہ اگر کوئی سقم دیکھیں تو اطلاع دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کی جا سکے۔ فقط والسلام

محمد حنیف یزدانی

۱۷ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی رسولہ محمد خاتم النبیین والسلام علی اصحابہ واتباعہ اجمعین

میں مسلسل لکھنے کا عادی نہیں۔ پیدائشی طور پر تو میلان دین کی طرف ہے اور عقیدہ سلف سے طبعی شغف۔ تعلیم و تربیت بھی اسی نہج پر رہی۔ انگریزی تعلیم اور حضری مدارس سے نہ تاثر ہے نہ انس۔ اگر کبھی ضرورت ہو تو مذہبی مسایل پر ہی لکھتا ہوں۔ جہاں تک اپنے متعلق خیال ہے میں مناظر نہیں ہوں نہ آج کے رسمی مناظرات سے طبیعت آشنا ہے اس لیے حوالوں میں کانٹ چھانٹ، تراجم میں حسب مطلب قطع برید کی قطعاً عادت نہیں۔ مسلک اہلحدیث سے محبت ہے اور فن حدیث سے بلحاظ طالب علم کچھ تعلق اور اسی ماحول میں کم و بیش کچھ لکھنے کا موقعہ ملا ہے۔

حدیث کی اساس چونکہ قرآن ہے اس لیے قرآن عزیز کے ساتھ بھی اسی قسم کا تعلق ہے بلکہ قرآن کو سنت سے قطع کر کے سمجھنے کی کوشش کرنا مجھے سمجھ میں نہیں آیا۔ مجھے معلوم ہے کہ کئی سال سے ہمارے ملک میں انکار حدیث کی تحریک چل رہی ہے اور کئی مراحل سے گذری ہے اور اس کے محرکین نے وقت کے تقاضوں کے مطابق کئی لباس بدلے ہیں۔ میں نے ابتدا میں یہ لٹریچر بطور طالب علم تحقیق کی نظر سے پڑھا اب مجھے اس تحریک اور اس لٹریچر سے نفرت ہے اس شغل کو اضاعت وقت سمجھتا ہوں۔ صلوٰۃ القرآن، بیان القرآن، طلوع اسلام یہ اس تحریک کی بیچارگی کے مختلف مراحل ہیں۔ اس تحریک کی قیادت کے عمل اور فکر کا ما حاصل یہ ہے وہ قرآن کو مفصل کہنے کے باوجود مجمل اور قابل تشریح و تفسیر سمجھتے ہیں۔ اور قرآن کی تفسیر اور تشریح کے لیے لٹریچر شایع کرتے ہیں جس کا مطلب ظاہر ہے کہ قرآن عزیز کو ان حضرات کی تشریح کی ضرورت ہے۔ ان کے ہاں اس تشریح کو قبول کرنا گویا قرآن کو ماننا اور قبول کرنا ہے۔ مگر اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے رفقاء کرام قرآن کے مقاصد کو بیان کریں تو اسے یہ حضرات نہ قبول کرتے ہیں نہ اس کی ضرورت سمجھتے ہیں بلکہ قطعاً ناپسند کرتے ہیں کوئی حدیث سمجھ میں نہ آئے مگر اس کا انکار کر دینا سمجھ میں آتا ہے۔ ائمہ حدیث نے جن احادیث کو اپنے معیار پر نہیں پایا ان کا انکار کر دیا یا ان کو موضوع فرما دیا لیکن چند احادیث سمجھ میں نہ آئیں تو پورے ذخیرہ اور فن کا انکار بالکل سمجھ میں نہیں آتا عقل کو اس پر حیرت ہوتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح کچھ بزرگ چند رسمیں اور چند نعرے لگا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اسلام کی خدمت کا دعویٰ فرماتے ہیں۔ اور ان رسموں کو اسلام اور ایمان کی بنیاد سمجھنا اور ان سے انکار یا ان پر انکار کو اسلام کی مخالفت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے منافی سمجھنا عجیب بات ہے حالانکہ قرون خیر اور ائمہ اسلام فقہاء محدثین کے آثار میں ان رسوم کا ذکر تک نہیں۔ اگر کہیں تھوڑا بہت پتہ چلتا ہے تو ان بزرگوں نے ان رسوم کو نفرت کی نظر سے دیکھا ہے۔ اسلام ایسے فعال مذہب کا انحصار چند رسموں اور نعروں پر ہو ضمیر اس سے اباء کرتا ہے۔

اسی طرح مروجہ تقلید اور جمود کا آغاز تو غالباً طبعی تاثر ہے جو ایک شاگرد استاد سے اور تلمیذ شیخ سے اپنے دل میں محسوس کرتا ہے یہ طبعی اور قدرتی ہے اس کے جواز یا عدم جواز کی بحث بے فائدہ ہے۔ یہ تاثر ناگزیر ہے۔ اور یہ تاثر علیشہ باندازِ تحقیق اور بحث و نظر کی راہ سے ہوتا ہے۔ اس میں جمود نہیں ہوتا۔ دوسرے ائمہ اجتہاد سے حق کی نفی یا نفرت کے آثار اس میں نہیں پائے جاتے بلکہ ایک تحقیقی تاثر اور فکر و نظر کی راہوں میں کسی قدر ہم آہنگی اور ہمواری ہوتی ہے۔ ان فقہی فروع میں دو حق کسی ایک میں محصور ہوتا ہے نہ ہی دوسرے اہل تحقیق سے نفرت اور بغض ہوتا ہے اور خود ائمہؒ نے اپنے متعلق کبھی یہ تاثر نہیں دیا کہ حق صرف ہمارے دامن سے وابستہ ہے اور نہ ہی یہ تاثر دیا ہے کہ ہماری باتوں کو بلا دلیل محض خوش فہمی اور عقیدت کی بنا پر قبول کیا جائے انبیاء علیہم السلام فکر و نظر کی دعوت دیتے تھے ان کے اتباع تقلید اور جمود کی دعوت کیسے دے سکتے تھے میری رائے میں یہ تینوں مقام اس قدر ظاہر اور واضح ہیں کہ ان پر کسی طویل بحث کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اس کے باوجود دنیا میں ایسے حضرات موجود ہیں جو انکار حدیث کو بطور تحریک چلانا چاہتے ہیں ان کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، فعل سکوت اجتہاد دین میں حجت نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی آیت کی تفسیر فرمائیں ہمیں حق ہے ہم ان کے خلاف تفسیر کریں اور صرف اپنی تفسیر کو صحیح سمجھیں لیکن اس اشاعت کے لیے عنوان یہ رکھا گیا ہے کہ قرآن مکمل ہے اور اسناد کی وجہ سے حدیث پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ یہی حال قریباً بعض دوسرے بزرگوں کا ہے وہ بدعی رسوم اور مشرکانہ عادات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور بزرگوں کے ساتھ ربط و عقیدت کے نام دیتے ہیں اور ائمہ سے علمی استفادہ کا نام تقلید رکھ دیا گیا ہے

وبینھما مفاوز تنقطع فیھا اعناق الابل

گذشتہ ایام کسی ضرورت یا کسی تاثر کے ماتحت میں نے چند مضامین "الاعتصام" میں لکھے جو بعض

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حلقوں میں بہت پسند کیے گئے بعض حلقوں میں کافی ناراضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا گیا۔ کسی چیز کے مؤثر ہونے کی یہی دلیل ہوتی ہے کہ وہ اپنے لیے مختلف حلقے پیدا کرلے اور نقد و نظر کا تختہ مشق بنے مضمون جب چھپ رہا تھا بعض محترم اور عزیز دوستوں نے اس کے بعض حصوں پر دوستانہ اور محققانہ تنقید فرمائی جزاھم اللہ احسن الجزاء

بعض احباب کا خیال تھا کہ اہلحدیث حفاظ حدیث کا دوسرا نام ہے یہ مکتب فکر نہیں اس کے متعلق کچھ مختصر اشارات زیر طبع مضامین میں آگئے ہیں اس موضوع پر ایک مبسوط مضمون لکھنے کا خیال ہے و ارجو من اللہ التوفیق۔

مولانا محمد حنیف صاحب ندوی کی نظر سے غالباً یہ مضامین گذرے انہوں نے ان کی طباعت کا ارادہ فرمایا ہے میں نے انہیں ان کی اجازت دے دی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اعمال خیر کی توفیق مرحمت فرمائے۔

ناظرین سے گذارش ہے اگر وہ ان پریشان خیالات کو پسند فرمائیں تو حضرت الاستاذ المحترم المحدث الکبیر حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی مخلصانہ دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں ان کی مبارک تربیت ہی دراصل توحید و سنت کے ساتھ محبت اور مسلک سلف کے ساتھ تعلق کی حقیقی محرک ہے

اللھم اغفر لہ وارحمہ واجعل جنۃ الفردوس ماواہ واجعلہ من ورثۃ جنۃ النعیم

محمد اسماعیل مدرس و خطیب جامع اہلحدیث
چاہ شاہاں۔ گوجرانوالہ

۳ ذی قعد ۱۳۸۵ھ ۲۶ مارچ ۱۹۶۶ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریک اہلحدیث کا مدّ و جزر

اور

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تجدیدی مساعی کے اثرات

(۱)

علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ پہلی امتوں میں بھی مختلف ذہن تھے۔ بعض الفاظ کے ظاہری مفہوم پر اعتماد کرتے تھے۔ بعض کی توجہ اسباب و علل کی طرف ہوتی تھی وہ الفاظ کو صرف ذریعہ سمجھتے تھے۔ کچھ لوگ اس عالم کون و فساد میں دین اور دنیا دونوں کو حاصل زندگی سمجھتے تھے۔ کچھ ترک دنیا اور زہد و ورع کو حاصل مقصد خیال کرتے تھے۔ معلوم ہے کہ اپنی اپنی جگہ یہ سب چیزیں درست ہیں۔ اور اس کارخانۂ حیات و موت میں نہ الفاظ سے گریز ممکن ہے نہ اسباب و علل کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ اس دنیا میں رہ کر دنیا اور اس کی ضروریات سے بالکلیہ دامن کشی نہ شریعت کا مقصد ہے اور نہ یہ ممکن ہے۔ اور نہ دنیا پرستی اور اس کی طلب میں جنون کی حد تک بھاگ دوڑ صحیح راہ عمل ہے۔ غلو کسی چیز میں آئے اس میں خرابی پیدا ہو گی۔ اسلام اور آنحضرت فداہ روحی نے اس میں اعتدال کی طرف راہنمائی فرمائی ہے:

قال ابن کوھن وکان الیھود فی دینھم یومئذ ثلاث فرق۔ فرقۃ الفقھاء واھل القیاس ویسمونھم الفروشیم وھم الربانیون وفرقۃ الظاھریۃ المتعلقین

یہود میں اس وقت تین گروہ تھے۔ فقہا تھے جن کو وہ فراشیم کہتے تھے۔ ربانیین بھی انہی کا نام ہے۔ بعض ظاہری تھے، جو کتاب کے نام میں الفاظ کو مانتے تھے، ان کا نام

www.KitaboSunnat.com

يظواهر الالفاظ من كتابهم ويسمونهم	صلاو فیہ تھا اور انہیں قراء بھی کہا جاتا تھا
الصلاوية وهم القراؤن وفرقة	اور ایک گروہ فقراء اور زاہدوں کا تھا
اخرى منقطعين للعبادة والتسبيح	انہیں تسبیح تہلیل کے سوا کسی چیز سے غرض
والزهاد فيما سوى ذالك ويسمونهم	نہ تھی۔ ان کو حسبیلیہ کہا جاتا
الحسبيليه (ابن خلدون ص۱۶۵ ج۱)	تھا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

لتتبعن سنن من كان قبلكم حذو	تم پہلے لوگوں کے قدم بقدم
النعل بالنعل	چلو گے۔

مختلف ذہن

آج اسلام میں بھی تینوں قسم کے آدمی موجود ہیں۔ بعض شریعت پر غائر نظر رکھتے ہیں اور دین کے مصالح ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتے ہیں۔ کچھ ظاہر بین ہیں جن کی نظر بالکل سطحی ہے اور زاہدوں کا گروہ تو پورے ملک کے ذہن پر چھا رہا ہے۔ خانقاہی نظام ابتدا میں کسی قدر اچھا تھا اس کی تفصیلات معلوم ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اکثر بدعات انہیں کے قدموں سے اٹھتی ہیں۔ اور بدعی فتنوں کا مرکز یہی لوگ ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد صحابہ میں فقہاء بھی موجود تھے، اہل ظاہر بھی، زاہد اور اتقیاء بھی پائے جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں مختلف طبقات رہے۔ اور یہ قسمیں اہل فکر میں موجود رہیں لیکن اس میں کبھی بے اعتدالی ہو جاتی۔ جمود تو اسلام کی افتاد فطرت کے خلاف تھا لیکن یہ جمود تینوں تحریکات میں آ گیا۔ کبھی ظاہر پرستی اس طرح اذہان پر چھا گئی کہ الفاظ کی پرستش شروع ہو گئی۔ لوگوں نے مقاصد اور مصالح کو نظر انداز کر کے محض الفاظ پر سارا زور صرف کر دیا۔ کبھی آراء و رجال اور قیاسات علماء نے ذہن کو اس قدر متاثر کیا کہ شخصی آراء و افکار نے تقلید اور جمود کی صورت اختیار کر لی ائمہ اور علماء کی تقلید کو واجب اور فرض کہا جانے لگا۔ متقدمین علماء کی جزوی مخالفت اس قدر جرم سمجھی

۱؎ ائمہ اربعہ اور باقی ائمہ سنت اور ان کے علوم کے ساتھ تعلق کی آج جو جامد صورت پیدا ہو گئی (اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانے لگی گویا وہ پیغمبر کی مخالفت ہے۔ یہ دونوں غلو کی راہیں تھیں۔ یہی مرض زہاد و اتقیاء میں نمودار ہوا۔ وہاں بھی پیر کو مظہر خدا یا پیغمبر کا نعم البدل سمجھا جانے لگا۔ بزرگوں کے عادات و رسوم اور اوراد و وظائف کو وحی کا مقام دیا گیا۔ حضرت حال کو شریعت اور وحی کا رقیب ظاہر کیا گیا۔ شرعی حلال و حرام کو ان حضرات کے کہنے پر معطل دیا گیا۔ شرعی حلال کو حرام اور حرام کو حلال کہنے میں ان حضرات کو کوئی تامل نہ تھا۔ یہ بھی ایک جمود ہے جو اسلام کے مزاج اور طبیعت کے بالکل خلاف ہے۔ اسلام ایک متحرک دین ہے۔ اس میں کتاب و سنت کو اساس قرار دے کر ہر دور میں فکری آزادی کی نہ صرف حمایت فرمائی گئی ہے بلکہ حریت فکر کے لیے ممکن طور پر راہیں ہموار کر دی گئی ہیں۔ اور جمود اور تقلید کو روکنے کی ہر کوشش عمل میں لائی گئی۔

جمود شکن تحریکات

اسلام کی اشاعت کے مختلف ادوار میں اس کے اثر و رسوخ اور مختلف اذہان کی عقیدتمندیوں اور مختلف قسم کے اعمال و عواطف کی نیرنگیوں نے مد و جزر کی صورت اختیار کی۔ کبھی ظاہر پسندی اور الفاظ کے تقاضوں نے اتنا زور پکڑا کہ قیاس صحیح اور مصالح کو شکست دے دی گئی۔ کبھی آراء و مقاییس کی محبت نے ایسا جمود پیدا کیا کہ آراء رجال کے سامنے نصوص مہجور اور متروک قرار پا گئے۔ فرضی مسائل کا نام شریعت رکھ دیا گیا۔

اس مد و جزر کا نتیجہ حافظ ابن حزم کی ظاہریت ہے۔ اور اسی کا نتیجہ فقہاء کی کتاب الحیل ہے جس نے عبادات سے لے کر معاشیات تک دین کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ بڑے بڑے فواحش دین کے بادہ میں عبادت اور تفقہ تصور ہونے لگے۔ نماز، زکوٰۃ، حج، حیل کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکے۔ عام طور پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہو چکی ہے معلوم ہے ابتداء میں نہیں تھی۔ نہ ائمہ اسے پسند فرماتے اور نہ ان کے تلامذہ ہارون نے امام مالکؒ کے سامنے موطا کی آئینی حیثیت کا جب ذکر کیا تو امام مالکؒ نے سختی سے اس کا انکار کیا۔ الدیباج المذہب۔ ائمہ اربعہ نے اپنی تقلید سے روکا۔ حجۃ اللہ اور کتاب العلم ابن عبدالبر وغیرہ میں ان کے ارشادات بصراحت موجود ہیں تعجب ہے کہ اکابر دیوبند آج بڑی جرأت سے اسی جمود اور تقلید کی دعوت دیتے ہیں اور اسے واجب تک کہنے سے گریز نہیں فرماتے حالانکہ یہ صاحب شریعت کا وظیفہ ہے معلوم ہے کہ تقلید اور اس جمود کا دور چار سو سال بعد ہوا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھا جاتا ہے کہ ظاہریت کا تعلق فن حدیث سے ہے۔ ابن حزم وغیرہ پر ظاہریت اسی لیے غالب رہی لیکن حقیقت یہ ہے کہ فقہی حیل اور ظاہریت دونوں ایک ہی ذہن کی پیداوار ہیں۔ ابن حزم اسلاف کے رفقا رنے حدیث کے الفاظ کے ظاہر سے ٹھوکر کھائی۔ اور ارباب حیل نے فقہی قواعد کے ظواہر سے دھوکہ کھایا۔ شارع کے مقاصد اور مصالح دونوں جگہ نظر سے اوجھل ہو گئے۔ دونوں جگہ الفاظ کی ظاہریت نے معاملہ فہمی اور دوررس نگاہوں کو چکا چوند کر دیا۔

قیاس سے اگر نظائر کا صحیح جائزہ نہ لیا جا سکے اور شریعت کے مقاصد کا صحیح طور پر لحاظ نہ رکھا جا سکے۔ تو صرف قیاس کے اعتراف یا اسے اصول ادلہ مان لینے سے کچھ بھی حاصل نہیں۔ اکابر کے اجتہادات اگر محض اکابر کی برتری کی وجہ سے قابل احترام ہوں تو یہ بھی ظاہر پرستی کی ایک قسم ہے اور جمود کا ایک نامناسب مظاہرہ۔

تاریخ مذاہب پر ایک نظر

حجاز، بخارا، مصر اور مغرب میں حدیث کا دور دورہ تھا۔ لوگ حدیث پڑھتے پڑھاتے تھے۔ حفظ وضبط کی مجلسیں گرم تھیں۔ مدارس میں "حدثنا" اور "اخبرنا" کے غلغلے بلند تھے۔ یکایک حجاز اور مصر میں امام شافعیؒ کے حفظ و نکار کا اثر پڑھا۔ سوڈان سے اندلس تک امام مالکؒ کے مسلک فقہ کا اقتدار قائم ہوا۔ کوفہ سے ایران اور پھر اقصائے ہند میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی عیاریوں نے اپنا اثر ظاہر کیا۔ نجد اور اس کے حوالی میں حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کی قربانیاں اپنا رنگ لائیں۔ اس کے علاوہ بھی بعض ائمہ اجتہاد نے بعض علاقوں پر اپنا اثر ڈالا جیسے امام اوزاعیؒ، ابن جریر، طبری، حافظ ابن خزیمہ، داؤد ظاہری رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان بزرگوں کے فہم اور طریق فکر کو بھی حدیث فہمی میں ضروری قرار دیا گیا۔ ابتداء میں یہ خیال تھا کہ ان حضرات کے افکار کا تتبع ذہن کو لغزش سے بچا سکے گا۔ لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ یہ فکرمندی خود ایک لغزش بن گئی۔ اور سنگ میل سنگِ راہ ہو گیا۔

ائمہ حدیث اور فقہاء کے مباحث، احناف اور شوافع کے منافسات، اسلام کی خدمت کی بجائے بعض مقامات پر اسلام کے لیے نقصان دہ ثابت ہوئے۔ قرآن و سنت کے نصوص باہم تقسیم ہو گئے۔

تحریکاتِ اصلاح

اپنی تاریخ پر نظر ڈالیے تو معلوم ہو گا۔ ہر دور کے اہلِ علم اس مرض کے علاج میں معروف رہے آوارگی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بچتے تو جمود آ جاتا، جمود سے بچنے کی کوشش کرتے تو آوارگی کے خارستان میں دامن الجھ جاتا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رح۔ حافظ ابن قیم رح۔ علامہ محمد الشاطبی رح۔ عبدالرحمٰن بن اسماعیل رح۔ ابو شامۃ المقدسی وغیرہ کی تجدیدی مساعی اسی مد وجزر اور اس کی طغیانیوں کے متعلق تھیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

پیش نظر گذارشات میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی اور ان کے نتائج فکر کا تذکرہ اس نگاہ سے ہے کہ مغل دور کے اواخر میں جب جمود کی گھٹائیں ہند کے افق پر چھائی ہوئی تھیں اور نگ زیب عالمگیر جیسا نیک دل بادشاہ زیادہ سے زیادہ یہی کوشش کر سکا کہ اس نے فتاویٰ ہندیہ کی صورت میں علماء کے ذریعہ اسلام کی خدمت کی۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے رفقاء اور ان کے متوسلین نے اس اندھیرے میں ایک روشنی کے مینار کی طرف توجہ دلائی اور وہ فقہاء و محدثین کا طریق تھا۔ شاہ صاحب ہندوستان کی حنفیت اور ابن حزم کی ظاہریت کو فقہاء و محدثین کے دامن میں پناہ دینا چاہتے تھے۔

ہندوستان کے اہل توحید حنفی ہوں یا اہل حدیث۔ شاہ ولی اللہ سے کوئی صحیح نسبت ہے تو حنفیت خالصہ اور ظاہریت محضہ سے بچ کر انہیں فقہاء و محدثین کا طریق اختیار کرنا چاہیئے اس دور میں اسلام کی یہ سب سے بڑی خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اتباع حق عمل اور اعتقاد میں اعتدال کی توفیق دے۔ آئندہ اوراق میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مختلف اذہان کے غلو میں صالح تحریکات نے کیا کردار نمایاں ادا کیا، تحریکات سلفیہ نے مختلف ادوار میں کیا اصلاحات فرمائیں۔ فقہاء اسلام نے کیا خدمات انجام دیں۔ صوفیاء نے کیا کیا اور ان تینوں اذہان پر شاہ ولی اللہ رح صاحب کی اصلاحی کوششوں نے کیا اثر ڈالا؟

○

شروع میں لفظ "اہل حدیث" کا مقصد یہ تھا کہ اجتہادی امور میں تقلید اور جمود کو دین میں پہنچنے کا موقعہ نہ دیا جائے بلکہ صحابہ اور ائمہ اسلام کے اجتہاد سے وقت کے مصالح کے مطابق فائدہ اٹھایا جائے اور فقہی فروع میں جمود اور فرقہ پروری کی حوصلہ افزائی نہ ہونے پائے۔ اصل نظر کتاب اللہ اور آنحضرت کی سنت پر مرکوز رہے۔

کتاب و سنت میں اگر کسی مسئلہ یا وقتی حادثہ کے متعلق صراحت موجود نہ ہو، تو اس کا فیصلہ محض کسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخصی رائے کے مطابق نہ ہو یا کسی علاقہ کے علماء اپنے مخصوص افکار امت پر نہ ٹھونس دیں بلکہ اصل مطمح نظر صحابہ اور اسلاف کرام کی وسعت نظر ہو۔ جمود اور شخصیت پرستی سے امت میں ضیق نہ پیدا کیا جائے۔

جب نصوص نہ ہوں۔ کتاب و سنت میں احکام صراحتہً نہ ملیں تو رائے یا اجتہاد کے سوا چارہ نہیں صحابہ نے بھی اجتہاد فرمایا۔ ائمہ اربعہ اور دوسرے ائمہ مجتہدین نے بھی بوقت ضرورت اجتہاد فرمایا۔ وقت کے ضروری مسائل کو اجتہاد ہی سے سمجھنے اور عمل کرنے کی کوشش ہونی چاہیے۔ اہلحدیث اور فقہاء مذاہب سب ہی نے اجتہاد کیا۔ اور قیاس شرعی یا میزانی —— وقت کے مسائل میں مخلصی کی راہ پیدا فرمائی۔

حافظ ابن حزم اور امام داؤد ظاہری کا قیاس سے بالکل صرف نظر کا نظریہ ائمہ حدیث میں مقبول نہ ہو سکا۔ اور فقہاء عراق میں تو اس کی گنجائش ہی کہاں تھی۔ اس لیے ائمہ حدیث اور فقہاء عراق میں قیاس سے استفادہ یا نظائر میں احکام کی وحدت کا جہاں تک تعلق ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں بوقت ضرورت قیاس کو سب درست سمجھتے ہیں بلکہ ضروری!

شاہ صاحب نے ان دو مختلف اور غیر معتدل نظریات اور ان کے نتائج کے حسن و قبح سے متاثر ہو کر اپنے تلامذہ اور متوسلین کو یہ وصیت فرمائی

" وصیت اول ایں فقیر چنگ زدن است بکتاب و سنت در اعتقاد و عمل و پیوستہ بتدبیر ہر دو مشغول شدن و ہر روز حصہ از ہر دو خواندن و اگر طاقت خواندن ندارد ترجمہ ورقے از ہر دو شنیدن و در عقاید مذہب قدماء اہل سنت اختیار کردن و تفصیل و تفتیش آنچہ سلف تفتیش نکردہ اند اعراض نمودن و بہ تشکیکات معقولیاں خام التفات نکردن۔ و در فروع پیروی علماء محدثین کہ جامع باشند میان فقہ و حدیث کردن و دایما تفریعات فقہیہ را بر کتاب و سنت عرض نمودن آنچہ موافق باشد در حیز قبول آوردن و الا کالای بدبریش خاوند دادن امت را ہیچ وقت از عرض مجتہدات بر کتاب و سنت استغناء حاصل نیست و سخن متقشفہ فقہاء کہ تقلید عالمی را دست آویز ساختہ تتبع سنت را ترک کردہ اند نشنیدن و نظر بدیشاں نکردن و قربت خدا جستن بدوری ایشاں "

تفہیمات ج ۲ ص ۲۴۰

فقیر کی پہلی وصیت یہ ہے کہ اعتقاد اور عمل میں کتاب و سنت کے ساتھ تمسک کرے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں کو اپنا مشغلہ قرار دے اور ہر دو سے کچھ حصہ روزانہ پڑھے اور اگر پڑھ نہ سکے تو چند اوراق کا ترجمہ سنے اور عقاید میں سلف اہل سنت کی روش اختیار کرے اور ایسے سلف کی طرح موشگافیوں سے بچے۔ اور خام کار معقولیوں کی شک آفرینیوں سے بچے۔ اور فرعی مسائل میں ان محدثین کا اتباع کرے جو حدیث اور فقہ دونوں سے پوری طرح واقف ہوں اور فقہی مسائل کو ہمیشہ کتاب و سنت پر پیش کرے جو موافق ہو اسے قبول ورنہ بالکلیہ نظر انداز کر دے۔ امت کو اپنے اجتہادات کو کتاب و سنت پر پیش کرنے سے کبھی استغنا حاصل نہیں ہوا اور ضدی قسم کے فقیہ حضرات جنہوں نے بعض اہل علم کی تقلید کو دین کا سہارا بنا رکھا ہے اور کتاب و سنت سے اعراض ان کا شیوہ ہے کی بات تک نہ سننا اور ان کی طرف نگاہ مت اٹھانا اور ان سے دور رہنے میں ہی خدا کا قرب تلاش کرنا ۵

شاہ صاحب کے دانشمندانہ اور جرأت آمیز اعلان سے تعجب ہوتا ہے۔ شاہ صاحب نے جس ماحول میں تربیت پائی تھی۔ وہ فقہی جمود کا دور تھا۔ اس وقت کا بہت بڑا متدین اور روشن خیال بادشاہ وہ اسلام کی جو سب سے بڑی خدمت کر سکا وہ فتاویٰ عالمگیری کی تالیف تھی جسے فتاویٰ ھندیہ کہا جاتا ہے۔ عالمگیر نے اسلامی قانون کی بہتر تعبیر کے لیے وقت کے بہترین علمار کو جمع کیا ان مقدس بزرگوں نے اپنے وسیع علمی معلومات کی روشنی میں فقہ حنفی کی یہ بہترین خدمت انجام دی۔

اس کتاب کی خوبی صرف اسی قدر ہے کہ فقہاء رحمہم اللہ کے اقوال سے اوفق بالمصالح اقوال کو لے لیا گیا اور مختلف فیہ کو اسی طرح درج کر دیا گیا ہے تاکہ جس پر مناسب ہو عمل کر لیا جائے۔ گویا اس دربند جمود میں ایک محدود مقام تک حرکت کی کوشش کی گئی سو قرآن اور سنت یا دوسرے ائمہ کے مذاہب کے لحاظ سے شرعی مصالح کا جائزہ لینے کی کوشش نہیں کی گئی۔ حضرت شاہ صاحب نے اسی ماحول میں پڑھا اور غالباً والد صاحب کی زندگی میں مسند درس کی زینت بنے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کے دروس اور طریق افتاء سے طالب علم اور اس وقت کے عوام مطمئن تھے لیکن خود شاہ صاحب مطمئن نہ تھے۔ جس چشمہ سے عام دنیا سیرابی حاصل کر رہی ہے وہ چشمہ خود اپنی سوتوں میں تشنگی اور خشک سالی محسوس کر رہا تھا۔ جامد اور تقلید مزاج طبائع اپنی رسائی اور فہم کے لحاظ سے سمجھ رہے تھے فقہ حنفی اور اس کے مصالح کی ترجمانی کا حق صحیح طور پر ادا ہو رہا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے بلکہ علم و تفقہ حکمت مصالح کا یہ ترجمان دل ہی دل میں محسوس کر رہا تھا کہ جب فقہاء اہب مجتہدین اسلام کی ترجمانی ہے اور ائمہ کی فقہ کا ماخذ قرآن اور سنت ہے تو بعض تعبیرات کو کلیۃً کیوں ترک کیا جائے اور بعض پر قناعت کیوں کی جائے اگر کسی موسم اور کسی ملک میں ایک تعبیر اسلامی مصالح اور دینی مقاصد کے چوکھٹے میں پوری طرح سازگار آسکے تو بالکل ممکن ہے کہ دوسری تعبیر دوسرے ماحول میں اس سے بھی زیادہ سازگار آئے۔ نبوت جب ختم ہو چکی ہے تو صرف ترجمانی اور تعبیر کو کیوں نبوت کی طرح قطعی اور دوامی حیثیت دی جائے۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ دین کے خادم ہیں اور اسلام کے ترجمان۔ عین ان کا دست نگر اور خادم نہیں کہ ان کے ارشادات اور احکام کے لیے ہر وقت چشم براہ رہے۔

فقہا کی عرصہ سے یہ حالت تھی کہ وہ اس اسمی اور فقہی تقلید کو واجب اور فرض سمجھتے تھے اس کی مزعومہ حیثیت کی بنا پر انکار و تکفیر اور ایک دوسرے کی اقتدا سے حتمی طور پر روکا جاتا تھا یہ سوتیلی ماں کا سا معاملہ ایک دانشمند کے لیے موجب حیرت تھا شافعی حنفی ہو تو سزا پائے اور حنفی شافعی ہو خلعت ملے۔ یہ کیسی حق پروری ہے۔

یہ عجیب وطیرہ تھا کہ علماء کے اقوال اور ارشادات، اور نصوص کتاب وسنت میں جب اختلاف اور تعارض ہو تو تاویل اور توڑ موڑ نصوص کا حصہ تھا اور اپنی جگہ پر قائم رہنا ائمہ کی فقہیات کا حق تھا اور پھر دعویٰ یہ کہ اصل مطاع نبوت ہے اجتہاد نہیں۔ یہ دو عملی اور تضاد حضرت شاہ صاحب ایسے دوراندیش معاملہ فہم فقیہ کے لیے کیسے اطمینان کا موجب ہو سکتا تھا۔

اس لیے ظاہر ہے کہ جمود پیشہ اور خاص النظر دنیا کی سیرابی اور اطمینان کے اسباب دوامی ایک بالغ النظر اور تجدیدی ذہن کے لیے کبھی اطمینان کا موجب نہیں ہو سکتے تھے اس لیے شاہ صاحب کی تشنگی فطری اور قدرتی تھی۔

پھر جمود اور استعداد اجتہاد کا فقدان فقہائے احناف سے مخصوص نہ تھا بلکہ تقلید کے مزاج کا تقاضا تھا کہ وسعت نظر اور دقت فکر سے ممکن طور پر اجتناب کیا جائے۔ دلائل کی چھان بھٹک کے مشغلہ سے بچ کر رجال اور ان کے اقوال کے سہارے پر زندہ رہنے کی کوشش کی جائے۔

جب طبیعت کا خمیر تجدید اور اجتہاد سے اٹھایا گیا ہو جہاں حکم اور مصالح ذوق میں سمو دیے گئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں جس شخص نے اسرارِ شریعت اور دین کی حکمتوں میں رازی اور غزالی سے سبقت حاصل فرمائی ہو یا ابن حزم اور عزبن عبدالسلام جیسے فحول ائمہ پر تنقیدی تبصرے کیے ہوں۔ وہ توضیح اور کشف الاسرار پر کیسے مطمئن ہو سکتا تھا۔ اصول فقہ اور فقہ کے متعارض اور متصادم اصول اور جزئیات اسے کیسے مطمئن کر سکتے تھے۔

ظاہر پرستی کا مرض

حافظ ابن حزم اور امام داؤد ظاہری رحمہم اللہ نے قیاس کی ان بھول بھلیوں سے تنگ آ کر اس کی حجیت سے انکار کر دیا اور اسی تلاش میں نکلے کہ صرف کتاب و سنت پر کفایت کریں۔

یہ راستہ اس لحاظ سے بے خطر تھا کہ اس میں اپنی ذمہ داریاں کم ہو جاتی ہیں۔ تاویلات اور تعلیقات کی دوڑ دھوپ سے تھکنے یا ہار جانے کی نوبت نہیں آتی جب دین میں ہمارا نقل پر ہے۔ تو نقل پر انسان کو مطمئن ہو جانا چاہیئے اگر عقل بالفرض تا صر ہے تو حرج نہیں۔ اصل تو نقل ہی ہے۔ جب قرآن اور سنت میں ایک حکم مل گیا تو اب عقل اور نظائر کی تلاش چنداں ضروری نہ تھی۔ وہی عقل کی موافقت کی شرط اس لیے اپنی طرف سے نہ کسی اضافہ کی ضرورت ہے نہ ہی اس خطرے کو خریدنے میں کوئی فائدہ۔

لیکن معلوم ہے کہ نصوص کا ذخیرہ محدود ہے۔ سنن ثابتہ چند ہزار کے پس و پیش ہوں گی اور قرآن عزیز کی ایک سو چودہ سورتیں آیات احکام کی تعداد معمولی ہے لیکن حوادث کا سلسلہ غیر محدود ہے جب تک دنیا فنا کی حدود تک نہ پہنچ جائے واقعات اور حوادث ہوتے رہیں گے ان غیر محدود واقعات کے متعلق ان محدود نصوص میں صریح احکام کیسے مل سکتے تھے اس لیے ظاہریت کی راہ بالآخر تکلفات کی راہ بن گئی اور عملی زندگی میں زیادہ دور تک نہ جا سکی اور ملتے جلتے نظائر سے حکم میں فرق اور تفاوت معقول اور پسندیدہ راہ نہیں شمار کی جا سکتی۔ اس لیے اگر ظاہری کتب فکر ایک لحاظ سے بے خطر تھا تو دوسرے نقطۂ نظر سے بے کار بلکہ بسا اوقات مضحکہ خیز بھی ہو گا۔

قیاس اور تفقہ کی راہ

عملی زندگی میں آگے بڑھنے اور اسے آگے بڑھانے کے لیے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ نظائر اور ان کے احکام میں ہم آہنگی پیدا کی جائے۔ شارع حکیم کے احکام کے وجوہ اور اسباب پر غور کیا جائے ان مصالح کا بغور مطالعہ کیا جائے جن کی بنا پر شارع حکیم نے یہ احکام نافذ فرمائے۔

اور قرآن عزیز نے جب قدم قدم پر عقل و فہم کو مخاطب فرمایا ہے۔ توحید و نبوت اور معاد کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلایل کے تذکرہ میں عقل لب اور نُہٰی کے استعمال کی تلقین کی گئی ہے تو پھر اسے معطل کیوں چھوڑا جائے

فبشر عبادی الذین یستمعون القول	وہ لوگ بشارت کے مستحق ہیں جو گفتگو سن کر
فیتبعون احسنہ اولٰئک الذین	اس کے حسن و قبح میں تمیز کرتے ہیں اچھی باتوں کو
ھداھم اللہ واولٰئک ھم اولوا	قبول کرتے ہیں یہی لوگ اللہ سے ہدایت کے
الالباب ۵	مستحق ہیں اور یہی عقلمند کہلانے کے حقدار۔

اس میں عقلمند اور معاملہ فہم لوگوں کی تعریف فرمائی گئی ہے۔ ستے چلتے مسائل کے حکم میں توازن قیاس صحیح کا نتیجہ اور عقل کا واجبی تقاضا ہے۔

اللہ الذی انزل الکتاب بالحق و	اللہ نے کتاب کو حق کے ساتھ اتارا اور اس
المیزان ۴۲	کے ساتھ میزان کو بھی اتارا۔

جس میزان کا تعلق کتاب کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ اتری ہے۔ یہ ترازو وہ نہیں جو مادی اور جسمانی چیزوں میں توازن کے لیے بنائی گئی ہے۔ اس سے مراد وہی میزان ہے جو کتاب کے فہم مسائل شرعیہ میں جس سے بصیرت ہوتی ہے جس سے مختلف نظایر کے حکم میں توازن ہوتا ہے اس کا فنی اور اصطلاحی نام قیاس سمجھ لینا چاہیئے لیکن حقیقت میں وہ میزان ہے۔

اس لیے نہ قیاس کی ضرورت سے انکار کیا جا سکتا ہے نہ ہی اپنے مقام پر اس کی حجیت اور افادیت کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ اہل حدیث ظواہر حدیث کے ساتھ پوری عقیدت، الفاظ اور ان کے لغوی معانی کے ساتھ پورے اعتناء کے باوجود قیاس کو شرعی حجت سمجھتے ہیں اور ان قیاسی اولہ سے پوری طرح استفادہ کے قایل ہیں۔ ان اصول کے استواء اور محکمی عموم اور ہمہ گیری کے معترف ہیں لیکن نصوص شرعیہ کو ان اصول پر قربان نہیں کرتے جس کی بعض مثالیں ان گذارشات میں مذکور ہو رہی ہیں۔ عام فقہاء اور خصوصاً فقہاء حنفیہ سے اس معاملہ میں کچھ مسامحات ہوئی ہیں رحمہم اللہ شاہ صاحب کی اصل بے چینی یہی ہے۔ بعض جگہ اصول نصوص سے ٹکرا گئے ہیں اور بعض جگہ اصول کی جامعیت اور اس کے طرد و عکس میں خلل واقع ہوا ہے۔ جہاں اصول کی جامعیت نصوص کی گہرائیوں میں جھگڑی اور نظایر کو اس پیمانہ سے ناپنا شروع کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پیمانہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ نظایر کا حکم باہم ٹکرا گیا۔ اور اصول پاش پاش ہو گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آگے بڑھنے سے پہلے اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرما لیجیے

صحیح بخاری میں ہے:-

كانت عائشة يؤمها عبدها ذكوان من المصحف ص ۹۶ عمدة القاري فتح الباري طبع هند ص ۳۸۶

حضرت عائشہ کا غلام ذکوان قرآن سے دیکھ کر نماز پڑھاتا تھا۔

ابن سیرین، حسن بصری، حکم، عطاء قرآن سے نماز میں قرأت جائز سمجھتے تھے۔ حضرت انس کے پیچھے سامع کے ہاتھ میں قرآن ہوتا وہ انہیں لقمہ دیتے۔ امام مالک تراویح میں اسے جائز سمجھتے ہیں۔ حافظ عینی فرماتے ہیں:-

قلت القراءة من مصحف في الصلوة مفسدة عند أبي حنيفة لأنه عمل كثير وعند أبي يوسف ومحمد يجوز لأن النظر في المصحف عبادة لكنه يكره لما فيه من التشبه بأهل الكتاب اهـ عمدة القاري ص ۹۵

نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھنے سے حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز فاسد ہوگی کیونکہ یہ عمل کثیر ہے جس سے خشوع اور نماز کی ہیئت بگڑ جاتی ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں۔ قرآن میں دیکھنا عبادت ہے اس لیے نماز درست ہے لیکن مکروہ ہوگی اس میں اہل کتاب سے مشابہت ہے وہ کتاب سے دیکھ کر ہی نماز پڑھتے ہیں۔

إمام قرأ في المصحف فصلوته فاسدة قال أبو يوسف ومحمد تامة ويكره اهـ جامع الصغير امام محمد ص ۱۵ طبع مصر

حضرت امام کے نزدیک قرآن دیکھ کر پڑھنے سے نماز فاسد ہوگی۔ امام محمد اور ابو یوسف کے نزدیک ہوگی لیکن مکروہ۔

حضرت عائشہ اور اکابر ائمہ تابعین کے عمل کے باوجود دل مانتا ہے کہ مصحف میں پڑھنا ٹھیک نہیں یہ واقعی عمل کثیر ہے، عمل کثیر کی حد کچھ ہو، اوراق کی الٹ پلٹ اور صفحات کی طرف توجہ اور حفاظت سے واقعی نماز کی طرف صحیح اور مناسب توجہ نہیں رہے گی۔ اس لیے مناسب یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے بہ تکلف نہ کیا جائے اور حفظ سے پڑھا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشابہ کی وجہ تو سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر یہ شرعاً درست ہے تو تشابہ کیا ہوا اور جب آپ پڑھنا شروع کر دیں گے تو پھر اہل کتاب کا آپ سے تشابہ ہو جائے گا تاہم دوسرے نمبر پر یہ وجہ بھی مان لی جائے تو اس سے دو اصول سمجھ میں آتے ہیں۔

۱۔ نماز میں عمل کثیر نہیں ہونا چاہیے نماز سے توجہ ہٹ جائے گی۔

۲۔ غیر مسلم قوموں کے ساتھ تشبیہ سے بچنا چاہیے۔

اب دوسرا نکتہ سنیے:۔

لو نظر المصلی الی المصحف وقرء منه فسدت صلوته لا الی فرج امرءة بشهوة لان الاول تعليم مرد وفعل فيها لا الثاني الخ	اگر نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھے تو نماز فاسد ہو گی لیکن اگر عورت کی شرمگاہ جنسی جذبہ کے ساتھ دیکھے تو نماز فاسد نہیں ہو گی۔ کیونکہ پہلی صورت درس و تدریس کی ہے شرمگاہ دیکھنے سے یہ مطلب حاصل نہیں ہوتا۔
الاشباہ والنظائر ص۲۴۲ مطبوعہ ہند	

اب اس عقل پروری اور نکتہ نوازی کو کون سمجھے جہاں قرآن دیکھنے سے خشوع ٹوٹے اور عمل کثیر ہو اور شرمگاہ کی طرف جنسی جذبات کے ساتھ توجہ نماز پر کوئی اثر ہی نہ ڈالے۔

کچھ شک نہیں جب علماء بحث و مناظرہ کے موڈ میں آ جائیں تو بیڑیا حلال کر سکتے ہیں۔ مرغی حرام فرما سکتے ہیں۔ مگر عقل سلیم اور میزان اعتدال تو موشگافیوں اور نکتہ نوازیوں کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ اس لیے محدثین نے قیاس کی حجیت کے باوجود اس دو عملی سے بچنے کے لیے پوری احتیاط سے کام لیا ہے۔

ہمارے حضرات احناف کی ایک قسم پہلے سے نمودار ہوئی ہے ان کی عمر تقریباً ساٹھ ستر سال کے پس و پیش ہو گی۔ یہ حضرات اسلام کے مدنی طو عاً کے حصہ عقاید میں بڑی اہم اور دور رس ترمیمات چاہتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کے مدنی عقاید بریلی، لاہور، لایل پور کے تابع بنوا لیے جائیں:

ان حضرات کی نظر سید احمد شہید کے ملفوظات حصہ دوم (جو صراط مستقیم کے نام سے مشہور ہے) کی اس عبارت پر پڑی۔ کہ گاؤ خر کے تصور سے نماز میں خشوع پر اتنا برا اثر نہیں پڑتا لیکن آنحضرت کے

www.KitaboSunnat.com

تصور سے خشوع زیادہ مجروح ہوتا ہے۔ صراط مستقیم ۔

عنوان یا تعبیر کچھ ہو بات صحیح اور درست تھی کہ مطلوب اور پسندیدہ چیز کے تصور سے طبیعت کے رجحان اور خشوع پر زیادہ اثر پڑے گا۔ گاؤ خر ایسی معمولی اور حقیر چیز کے تصور سے نماز اور خشوع پر وہ اثر نہیں پڑے گا۔ بات سچی تھی آنحضرت کے ساتھ محبت اور والہانہ تعلق جب نوبیدی کی سرحدوں سے ٹکرائے تو اس سے بچنا بڑی دانشمندی ہے۔ نہ نور نبوت کی بلندیوں کو گاؤ خر کی حقارتوں سے ہم آہنگ ہوتے دیا جائے نہ ہی نماز کے معراج اور راز مکالمہ الٰہیہ کے ذوق میں کسی دوسرے محبوب کو اشتراک کا موقع دیا جائے۔

مضمون درست تھا اگر تعبیر ناپسند تھی تو اسے بدل دیا جاتا۔ مولانا عبد الحی بڈھانوی کا ترجمہ وحی نہیں تھا لیکن یہاں کوئی پرانا بغض تھا جسے نکالنا ضروری سمجھا گیا۔ سید احمد کا ارشاد اور مولانا عبد الحی بڈھانوی کا ترجمہ دونوں حضرت شاہ اسمٰعیل شہید کے نام لگا دیئے گئے اور فتووں کی مشینیں تان دی گئیں اور کفر کے انبار بالاکوٹ کے میدان میں دریائے منہار کے کناروں پر انڈیل دیئے گئے جنہیں خون شہادت کے چند قطروں نے دریائے منہار کی لہروں کے سپرد کر دیا اور شہداء کی طہارت ان نجس اور غلیظ فتووں سے متاثر نہ ہو سکی۔

سراسیمگی اور شوریدہ سری کی کوئی حد ہے کہ سید شہید کے ملفوظات اور مولانا عبد الحی کا ترجمہ دونوں بچارے شاہ اسمٰعیل کے نام الاٹ کر دیئے گئے۔ اور دور میں دارالافتاء کی مسندیں شہید حق کے کیڑے نکالنے میں مشغول ہو گئیں جو ان کے درجات کی رفعت کا موجب ہوں گے انشاء اللہ۔

سید شہید نے نماز کی سرگوشیوں میں آنحضرت کے مقام کی رفعت اور گاؤ خر کی حقارت انگیزیوں میں اگلا نیاز فرما کر نماز کی روحانی کیفیتوں کو شرک کی غلاظتوں سے پاک وصاف رکھنے کی تلقین فرمائی تو وہ کافر ہوئے اس لیے کہ وہ آنحضرت سے محبت فرماتے ہیں۔ آپ کی فقہی موشگافیوں نے حریم نماز میں مصحف کے تقدس کو شرمگاہ کی عریانی اور انسانی کمزوریوں کے جنسی شہوت سے قرآن عزیز کو شکست دے دی آپ کا ایمان سلامت رہا اور آپ بالکل تازے اہل سنت و جماعت ہو گئے اور شہدائے بالاکوٹ شہادت اور قربانی کے باوجود کافر ہی رہے۔

من کان ھذا القدر مبلغ علمہٖ   فلیستتر بالصمت والکتمان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر فقہاء بریلی کا انداز فکر یہی رہا تو یہ قافلہ چند دن کا مہمان سمجھنا چاہیئے۔ بریلی، بدایوں، مارہرہ، لاہور، لائل پور کوئی مقام اور کوئی نسبت ایسے لوگوں کے لیے زندگی کی کفیل نہیں ہو سکتی۔ پاکستان میں جہالت کا یہ دور اور علم فروشی کا یہ بازار انشاء اللہ زیادہ دیر تک نہیں چل سکے گا۔

آپ ہی سوچیں اس پون صدی کی کفر نوازی سے آخر اسلام کو کیا فائدہ پہنچا ملک کہاں تک سربلند ہوا۔ دین اور سیاست میں آپ کو کونسا مقام ملا۔ آپ نے اہل توحید کو مشق ستم کے لیے انتخاب فرمایا اور وہ شرافت سے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے مظالم کی مشق ان مساکین پہ فرمائی ہوا کیا ہو سہ

ہمہ آہوان دشتی سر خود نہادہ برکف
بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

ظن کو فیصلوں میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ شریعت نے بیسیوں مقامات میں قرائن سے فیصلہ کیا بچہ کے الحاق میں اور لقیط کو ورثاء کے ساتھ ملانے میں قیافہ کو بہت بڑا دخل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید کے متعلق قیافہ اور ان کی رائے پر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا۔ بعض فقہاء نے اس قرینہ کا اس لیے انکار فرمایا کہ اس میں محض اور تخمین پر فیصلہ کیا گیا ہے۔ اپنی جگہ یقین کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یقین کے بالمقابل ظن کو کوئی وقعت حاصل نہیں ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً۔

لیکن بعض فقہاء نے ان قرائن کو نظر انداز کر دیا کیونکہ یہ ظنی ہیں لیکن جب ظن کے قبول کا رجحان ذہن میں آیا تو کمال کر دی۔ شکوک و اوہام کو یقین کا مقام دے دیا ابن قیم فرماتے ہیں۔

قال بعض الفقهاء ومن العجب انكار	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور حضرت
لحوق النسب بالقافة التي اعتبرها	عمر نے قیافہ کو اثبات نسب میں معتبر سمجھا
النبي وعمل به الصحابة من بعده	لیکن بعض فقہاء نے اس کا انکار کر دیا اور قصی
وحكم به عمر بن الخطاب والحاق	مغرب میں ایک آدمی اس عورت سے نکاح
النسب في مسئلة فيمن تزوج	کرے جو اقصی مشرق میں ہے چھ ماہ کے
باقصى المغرب امرأة باقصى المشرق	بعد اس کے ہاں بچہ پیدا ہو تو یہ حضرات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وبینہما مسافۃ سنین ثم جاءت بعد العقد باکثر من بعد ستۃ اشہر بولد صلا — اس کی نسب کو صحیح سمجھتے ہیں۔

یہ قیاس کا عجیب کرشمہ ہے مستند قرآن کا انکار کر دیا گیا اور اوہام ظنون کی بنا پر نسبت ثابت کر دی اور بچہ ثابت النسب قرار پا گیا۔

یہ اوہام تو قابل اعتماد قرار پائے اور قیافہ کی وجہ سے خبر واحد کے پورے ذخیرہ پر عتاب فرمایا گیا کہ وہ ظنی ہے۔ شاہ ولی اللہ اس غیر معتدل طریق فکر پر کیسے مطمئن ہوتے۔

علماء اصول نے ایک قاعدہ بیان فرمایا الخاص لا یحتمل البیان۔ حسامی صلا نور الانوار صہ۱ کشف الاسرار صہ التلویح علی التوضیح صلا۳

اس قانون کا مطلب یہ ہے کہ خاص کا مفہوم چونکہ واضح اور یقینی ہوتا ہے اس لیے اسے بیرونی تشریح اور وضاحت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی قانون کی روشنی میں کئی مواقع میں شوافع پر حجت قائم کی اور یہ ظاہر فرمایا کہ ہمارا موقف صحیح ہے اور شافعی غلطی پر ہیں۔ بلکہ اگر کہیں صحیح حدیث بھی اس قانون سے ٹکرا گئی تو حدیث کو نظر انداز کر دیا گیا اور اس قانون کی آبرو رکھ لی گئی۔

قرآن عزیز میں ارشاد ہے:

یاایہا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم ﴿﴾ — اے ایمان والو! رکوع اور سجود کرو اور اللہ کی عبادت کرو۔

فقہاء حنفیہ فرماتے ہیں رکوع کے معنی جھکنا ہے سجود کے معنی زمین پر سر رکھنا۔ اگر کوئی شخص ذرا جھک جائے یا زمین پر سر رکھ لے تو نماز ہو جائے گی مگر رکوع اور سجود میں اطمینان اور اعتدال حاصل نہ ہو۔ شوافع اطمینان اور اعتدال کو فرض سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ جس طرح نماز میں رکوع اور سجود ضروری ہے۔ ٹھیک اسی طرح شرعاً نماز میں طمانیت اور سکون بھی ضروری ہے۔ اگر ان ارکان میں اعتدال نہ ہو تو شوافع اور ائمہ حدیث کے نزدیک نماز نہیں ہوگی۔

احناف فرماتے ہیں نماز ہو جائے گی کیونکہ رکوع اور سجود کا لغوی معنی ثابت ہو گیا اس لیے شوافع کا خیال غلط ہے خاص کو کسی بیان اور خارجی تشریح کی ضرورت نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث شریف میں ہے کہ ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز پڑھی اس نے رکوع وسجود اطمینان سے نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تین دفعہ فرمایا

صل فانک لم تصل (مسلم بخاری)   تم نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔

یعنی شرعاً تمہاری نماز کا کوئی وجود نہیں۔ اسی حدیث کی بنا پر اہل حدیث اور شوافع وغیرھم کا بھی یہی خیال ہے کہ اگر رکوع اور سجود میں اطمینان نہ ہو تو نماز نہیں ہوگی۔ احناف فرماتے ہیں۔ رکوع اور سجود کا معنیٰ معلوم ہو جانے کے بعد ہم حدیث کی تشریح اور نماز کی نفی قبول نہیں کرتے۔

قرآن کی عظمت

اسی اصل کی حمایت میں یہ عذر فرمایا گیا کہ اگر شوافع کے مسلک یا حدیث پر یقین کرتے ہوئے یہ مان لیا جائے کہ نماز میں اطمینان فرض ہے تو یہ قرآن پر زیادتی ہوگی۔ جو نسخ کے مرادف ہے جب قرآن عزیز نے خاص الفاظ سے ایک حقیقت کا اظہار فرما دیا اس پر زیادتی کسی طرح درست نہیں ایسا کرنا یا سمجھنا قرآن عزیز کی عظمت اور اس کی رفعت شان کے منافی ہے۔ قرآن کی عظمت واقعی ضروری ہے لیکن اس آڑ میں مقام نبوت کا تعطل ہو جائے۔ پیغمبر کو یہ بھی حق نہ رہے کہ وہ قرآن عزیز کے مفہوم کی تعیین فرمائیں۔ کسی عمل کی شرعی حیثیت کا اظہار یا کوئی ایسا حکم جس سے قرآن عزیز نے سکوت فرمایا ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اسے بیان نہ فرما سکیں۔ خود صاحب وحی بھی اپنی وحی کا مطلب بیان نہ فرما سکیں۔ مجتہد اور فقیہ، عالم اور صوفی تو اپنے خیال سے اپنی استعداد کے مطابق قرآن کا مطلب بیان فرمائیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روک دیا جائے کہ آپ قرآن کے متعلق کچھ نہیں فرما سکتے یہ عجیب ہے،

آخر یہ اصول بھی تو قرآن فہمی ہی کے لیے بنائے گئے۔ اور ان کے بنانے میں بقول صاحب کشف الظنون صفحہ ۸۹ زیادہ کوشش معتزلہ اور اہل حدیث نے کی۔ ان کا احترام تو اس قدر رکھا کہ کہ حدیث بھی ان کے ہوتے ہوئے نظر انداز فرما دی گئی اور نصوص نبوی کے لیے یہ گنجائش بھی نہ رکھی گئی کہ وہ قرآن عزیز کی وضاحت فرما سکیں۔ حالانکہ قرآن عزیز یہ مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری کے طور پر متعین فرماتا ہے:۔

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس   ہم نے ذکر تم پر اس لیے اتارا کہ آپ لوگوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزل الیھم ولعلھم یتفکرون ۱۶/۴۴	کے سامنے اسے واضح فرمائیں اور یہ لوگ اسی پر سوچیں۔
وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ وھدی و رحمۃ لقوم یومنون۔ ۱۶/۶۴	اور ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس لیے اتاری کہ آپ ان کے باہم اختلافات کو واضح فرمائیں۔ اور یہ کتاب اہل ایمان کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

ان دونوں آیات میں تبیین اور اظہار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری قرار پایا ہے۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرح بھی صرف نظر نہیں فرما سکتے۔

سورہ مائدہ میں اہل کتاب کو بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان کی طرف دعوت دی۔

یا اھل الکتاب قد جاء کم رسولنا یبین لکم کثیرا مما تخفون من الکتاب ویعفو عن کثیر	اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے رسول اس لیے تشریف لائے کہ وہ تمہاری چھپائی ہوئی چیزوں کی وضاحت فرمائیں۔

تعجب ہے کہ جس بیان کے سامنے اہل کتاب کو بھی انقیاد کی دعوت دی جا رہی ہے۔ مسلمان ان سے محروم ہونے کی اس لیے کوشش فرماتے ہیں کہ ارباب اعتزال کے طے فرمودہ قواعد کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے حدیث رہے یا نہ۔ اصول اور ان کی پختگی میں کمی نہ آنے پائے۔ پھر یہ ذمہ داری تمام انبیاء علیہم السلام پر ڈالی گئی۔

ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لھم فیضل اللہ من یشاء ویھدی من یشآء وھو العزیز الحکیم ۱۴/۴	ہم نے ہر نبی کو اس کی مادری زبان میں اس لیے مخاطب فرمایا کہ وہ پوری وضاحت کر سکے۔ پھر ہدایت اور گمراہی اللہ کے قبضہ میں ہے اور وہ عزیز اور حکیم ہے۔

پھر پیغمبر کے اس بیان کو اپنا بیان قرار دیا تاکہ خالق اور مخلوق کی مغایرت کا اثر بیان پر مرتب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ہو فرمایا:۔

فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ ثم — تم ہمارے ارشاد کے مطابق قرآن کو پڑھو

ان علینا بیانہ — پھر اس کا بیان ہمارے ذمہ ہے۔

پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے حکم کے مطابق خدا کے احکام کی وضاحت فرمائیں لیکن وہ بیان ہمارے خود ساختہ اصول کے ہم پلہ نہ ہو سکے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے نزدیک یہ عجیب تھا۔ اس لیے حجۃ اللہ، الخیر الکثیر، تفہیمات، مصفی مسوی، عقد الجید، الانصاف، وغیرہ میں اسے بار بار دہرایا اور مختلف طرق سے اس فقہی جمود کو توڑنے کی کوشش فرمائی اور احتجاج فرمایا کہ سنت کے ساتھ یہ بے انصافی اور ترجیحی سلوک نہیں ہونا چاہیے۔ بڑا ہی نامناسب ہے کہ غیر معصوم انسانوں کے بنائے ہوئے اصول تو دین کا اساس قرار پائیں اور سنت جو فی الحقیقت وحی اور دین کی بنیاد ہے وہ ان مصنوعی اصول کے سامنے یتیم اور لاوارث قرار پائے اور سنت سے ایسا سلوک وہ لوگ کریں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔

حدیث کی صحت:

حدیث کی صحت یا ضعف کا مسئلہ اس وقت خارج از بحث ہے اس لیے کہ ان اصول کی حکومت کے سامنے حدیث صحیح ہو یا ضعیف بے بس ہے۔ ویسے تو ہمیں بتایا گیا ہے کہ حدیث ضعیف بھی ہو تو وہ قیاس سے مقدم ہے اور اس کے لیے اصول فقہ کے ذخائر میں حدیث قہقہہ کے انداز کی شاید ایک دو مثالیں بھی مل جائیں۔ دراصل حضرات فقہائے عراق خصوصاً اتباع قاضی عیسیٰ بن ابان سنت سے ویسے ہی کچھ ناراض ہیں۔ وہ رائے کے دروازوں کو کھلا رکھنا چاہتے ہیں۔ سنت کے ابواب بند ہوتے ہیں تو ہو لیں۔ اس لیے حضرت شاہ ولی اللہ جیسا بیدار مغز، معاملہ فہم، دور اندیش، تجدیدی ذہن رکھنے والا آدمی پورے ماحول کی اس نامناسب کیفیت پر کیسے مطمئن ہو سکتا تھا۔

شاہ صاحب نے اصول فقہ کے ان نظریات پر اپنی تصانیف میں جا بجا تنقید فرمائی اور یہی تنقید اس وقت ان ذہین لوگوں کے سامنے بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے جو اہل حدیث یا سلفی کہلاتے ہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس تحریک کا قطعاً یہ مقصد نہیں کہ ائمہ کی مساعی بیکار رہیں یا ان ائمہ کے علوم سے استفادہ شرعاً ناجائز ہے۔ ان کے علوم اور اجتہادات پر تنقید زندگی کا کوئی اہم اور ضروری مشغلہ ہے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ ان کے اجتہادات اور جملہ مسائل کی حیثیت ایک علمی تحقیق یا مقدس محنت کی ہے ان کا مقام علوم نبوت کا مقام نہیں۔ جس طرح ان سے استفادہ اور ان کے سامنے انقیاد بشرط صحت درست ہے۔ کتاب و سنت کی روشنی میں ان پر تنقید بھی درست ہے اور ان سے صرف نظر بھی کیا جا سکتا ہے۔ تحقیق کی راہیں جس طرح ان کے لیے کھلی ہیں ان کے اتباع اور تلامذہ کو بھی اجازت ہے کہ علم و تفکر کی راہنمائی میں کتاب و سنت کی نصوص پر غور کریں اور مصالح وقت کے لحاظ سے ان پر عمل کریں۔ گو یہ تحقیق ان کی تحقیق سے مختلف بھی ہو جائے۔ تحقیق و نظر کے لیے علم اور خلوص نیت کے بعد ضروری نہیں کہ مصطلح اجتہاد اور اس کے مفروضہ علوم بھی زیر نظر ہوں۔ یہ اصطلاح زمانہ نبوت میں اس مفہوم سے موجود نہ تھی اور یہ علوم اجتہاد بھی زمانہ نبوت سے صدیوں بعد موجود ہوئے۔ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ نے بھی یہ تمام علوم نہ پڑھے بلکہ اس تحریک کا مقصد یہ ہے کہ اس مصنوعی جال سے ہر ایک کو شکار کرنے کی کوشش نہ کی جائے علم کو علم ہی کی راہ سے منوایا جائے اسے فتویٰ یا حکومت یا اکثریت کے دباؤ سے نہ منوایا جائے۔

ایک اور مثال:

قرآن عزیز میں ارشاد ہے فاقرءوا ما تیسر من القرآن۔ سورہ مزمل میں رات کی نماز کا ذکر فرماتے ہوئے حکم فرمایا کہ تہجد میں قرآن کا جو حصہ آسانی سے پڑھا جا سکے اسے ضرور پڑھو۔ احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ما تیسر سے مراد سورہ فاتحہ ہے جس طرح حدیث میں ما تیسر کا لفظ وارد ہوا ہے اسی طرح اس حدیث کے دوسرے طرق میں ما تیسر کی وضاحت ام القرآن سے کی گئی ہے گویا جو تذکرہ قرآن عزیز میں ما تیسر کے لفظ سے ہوا تھا۔ اسی کا دوسرا نام یا اس کی وضاحت ام القرآن سے فرمائی گئی ہے اس لیے آپ امام ہوں یا مقتدی یا منفرد آپ کو فاتحہ ضرور پڑھنی چاہیے۔

جزءہ القراءۃ بیہقی ص ۳-۴

فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ کا خیال ہے فاتحہ کا تعین درست نہیں چونکہ القرآن کا لفظ عام ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے مزید کسی تشریح کی ضرورت نہیں اس لیے فرض صرف قرآن ہوگا اور احادیث کی وضاحت قابلِ قبول نہ ہوگی۔

لیکن یہ پابندی قائم نہ رہ سکی فاقرءوا ما تیسر من القرآن میں قرأۃ کی مقدار کا تعین بقدر ایک آیت یا تین آیت قیاسی سے کیا گیا پھر فاقرءوا میں امام مقتدی منفرد سب شامل تھے۔ اسی سے مقتدی کو حدیث من کان له امام فقراءۃ الامام له قراءۃ تو دارقطنی اسے مستثنیٰ قرار دیا گیا حالانکہ یہ حدیث بھی باتفاق ائمہ ضعیف ہے اس کا کوئی طریق صحیح نہیں ثابت ہوسکا۔ اگر قرآن کے حکم سے مقتدی مستثنیٰ ہوسکتا ہے تو فاتحہ کا تعین بھی ہوسکتا تھا۔ اگر حدیث اپنے مسلک کی موید ہو تو اس سے قرآن کے مفہوم کی تعیین ہوسکتی ہے اگر وہ کسی دوسرے مسلک کے لیے مفید ہو تو اس سے قرآن عزیز کے احترام کو نقصان پہنچتا ہے۔ یہ طریق درست نہیں۔

ایک اور مثال:

فان طلقها فلا تحل له من بعد	تیسری طلاق کے بعد عورت پہلے خاوند
حتی تنکح زوجا غیرہ ۲۳۰	کے لیے حلال نہیں ہوسکتی جب تک کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔

آیت میں تنکح کا فاعل ضمیر مونث ہے جو عورت سے تعبیر ہے گویا نکاح ثانی کی ذمہ داری بلحاظ فاعل عورت پر رکھی گئی ہے جب تک وہ دوسرا نکاح نہ کرے تین طلقات کے بعد وہ پہلے خاوند کی طرف رجوع نہیں کرسکتی۔

فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ نے اسے خاص سمجھ کر اس سے حصر کا فایدہ اٹھایا ہے وہ فرماتے ہیں عورت نکاح کے معاملہ میں مختار ہے اسے ولی کی ضرورت نہیں بالغہ ہونے کی صورت میں وہ جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے ولی اسے پابند نہیں کرسکتا اور حدیث

ایما امرءۃ نکحت بغیر اذن ولیها	جو عورت ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے
فنکاحها باطل باطل باطل	اس کا نکاح باطل ہے۔

ترمذی صہ ۱۴۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث سے ولی کی ضرورت ظاہر ہوتی ہے۔ مگر آیت کے مقابل یہ حدیث قابل قبول نہیں آیت اس تشریح کی محتاج نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ نکاح کے انعقاد میں چار شخصیتوں کو دخل ہے۔ ناکح، منکوحہ، ولی، گواہ لیکن حصر کی کوئی دلیل نہیں۔ ان چاروں سے کوئی بھی دوسرے سے مستغنی نہیں کر سکتا اپنے فرائض کے لحاظ سے سب پر ذمہ داری عاید ہوتی ہے۔ اگر تنکح کی نسبت فاعلی کا اثر ولی پر پڑ سکتا ہے تو ناکح اور شاھدین پر بھی پڑنا چاہیئے۔ عورت کو اس استدلال کے مطابق نکاح میں مختار مطلق ہونا چاہیئے نہ خاوند کی رضا کی ضرورت ہو گی نہ گواہ کی۔

حالانکہ قرآن عزیز میں نکاح کا فاعل کئی جگہ مردوں کو قرار دیا گیا۔

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع ۴/۳

ولا تنکحوا ما نکح اباء کم من النساء ۴/۲۲

اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموھن ۳۳/۴۹

ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن ۲/۲۲۱

ولا جناح علیکم ان تنکحوھن اذا اتیتموھن اجورھن ۶۰/۱۰

وانکحوھن باذن اھلھن واتوھن اجورھن ۴/۲۵

ان تمام آیات میں نکاح کا فاعل مردوں کو قرار دیا گیا ہے۔ اگر فاعلیت سے حصر پر استدلال کیا جائے تو قرآن میں تعارض ہو گا کہیں عورت کو مختار مطلق بنایا گیا ہے کہیں مرد کو

نکاح میں دو گواہ معاملہ کے لحاظ سے بھی ضروری ہیں اور حدیث میں اس کی صراحت بھی موجود ہے حق تنکح زوجا غیرہ کی تخصیص حدیث شہادت پر بھی اثر انداز ہونی چاہیئے۔ یا پھر ولی پر بھی اثر انداز نہیں ہونا چاہیئے۔

پھر بالغہ کو تو اس آیت کی بنا پر مختار سمجھا گیا لیکن نابالغہ کو اس قدر بے بس کر دیا گیا کہ اس میں باپ اور دادا کی ولایت کو جبری قرار دیا اور اس بیچاری مسکینہ سے خیار بلوغ کا حق بھی چھین لیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا حالانکہ آیت میں بالغہ اور نابالغہ کی نہ تخصیص ہے نہ شرط۔ ایک اصل کی حمایت نے قرآن و سنت دونوں سے تعلق ڈھیلا کر دیا۔ اگر آیت میں عورت کو خصوصیت سے نکاح کا اختیار دیا گیا ہے تو نابالغہ کے استثناء کے لیے کونسی آیت آئی ہے۔ بلا وجہ ترجیح کے لیے کوئی معقول وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ صاحب فصول الحواشی بڑی متانت سے فرماتے ہیں

ونحن تركنا الخبر الواحد بمقابلة	ہم نے قرآن حکیم کے خاص حکم کے بالمقابل
الخاص من الكتاب ص ۲۶	خبر واحد (حدیث اشتراط ولی) کو چھوڑ دیا۔

اور نابالغہ کے متعلق پھر اسی خبر واحد سے استفادہ فرمالیا گیا اور مرد کے قبول کو بھی مان لیا گیا۔ حالانکہ آیت نکح میں مرد کی قبولیت کا بھی ذکر نہیں۔ اسی طرح گواہوں کی ضرورت بھی مان لی گئی حالانکہ آیت میں شہود کا بھی کوئی تذکرہ نہ تھا۔ اس آیت کا مقصد گویا فقط ولی کی ضرورت کو توڑنا تھا اور بس۔ شاہ صاحب اس صورت حال پر کیسے مطمئن ہو سکتے تھے۔ جہاں اصول کا یہ حال ہو وہاں فروع تو بہر حال اس پر متفرع ہوں گی۔

ایک اور مثال

حرمت رضاع کے متعلق قرآن عزیز نے مطلقاً فرمایا

وامهاتكم اللاتي ارضعنكم	تمہاری رضاعی مائیں بھی تم پر حرام ہیں

احناف اور موالک فرماتے ہیں کہ ایک قطرہ بھی اگر کسی کا دودھ پی لیا گیا ہو تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔ قرآن عزیز نے رضاع میں کوئی مقدار معین نہیں فرمائی اس لیے حرمت کے لیے ایک گھونٹ پینا اور دو سال پینا برابر ہے۔ ائمہ حدیث اور شوافع کا خیال ہے کہ حدیث میں خمس رضعات موجود ہے اگر اس سے کم دودھ پیا جائے تو حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ امام احمد کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ احناف فرماتے ہیں کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اس سے قرآن کی تخصیص نہیں ہو سکتی اس لیے حدیث سے صرف نظر کیا جائے گا اور قلیل وکثیر رضاع سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔ حالانکہ صورت اس طرح نہیں۔ اولاً یہاں تخصیص کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ قرآن عزیز کے اطلاق کے ساتھ قید لگائی گئی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید میں جو چیز مطلقاً مذکور ہے حدیث نے خمس وغنمات سے اسے مقید فرما دیا۔

رہا خبر واحد کا مظنون ہونا تو یہ بھی کامیاب علت نہیں۔ خود فقہاء حنفیہ نے قرآن عزیز کی تخصیص کئی مقام پر فرمائی ہے۔ فرضیت جمعہ کے لیے علی العموم سورہ جمعہ کی آیت سے استدلال فرمایا گیا ہے یا ایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع

غلام، مسافر، عورت وغیرہ کا استثناء خبر واحد ہی سے عمل میں آیا ہے

مکروہات کو جمعہ سے مستثنیٰ کرنے کے لیے مرفوع روایت بھی میسر نہیں آسکی۔ وہاں صرف حضرت علی کے اثر سے ہی قرآن عزیز کی تخصیص کا کام لے لیا گیا ع

دراز دستی ایں کوتاہ آستیناں بین

شاہ صاحب سمجھتے تھے کہ ایسے ہی اصول جن کی ساخت کے ساتھ ان کی شکست کی بنیاد بھی رکھ دی گئی ہو دین کی بنیاد اور اجتہاد اور تفقہ کی اساس نہیں قرار پا سکتے اور حضرات ائمہ اصول اور فقہاء حنفیہ آیت کے اس احترام کو بھی قایم نہ رکھ سکے۔

معلوم ہے کہ آیت میں رضاع کی وجہ سے صرف ماں کی حرمت کا ذکر ہے نص قرآن میں کسی دوسرے رشتہ کا ذکر نہیں لیکن حدیث شریف میں حضرت علی سے مروی ہے:

ان اللہ حرم من الرضاع ما حرم من النسب ترمذی ص ۱۹۷ ج ۲ | جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہیں رضاع کی وجہ سے بھی حرام ہوں گے۔

اس مقام پر آیت کی وضاحت میں مزید وسعت حدیث سے ہوئی۔ یہ زیادت خبر واحد کی بنا پر ہی کی گئی ہے۔

اسی طرح آیت میں مدت رضاع کا کوئی ذکر نہیں کس عمر میں دودھ پیا جائے تو وہ حرمت میں مؤثر ہوگا۔ آیت اس میں خاموش ہے لیکن جمہور ائمہ کے نزدیک وہی رضاع مؤثر ہوگی جو بچے کی غذا بنے۔ حدیث شریف میں ام سلمہ سے مروی ہے:

لا یحرم من الرضاع الا ما فتق | رضاع وہی موثر ہوگی جو دو سال سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الا معا او کان قبل الفطام ۔ ھذا حدیث پہلے ہو اور رگوں کی غذا بنے ۔

حسن صحیح ۔ ترمذی مع تحفہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۱

دو سال کے بعد رضاعت کا کوئی اثر نہیں مدت رضاع کا تذکرہ قرآن میں نہیں یہ صراحت سنت میں ہے۔ جو قاعدہ تعلیمی وضعات کے متعلق بنایا گیا تھا۔ مدت رضاع اور باقی رضاعی رشتوں کی حرمت کے سلسلہ میں اسے توڑ دیا گیا۔ ماحول کتنا ہی مخدوش کیوں نہ ہو شاہ صاحب ایسے اصول پر کیسے مطمئن ہو سکتے تھے۔

اہل حدیث بھی ان علوم کو پڑھتے ہیں لیکن وہ سنت کے بالمقابل کسی اصل کو قابل قبول نہیں سمجھتے جہاں قرآن اور سنت کسی امر کی صراحت کر دے وہاں کوئی اصل قبول نہیں کیا جا سکتا۔

اگر اصول فقہ کو طالب علمی کی سراحت سے پڑھا جائے تو واقعی اس کی گرفت سخت ہوتی ہے اگر ذرا گہرائی سے دیکھا جائے تو یہ اصول اس قدر وزنی نہیں رہتے۔ شاہ صاحب ایسے اصول کیسے قبول فرما سکتے ہیں اسی لیے انہوں نے بڑی جرأت سے فرمایا کہ مجھے فقہاء محدثین کی راہ پسند ہے اور یہی نصیحت انہوں نے اپنے تلامذہ اور اپنے متعلقین کو فرمائی۔

محدثین کی روش

البتہ محدثین اور فقہاء عراق میں اتنا فرق تھا کہ وہ نصوص کی موجودگی میں قیاس کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے تھے۔ گو استنباط اور اجتہاد کے اصول اس کے ظاہر الفاظ کے خلاف فیصلہ کا تقاضہ کریں۔ فقہاء عراق رحمہم اللہ کا خیال ہے اصول نظر انداز نہیں ہوں گے۔ چنانچہ اگر شراب کا سرکہ بنا لیا جائے تو یہ حلال ہی ہو گا۔ اور ایسا کرنا درست بھی ہو گا۔ کیونکہ جب کسی چیز کی صورت ہی بدل جائے تو اس کا حکم بھی بدل جاتا ہے۔ لیکن محدثین کا خیال ہے کہ سرکہ بنانا درست نہیں، اور اگر کوئی سرکہ بنا بھی لے تو حرمت بدستور قائم رہے گی۔ اس لیے اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ حدیث میں شراب سے سرکہ بنانے کی صراحتہً ممانعت آئی ہے۔

مال مسروق کی صورت اگر بدل جائے۔ مثلاً غلہ اگر پیس دیا جائے۔ یا جانور ذبح کر کے اس کا گوشت بنا دیا جائے تو فقہاء کرام کے نزدیک چور کے تمام تصرفات مالکانہ ہوں گے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہاء حدیث ان ظاہری تبدیلیوں کے باوجود سارق کے مالکانہ حقوق کو نہ تسلیم فرماتے ہیں نہ اسے مزید تصرفات کی اجازت دیتے ہیں۔

ان کا خیال ہے کہ اس مال میں گو بظاہر تبدیلی آ گئی ہے لیکن چور بدستور چور رہے جب تک وصف موضوع معلوم اور ثابت ہے تاویلات اور مفاد پر چور کو مالک نہیں کہہ سکتے۔

نص السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما کا مقصد یہ ہے کہ جب تک سارق ہے مال مسروق ہے اس کی خرید و فروخت جس طرح اس کی اصل صورت میں ممنوع ہے اسی طرح تبدیل شدہ صورت میں بھی اس میں تصرف شرعاً درست نہیں بشرطیکہ سرقہ کا علم ہو۔

میرا یہ مطلب نہیں کہ فقہاء عراق کے پاس اپنے مسلک کی حمایت کے لیے کوئی دلیل نہیں۔ انہوں نے ان مسائل کو درست ثابت کرنے کے لیے بڑے دلایل اور نظر و فکر کی گہرائیوں سے کام لیا ہے لیکن محدثین کا انداز فکر چونکہ بالکل مختلف ہے اس لیے وہ ان نکتہ نوازیوں پر مطمئن نہیں ہو سکے۔ وہ بدستور ان مسائل کو ظاہر سنت کے خلاف سمجھتے رہے۔ ان نکتہ آفرینیوں کو رائے سے تعبیر کرتے رہے اور اہل الرائے کے دلایل حدیث و سنت کے مقابلہ میں ان کی تسلی نہ کر سکے۔ فقہاء نے اپنے اصول کی حمایت کے لیے احادیث کو نظر انداز کر دیا ہو۔ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو ضعاف اور موقوفات کو قبول کر لیا۔

فقہ الحدیث کے اصول

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ائمہ حدیث کی فقہ یا فقہ الحدیث کے بنیادی اصول مندرجہ ذیل ذکر فرمائے ہیں:۔

(۱) جب قرآن میں کوئی حکم صراحۃً موجود ہو۔ تو اہل حدیث کے نزدیک کسی دوسری چیز کی طرف توجہ کی ضرورت نہیں۔

(۲) اگر قرآن میں تاویل کی گنجایش ہو، مختلف مطالب کا احتمال ہو تو سنت کا فیصلہ ناطق ہوگا۔ قرآن کا وہی مفہوم درست ہوگا جس کی تائید سنت سے ہوتی ہو۔

(۳) اگر قرآن کسی حکم کے متعلق بالکل ہی خاموش ہو تو عمل سنت پر ہوگا۔ وہ سنت فقہاء میں متعارف اور معلوم ہو یا کسی شہر کے ساتھ مخصوص یا کوئی خاص خاندان اسے روایت کرے کسی نے اس پر عمل کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ ائمہ حدیث اسے قابل استناد سمجھیں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴) جب کسی مسئلہ میں حدیث مل جائے تو کسی مجتہد اور امام کی پرواہ نہ کی جائے گی اور نہ کوئی اثر قابل قبول

(۵) جب پوری کوشش کے باوجود حدیث نہ ملے تو صحابہ اور تابعین کے ارشادات پر عمل کیا جائے گا۔ اور اس میں کسی قوم اور شہر کی قید یا تخصیص نہیں ہوگی۔

(۶) اگر جمہور فقہاء اور خلفاء متفق ہو جائیں تو اسے کافی سمجھا جائے گا۔

(۷) اگر فقہاء میں اختلاف ہو تو زیادہ متقی اور ضابط کی حدیث قبول کی جائے گی، یا پھر جو روایت زیادہ مشہور ہو اسے لیا جائے گا۔

(۸) اگر علم و فضل، ورع و تقویٰ، اور حفظ و ضبط میں سب برابر ہیں تو اس مسئلہ میں متعدد اقوال تصور ہوں گے جس پر جی چاہے عمل کرے اس میں کوئی حرج نہیں۔ نہ اس میں کوئی تنگی پیدا کیا جائے۔

(۹) اگر اس میں بھی تسکین بخش کامیابی نہ ہو تو قرآن و سنت کے عمومات اقتضاء اور اشارات پر غور کیا جائے گا۔ اور مسئلہ زیر بحث کے نظائر کے حکم کو دیکھا جائے گا اور حکم استخراج کیا جائے گا۔ اصول فقہ کے مروجہ قواعد پر اعتماد نہ کیا جائے گا۔ بلکہ طمانیت قلب اور ضمیر کے سکون پر اعتماد کیا جائے گا جس طرح متواتر روایات میں اصل چیز راویوں کی کثرت نہیں بلکہ اصل شئے دل کا اطمینان اور سکون ہے۔

یہ نو (۹) اصول پہلے بزرگوں (صحابہ و تابعین) کے طریق کار سے ماخوذ ہیں (حجۃ اللہ البالغہ ص۱۴۹ جلد ۱)

اس وقت تحریک اہل حدیث

ابتدائی چار سو سال تک تقلید شخصی اور جمود کم تھا بلکہ پہلی صدی میں آج کی مروجہ تقلید کا رواج ہی نہیں تھا۔ اور آخر صدی میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما پیدا ہوئے تھے۔ پھر بتدریج ائمہ کے مسالک کا رواج ہوتا گیا۔ اس وقت کے اہل حدیث علماء کے سامنے اہم مسئلہ یہ تھا کہ:۔

(۱) لوگ قرآن عزیز اور سنت مطہرہ کی پابندی کریں۔

(۲) اور ان کے سمجھنے میں اگر مشکل پیش آئے تو صحابہ اور تابعین کی روشنی پر اسے سمجھا جائے۔ فہم میں نہ جمود اور تقلید پیدا ہو نہ آزادی اور آوارگی راہ پائے۔ بلکہ صحابہ کرام کے زمانہ اور ان کے فتووں میں وقت کے مصالح کی بنا پر وسعت قائم رہے۔ علماء کے فتووں کو قرآن اور سنت کا قائم مقام نہ سمجھا جائے۔

حسن بن بشر معافیٰ سے نقل فرماتے ہیں اور معافیٰ امام اوزاعی سے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال کتب عمر بن عبد العزیز لا رای

لاحد فی کتاب اللہ وانما رأی الائمۃ فیما	کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے ہوتے
لم ینزل فیہ کتاب ولم تمض بہ	ہوئے کسی شخص کی رائے کو کوئی اہمیت
سنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ	حاصل نہیں۔ ائمہ کی آراء اسی وقت قابل توجہ
وسلم ولا رای لاحد فی سنۃ سنہا	ہیں جب نہ کتاب اللہ ہو نہ سنت رسول اللہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سنن دارمی)	صلے اللہ علیہ وسلم۔

ایک دوسرا اثر ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے خطبہ دیا:

"اے لوگو! اللہ تعالے نے آنحضرت کے بعد کوئی پیغمبر نہیں بھیجا۔ اور قرآن کے بعد کوئی کتاب نازل نہیں فرمائی۔ آنحضرت کی زبان سے جو حلال ہے وہی حلال ہے اور جو آپ نے حرام ٹھیرا دیا وہی حرام ہے۔ یہ حکم تا قیامت ہے۔ میں خود قاضی نہیں، بلکہ آنحضرت کے فیصلوں کو نافذ اور جاری کرتا ہوں۔ میں پہلوں کا متبع ہوں۔ میں خود کچھ نئی چیز پیدا نہیں کرنا چاہتا۔ میں تم سے بہتر نہیں ہوں لیکن مجھ پر تم سے ذمہ داری اور بوجھ زیادہ ہے۔ اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت ضروری نہیں۔ کیا میں نے سنا دیا۔" (دارمی حوالہ مذکور)

ان آثار سے اس وقت کی ذہنی حالت کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت علماء کے ذہن پر کیا خطرات مسلط ہیں۔ اتباع سلف پر اعتماد کے ساتھ جامد پابندی اور آوارگی دونوں سے بچنا چاہتے ہیں۔ بدعت سے بھی پرہیز پیش نظر ہے اور اپنی حاکمانہ حیثیت سے بھی کوئی حکم منوانا پسند نہیں فرماتے۔ پوری توجہ اس طرف ہے کہ بدعت اور آوارگی نہ آنے پائے اور صداقت کی اشاعت جبر سے نہ ہو بلکہ ضمیر کی آواز اور محض اللہ کے لیے ہو۔

سنن دارمی کے ابتدائی ابواب پر غور فرمایئے

باب اجتناب اھل الاھواء والبدع والخصومۃ

باب اجتناب الاھواء فضل العلم والعلماء

باب التوبیخ لمن یطلب العلم لغیر اللہ

ان تمام ابواب اور سلف اہل علم کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتاب وسنت کے بعد ائمہ سلف کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریق کی پابندی ضروری سمجھتے ہیں شخصی آراء و افکار اور تقلید جامد سے اذہان کو ہر قیمت پر آزاد رکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن اہل بدعت کی سی ذہنی آوارگی کسی قیمت پر بھی پسند نہیں کرتے۔

اس وقت کے علماء اہل حدیث کے سامنے چند کام ہیں۔ احادیث نبوی کا حفظ اور ضبط، احادیث میں تفقہ اور استنباط۔ بدعات اعتقادیہ اور عملیہ سے کلیتہً پرہیز۔

شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ سے ائمہ حدیث کے مذہب کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا

"علمائے محدثین یک مذہب از مذاہب مجتہدین نمے باشند بس بعضے اعمال ایشان مطابق کتب فقہ مے باشند و بعضے دیگر مطابق کتب دیگر" اھ (فتاویٰ عزیزی ص۱۱۱ جلد ۲)

"ائمہ حدیث مروجہ مذاہب کے پابند نہیں ہوتے۔ فقہاء عراق باقی علمی مآخذ سے برابر استفادہ فرماتے ہیں" اھ

شاہ صاحب کے ارشاد سے واضح ہے کہ یہ ایک مستقل مکتب فکر ہے جس میں پابندی اور جمود نہیں۔

فتنہ اعتزال

جب عجمی اہل اسلام سے متاثر ہوئے، اسلام کی سادگی نے جہاں انہیں کافی حد تک اپنی تربیت میں لے لیا، وہاں ان لوگوں نے بھی اسلام کو متاثر کیا۔ یونانی علوم اور فلسفی نظریات اسلام کے بعض بنیادی عقائد سے ٹکرائے۔ صفاتِ باری کی حقیقت کیا ہے؟ باری تعالیٰ کے انصاف کی کیفیت کیا ہے؟ صفات عین ذات ہیں؟ یا غیر ذات؟ حادث اور قدیم کے درمیان ربط کی کیا صورت ہے؟ بیسیوں مسائل و مباحث سطح ذہن و فکر پر ابھر آئے۔

یہیں سے اعتقادی بدعات کا آغاز ہوا۔ علمائے سنت کو یونانی اسلحے سے مسلح ہو کر ان مباحث کو حل کرنا پڑا۔ بدعات کے شیوع نے ایک دفعہ اہل علم کو حیرت میں ڈال دیا۔ امام احمد، علامہ عبدالعزیز کنانی وغیرہ نے اس وقت بڑی جرأت اور ثابت قدمی سے کام لیا۔ مامون رشید، واثق باللہ، معتصم باللہ، عمائد حکومت ان خیالات سے متاثر تھے۔ اس وقت ائمہ حدیث بے انتہا مشکلات میں مبتلا ہوئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ انداز فکر تقریباً آٹھویں صدی تک چلتا رہا۔ یونانی فلسفہ سے ائمہ حدیث نے خم ٹھونک کر مقابلہ کیا۔ اس دور کی فرقہ پرستی کے لیے ابن حزم کی الفصل اور شہرستانی کی الملل والنحل، علامہ ابو طاہر عبدالقادر بغدادی (۴۲۹ ھ) کی الفرق بین الفرق المواعظ والاعتبار للمقریزی صفحہ ۱۶۱ تا ۱۸۰ ملاحظہ فرمایئے۔

اسلام میں بدعی فرقوں کی کس قدر گرم بازاری رہی۔ آٹھویں صدی میں معلوم ہوتا ہے۔ علمائے سنت نے یونانی فلسفہ کو فاش شکست دے دی۔ یونانی نظریات کا تار پود بکھیر کر رکھ دیا۔ علمائے حدیث نے انہی کی زبان میں ان سے گفتگو کر کے انہیں یقین دلایا کہ وہ غلطی پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے متعلق ان کی معلومات سطحی ہیں۔ اور اسلامی عقاید پر ان کے اعتراضات کی حیثیت تلبیس نفس سے زیادہ نہیں۔

حضرات متکلمین

عقاید کی اس دیرپا اور صبر آزما جنگ میں کچھ لوگ مخالفت کے باوجود فلاسفہ سے متاثر ہوئے۔ بعض نصوص میں انہوں نے تاویل کی۔ اسلامی نصوص کے لیے ایسے محامل تلاش کیے۔ جو مسلک تفویض سے مختلف اور جدا تھے۔ لیکن ائمہ سلف اور ائمہ اربعہ کا تقریباً اجتماعی عقیدہ تفویض تھا۔ احناف نے عموماً عقاید میں ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی کی راہ اختیار کی۔ شوافع کا زیادہ رجحان اشعریت کی طرف ہو گیا۔ ائمہ حدیث اور حنابلہ اپنی پرانی راہ پر قایم رہے۔ تاویل سے بچ کر انہوں نے امام احمد اور باقی ائمہ حدیث کی روش کو نظر سے اوجھل نہیں ہونے دیا بلکہ اس سادگی کو قائم رکھا جس کا دوسرا نام تفویض تھا۔ اور عقاید میں ائمہ اربعہ متفق ہیں۔

تقلید کی تین راہیں

یہ عجیب اتفاق ہے کہ چوتھی صدی کے قریب فقہی فروع میں تلفیق اور اتباع ہوا سے بچنے کے لیے اس دور کے عقلاء نے ائمہ اربعہ کی تقلید اختیار کر لی۔ اجتہاد کو بند کرنے کا فیصلہ کیا۔ صحابہ و تابعین کے زمانہ میں جس قدر وسعت تھی تقلید شخصی اور ذہنی جمود سے اسے روک دیا گیا۔ لوگوں کو خواہ مخواہ مجبور کیا گیا کہ وہ چار ائمہ سے کسی نہ کسی کی تقلید ضرور کریں۔ گو یہ شرعاً واجب نہیں مگر ضرورتاً اسے کالواجب سمجھنا چاہیئے۔

تھوڑی دور آگے بڑھ کر عقاید کے اختلافات میں امام ابو حنیفہ رح امام مالک رح اور امام شافعی کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر اشعری اور ماتریدی کو دے دی گئی۔ یہ حضرات عقاید میں الگ ائمہ قرار پائے۔ گویا فقہی فروع میں الگ امام، عقاید میں اور امام۔ پھر اس سے آگے بڑھ کر جب تصوف میں اتفاقی دور آیا۔ اسلامی زہد و ورع یا احسان میں جب بدعات شامل ہونے لگیں اور خانقاہی نظام نے پیشہ اور دکانداری کی صورت اختیار کر لی تو اس وقت کے دانشوروں نے چند امام یا فرقے انتخاب کر لیے یعنی حنفی اور شافعی۔ مالکی اور حنبلی تصوف نقشبندی، قادری، سہروردی اور چشتی وغیرہ ہو گئے۔ گویا تین مختلف محاذوں پر ائمہ کے متبعین نے اپنے امام بدل لئے۔ یوں سمجھئے کہ امام ابوحنیفہ رح اور ان کے باقی رفقاء کی امامت فروع تک محدود ہو گئی۔ وہ تصوف اور عقاید میں امام و مقتدی نہیں بن سکتے۔ ہمارے ملک میں احناف کی بریلوی قسم عموماً قادری ہیں۔ حالانکہ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ فروع میں حنبلی تھے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف میں دس فرقوں کا ذکر فرمایا ہے۔

اہلحدیث کی روش

ان تمام مقامات میں بحمد اللہ اہل حدیث کی روش ایک جیسی رہی۔ وہ فروع عقاید اور تصوف میں صحابہ کی اتباع کرتے رہے۔ اور خانقاہی نظام کی بدعات سے اسی طرح نفرت کی جس طرح فروع میں جامد تقلید اور عقاید میں بے دینی کی بدعات سے انہیں نفرت تھی ذالك فضل الله يعطيه من يشاء۔ ان تمام مراحل میں ائمہ سلف کی اتباع کرتے اور وقت کی ہر بدعت سے برسر پیکار رہے ؎

اهل الحديث هموا اهل النبي

وان لم تصحبوا نفسه انفاسه صحبوا

یہی حال تقریباً حنابلہ کا رہا وہ اشعریت اور ماتریدیت سے بہت کم متاثر ہوئے۔ اہل حدیث نے کتاب و سنت کے فہم میں کسی فرد کی امامت کی بجائے ائمہ سلف اور صحابہ کو اپنا امام تصور کیا اور فروع و عقاید و احسان اور تصوف میں ان بزرگوں کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اور نہ شخصی آراء و افکار کو ائمہ سلف اور صحابہ کا بدل سمجھا۔ دراصل فتنوں کے دور عروج میں آزادی اور پابندی جمود اور آوارگی کے بین بین یہی صحیح حل تھا جسے ائمہ حدیث نے تلاش فرمایا۔ اور عملاً صدیوں اس پر کاربند رہ کر آوارگیٔ ذہن اور جمود کا مقابلہ کیا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) کی مجاہدانہ کوششیں صفحاتِ تاریخ کی رونق ہیں۔ انہوں نے جہاں اعتزال اور تجہم کو دفن کیا اور ان کے تابوت میں آخری میخ ٹھونکی وہاں رفاعی فرقہ کے فقیروں کے

www.KitaboSunnat.com

آگ میں کودنے کا چیلنج قبول فرما کر بدعی تصوف کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔ وحسبہ قلبہا تو الھمہا رحمہ رحمۃ واسعۃ۔

یہ جرأت مندانہ جہاد اس وقت عمل میں آیا جبکہ ارباب تقلید و جمود کی اکثریت بدعات میں مبتلا ہو چکی تھی، بلکہ ان حضرات نے اصلاح کے پروگرام کی قدم قدم پر مخالفت کی۔ شیخ الاسلام کا یہ ارشاد کس قدر جاندار ہے

اھل الحدیث فی الفرق کالاسلام فی الملل (رد المنطق)

منہاج، مسنہ، کتاب العقل والنقل اور رسالہ رد المنطق اس موضوع پر انتہائی مفید معلومات سے بھرپور ہیں۔ شیخ الاسلام کی کتاب الرد علی المنطقیین میں اس قدر شگفتگی نہیں جس قدر رد المنطق میں ہے۔ اس مختصر رسالہ میں شیخ الاسلام نے مسلک اھل حدیث کی حمایت اور ترجیح میں بڑی وسعت سے کام لیا ہے۔ شاید یہ بسط شیخ کی کسی دوسری کتاب میں نہ ملے۔ اس کتاب سے شیخ الاسلام کی روشن خیالی اور وسعت ظرف کا اندازہ ہوتا ہے۔

یونانی فلسفہ کی پسپائی

شیخ الاسلام اور ان کے رفقاء عالی مقام نے یونانی فلسفہ کی صرف مخالفت ہی نہیں فرمائی، بلکہ اس پر اس قدر بھرپور وار کئے کہ علماء کے علاوہ عوام میں بھی یونانی علوم اور یونانی نظریات کی کوئی علمی آبرو نہ رہی بلکہ ان کی جند ما ھنالک مھزوم من الاحزاب کی سی کیفیت ہو گئی۔ اور صدیوں کی اعتقادی پابندیاں جو اس دور کی تقلید پر ورد تھیں تقریباً ختم ہو گئیں۔ اعتزال اور تجہم کے پیدا کئے ہوئے فرقے ایک ایک کر کے تاریخ کے اوراق میں دفن ہو گئے۔ مذاہب و ملل اور ردود مناظرات کی کتابوں کے سوا یہ فرقے عملاً ختم ہو گئے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے تجدیدی کارناموں میں یہ اہم کارنامہ اور ائمہ حدیث کی مساعی حسنہ خدمات میں یہ سب سے عظیم الشان خدمت ہے۔

اللھم تقبل منھم کما تتقبل من عبادک الصالحین

شیخ الاسلام اور ان کے رفقاء یونانی جارحیت کے خلاف تو کامیاب ہو گئے لیکن تقلیدی جمود کے خلاف اس قدر کامیاب نہ ہو سکے جس قدر ضرورت اور حالات کا تقاضا تھا۔ بلکہ فقہی جمود تیز تر ہو گیا۔ ائمہ اربعہ کی حقانیت مسلمہ ہو جانے کے باوجود یہ چاروں حق پرور گروہ ایک دوسرے کے خلاف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برسرپیکار ہو گئے۔ ہر ایک نے یہی سمجھا کہ حق حقیقۃً ہمارے ہاں فروکش اور تشریف فرما ہے۔ باقی ائمہ کی صداقت صرف ایک ظن ہے حضرت علامہ علاؤالدین حصکفی درالمختار میں اشباہ والنظائر کے حوالہ سے فرماتے ہیں

وفیها اذا سئلنا عن مذهبنا ومذهب مخالفنا قلنا وجوباً مذهبنا صواب یحتمل الخطاء ومذهب مخالفنا خطاء یحتمل الصواب اذا سئلنا عن معتقدنا ومعتقد خصومنا قلنا وجوباً الحق ما نحن علیه والباطل ما علیه خصومنا. اھ

جب ہمیں اپنے اور اپنے مخالف کی بابت پوچھا جائے، تو ہم کہیں گے کہ ہم یقیناً حق پر ہیں احتمال ہے کہ ہمارا خیال غلط ہو جائے۔ ہمارا مخالف یقیناً خطا پر ہے ممکن ہے اس کا خیال درست ہو لیکن عقاید کے معاملہ میں ہم یقیناً حق پر ہیں اور ہمارے مخالف غلطی اور باطل پر ہیں۔

حالانکہ عقاید میں پورا استدلال تاویل کا ایک نظر فریب جال ہے۔

ائمہ اربعہ کو حق پر ماننے کے بعد فکر کا یہ انداز یقیناً مستحسن نہیں ہے۔ جب ائمہ اجتہاد کے متعلق معلوم ہے کہ وہ پیغمبر نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی کوششیں مخلصانہ ہیں۔ تو اس تنگ نظری سے کیا حاصل؟ لیکن تقلید وجمود کا یہ لازمی نتیجہ ہے۔ شخصی محبت میں افراط کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مخالف کے متعلق تفریط کرے۔ اس کے محاسن کو بھی عیب کی نظر سے دیکھے۔ تقلید وجمود میں یہ بڑی ہی عیب ناک چیز ہے۔ اس میں عصبیت اور سوءِ ادب سے بچنا سخت مشکل ہے۔ تعجب ہے کہ یہ حضرات خود ازبس بے ادب ہیں لیکن الزام دوسروں کو دیتے ہیں۔

امام شافعی کے متعلق عجیب روش

حضرت امام شافعی کی ذہانت اور علمی رفعت کی بنا پر کوشش فرمائی گئی کہ انہیں اپنا شاگرد ظاہر کیا جائے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ علم امانت ہے جہاں سے ملے لے لینا چاہیے۔ امام شافعی نے یقیناً اپنے وقت کے اکابر سے علم حاصل کیا۔ فقہ اور حدیث دونوں اپنے وقت کے کامل اساتذہ سے سیکھے۔ چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی ذکر فرماتے ہیں کہ امام شافعی امام محمد کے تلامذہ سے تھے۔

ومن تلامذته الشافعی رضی الله عنه وتزوج بام الشافعی وفوض الیه کتبه

امام شافعی امام محمد کے شاگرد تھے۔ امام محمد نے امام شافعی کی والدہ سے نکاح کیا اور اپنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وماله فبسببه صار الشافعی فقیهاً (در المختار برحاشیہ رد المحتار ج ۱ صـ۵۲)

کتابیں اور اپنا مال امام شافعی کو دے دیا۔ اسی لیے امام شافعی فقیہ بن گئے۔

لیکن امام محمد کی فقہ سے ہمیشہ برسرپیکار رہے۔

پھر امام شافعی کا اقرار ذکر فرماتے ہیں۔

واللہ ما صرت فقیہا الا بکتب محمد بن الحسن (کتاب مذکور صـ۵۳)

میں صرف امام محمد کی کتابوں سے فقیہ بنا

ذہبی نے بھی ذکر کیا ہے

وکتب عن محمد بن الحسن الفقیہ وقر بختی اھ (تذکرۃ الحفاظ ص ۳۲۹ ج ۱)

امام محمد فقیہ سے امام شافعی نے اونٹ کا بوجھ نقل فرمایا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا امام محمد سے استفادہ فرمانا کوئی عیب کی بات نہیں۔ امام محمد تو اکابر ائمہ سنت سے ہیں۔ ائمہ حدیث علم کے معاملہ میں اس قدر وسیع النظرت تھے کہ تنقید اور تنقیح کے بعد وہ اہل بدعت سے بھی تحصیلِ علم میں کوئی عیب نہیں سمجھتے تھے۔ مستند کتب حدیث میں ان لوگوں سے احادیث مروی ہیں جن کو ائمہ حدیث دین کے لحاظ سے پسند نہیں فرماتے تھے اس لیے امام محمد سے تلمذ ائمہ سنت کی خوبی ہے

امام شافعی ایسے شاگرد تھے جن کی مناظرانہ استعداد سے امام محمد کئی دفعہ خاموش ہو جاتے۔ چنانچہ اخبار آحاد کی حجیت، شاہد اور یمین کے ساتھ فیصلہ "لاوصیت لوارث" وغیرہ مسائل پر امام شافعی نے مسکت گفتگو فرمائی رحمۃ اللہ

اہل علم میں تعلیم و تعلم اور بحث و نظر میں کوئی حرج نہیں۔ یہ امام شافعی اور امام محمد دونوں کے لیے باعث فضیلت ہے ایسے شاگرد پر جس قدر فخر کیا جائے بجا ہے ؛

امام شافعی کی تنقیص

ایک طرف تو امام شافعی کی شاگردی پر فخر ہے دوسری طرف جب امام شافعی نے فقہائے عراق کے بعض

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسائل پر تنقید فرمائی تو حضرت امام شافعی پر اعتراضات شروع ہو گئے اور جاہل تک کہہ دیا گیا۔ اصول بزدوی اور اس کی شرح کشف الاسرار سے لے کر اصول شاشی تک ہر بزرگ کو دیکھئے امام شافعی کی اجتہادی مسائل کو جہالت سے تعبیر کیا ہے۔ بعض نے امام شافعیؒ کا صراحت سے نام لیا ہے۔ بعض نے مسائل کا ذکر کر کے انہیں جہالت سے یاد فرمایا ہے۔

وکذالک جهل من خالف فی اجتهاده	اسی طرح ائمہ فقہ اور مجتہدین کی جہالت بھی عنداللہ
الکتاب والسنة من علماء الشریعة وائمة	عذر نہیں ہو سکتی جس میں کتاب اللہ اور سنت
الفقه او عمل بالغریب من السنة علی خلاف	مشہورہ کی مخالفت کی ہے یا کسی غریب حدیث
الکتاب والسنة المشهورة فمردود	پر عمل کیا ہے یہ جہالت مردود اور باطل ہوگی۔
باطل لیس بعذر اصلا مثل الفتوی	جیسے ام ولد کی بیع کا فتویٰ یا قسامہ میں قصاص
ببیع امهات الاولاد ومثل القول فی	کا فتویٰ۔ یا جس جانور پر بوقت ذبح عمداً اللہ
القصاص فی القسامة ومثل استباحة	کا نام نہ لیا گیا ہو اس کی حلت کا فتویٰ اور مدعی
متروك التسمیة عمدًا والقضاء بالشاهد	کی قسم اور ایک گواہ کی بنا پر مدعا علیہ کے خلاف
والیمین۔ اھ	ڈگری کی اجازت ' اھ

(۱) اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ امام داؤد ظاہری کا خیال ہے کہ ام ولد کی بیع درست ہے۔ یعنی اس لونڈی کی جس کے بطن اور اس کے مالک کی پشت سے اولاد ہو۔ جمہور ائمہ سید کی موت کے بعد اس کی بیع کو درست نہیں سمجھتے لیکن داؤد ظاہری بعض احادیث کی بنا پر اسے درست سمجھتے ہیں۔ یہ ان کی "جہالت" ہے۔

(۲) کسی محلہ میں میت پائی جائے۔ لیکن قاتل معلوم نہ ہو۔ امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام شافعی فرماتے ہیں۔ اگر اہل محلہ اور مقتول میں سابقہ دشمنی اور باہم خلش کا علم ہو تو قاضی مقتول کے ولی سے پچاس قسمیں لے کر قاتل کی تعیین کے بعد قصاص کی اجازت دے گا۔ احناف کرام اور حضرات ائمہ اصول کے نزدیک یہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کی "جہالت" ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

(۳) امام شافعی کا خیال ہے کہ اگر ذبیحہ پر بوقت ذبح جان بوجھ کر بھی خدا کا نام نہ لیا جائے لیکن ذبح کرنے والا مسلمان ہو تو گو یہ فعل درست نہیں لیکن ذبیحہ حلال ہے۔ ۔ ۔ احناف اسے امام شافعی کی "جہالت"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تعبیر فرماتے ہیں۔

دہم، اسی طرح اگر مدعی کے پاس دو گواہ نہ ہوں تو مدعی خود قسم کھائے اور ایک گواہ دے دے تو امام شافعی اجازت دیتے ہیں کہ قاضی اس صورت میں مدعی کو ڈگری دے دے۔ ائمہ حنفیہ کا خیال ہے کہ یہ امام شافعی کی "جہالت" ہے۔

مسائل میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ اور مجتہدین کو حق پہنچتا ہے کہ اپنی تحقیق کے مطابق فتویٰ دیں اتباع کو حق ہے کہ اپنے امام کی رائے کے مطابق عمل کریں۔ مگر تلخ اور ترش زبان تو بے حد نامناسب ہے۔ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے متعلق بھی ایسی زبان اختیار نہیں کرنی چاہیئے۔ چہ جائیکہ ائمہ اجتہاد کے متعلق یہ لب ولہجہ اختیار کیا جائے۔ پھر بھی بے ادب غیر مقلد ٹھہریں۔ کیا یہ تقلیدی جمود اور اس میں غلو کا نتیجہ نہیں؟

کشف الاسرار میں علامہ شیخ عبد العزیز (۷۳۰ھ) نے متن کی شرح فرماتے ہوئے ائمہ کے اسمار کا تذکرہ فرمایا ہے جن کے اجتہادات کو علامہ بزدوی نے جہالت سے تعبیر فرمایا ہے۔ لیکن اس تیز لب ولہجہ کے متعلق ایک حرف بھی نہیں فرمایا۔

حسامی نے تھوڑے سے اختصار کے ساتھ اصول بزدوی کے الفاظ نقل فرما دیئے ہیں۔ اور وہی اشکر جو بزدوی نے بیان فرمائی ہیں بطور توارث نقل کر دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب بزرگوں پر رحم فرمائے۔ یہ دور جمود کی بڑی تلخ اور ناپسندیدہ یادگار ہے اور بعض بزرگوں کے ساتھ محبت میں غلو کا نتیجہ۔

حسامی کے شارح عبد الحق حقانی رحمہ اللہ نے نامی میں دو لفظ فرمائے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں یہ زبان اور انداز پسند نہیں۔ فرماتے ہیں:

وکل واحد یجھل الاخر فیما خالفہ	ہر ایک اپنے مخالف کو جاہل اور سنت کے
ویقول انہ مخالف للسنۃ (نامی حسامی صفحہ ۱۲۱)	مخالف کہتا ہے

المنار میں ماتن نے صرف امہات اولاد کا ذکر کیا ہے۔ لیکن شارح ملا جیون نے اس مسئلہ میں پوری تفصیل کی ہے۔ امام شافعی اور امام داؤد ظاہری کا نام صراحۃً لیا ہے اور آخر میں فرماتے ہیں:

وقد نقلنا کل ھذا علی نحو ما قال	ہم نے یہ سب کچھ اس لیے نقل کیا ہے۔ کہ
اسلافنا وان کنا لم نجترء علیہ اھ (نور الانوار ص۲۹)	ہمارے پہلے بزرگوں نے ایسا ہی فرمایا ہے ورنہ
	ہم یہ جرأت نہ کرتے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گویا یہ تلخ بیانی یا غلط فوازی حضرات سلف کی اتباع میں ہو گی۔ ورنہ ملّا جیون خود اس کے لیے آمادہ نہ تھے۔ عذرِ گناہ، گناہ سے بھی عجیب رہا، یہ سب دورِ جمود و عصبیت کی نوازشیں ہیں۔ ورنہ نہ شافعی ایسے کمزور ہیں نہ ان کے اتباع اتنے کم سواد کہ صریح کتاب و سنت کے خلاف فتوے دیں۔ یہ معلوم ہے کہ متاخرین فقہاء حنفیہ اور ائمہ اصول سے ائمہ شوافع کی کتاب و سنت پر نظر زیادہ وسیع اور عمیق ہے۔ علماء حدیث کی تعداد شوافع میں کافی زیادہ ہے۔

یہ جمود و تقلید کے لوازم سے ہے۔ فرطِ محبت میں اپنے مخالف کے ساتھ تلخی اور بے ادبی بھی تزئینِ لباس ہے۔

اس دور کے علماء اہلِ حدیث نے اس جمود کے خلاف اپنا پورا زور لگایا۔ اس جمود اور اس کے مضر مسائل، اثرات اور طوفان خیز نتائج کا اندازہ حافظ ابن قیم کی کتاب "اعلام الموقعین" "زاد المعاد" "الطرق الحکمیہ" وغیرہ سے ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے تلمیذ اور قریب ترین اہلِ علم میں حافظ ذہبی (۷۴۸ھ) سابقہ بدعات کا تذکرہ ان الفاظ میں فرماتے ہوئے عباسی دور کی اعتقادی اور ملحدانہ یورش کا تذکرہ فرماتے ہیں

وفی ھذا الزمان ظھر بالبصرۃ	اس وقت بصرہ میں عمرو بن عبید اور واصل بن
عمرو بن عبید العابد و واصل بن	عطاء کا ظہور ہوا۔ وہ لوگوں کو اعتزال اور
عطاء الغزال ودعوا الناس الی الاعتزال	انکار تقدیر کی دعوت دینے لگے اور خراسان
والقدر وظھر بخراسان الجھم بن	میں جہم بن صفوان نے تعطیل صفات اور
صفوان ودعا الی تعطیل الرب عز و	خلق قرآن کی دعوت دی۔ اور خراسان ہی
جل وخلق القرآن وظھر بخراسان	میں مقاتل بن سلیمان مفسر نے صفات کی
فی قبالۃ مقاتل بن سلیمان المفسر	دعوت اس طرح دی جس سے تجسیم کا شبہ
وبالغ فی اثبات الصفات حتی جسّم	ہونے لگا
وقام علی ھولاء علماء التابعین و	علمائے سلف اور ائمہ تابعین نے ان کے
ائمۃ السلف وحذروا من بدعھم	خلاف دعوت دی اور ان کی بدعتوں سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وشرح الکبار فی تدوین السنن و تالیف الفروع وتصنیف العربیة ثم کثر ذلك فی ایام الرشید وکثرت التصانیف والفوا فی اللغات واخذ حفظ العلماء ینقص ودونت الکتب واتکلوا علیها وانما کان قبل ذلك علم الصحابة والتابعین فی الصدور فهی کانت خزائن العلم لهم رضی الله عنهم (تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۱۵۱)

لوگوں کو بڑھایا اور اکابر ائمہ حدیث سنت کی تدوین اور فروع کی تصنیف میں مشغول ہو گئے۔ عربی زبان کے علوم کی تدوین کثرت سے ہوئی۔ یہ ہارون رشید کے دور حکومت کی حالت ہے اسی زمانہ میں کتب لغت کی تالیف ہوئی اور علماء کا حفظ کم ہونے لگا اور کتابوں پر زیادہ اعتماد ہونے لگا۔ اس سے پہلے صحابہ اور تابعین کا علم سینوں میں تھا اور ان کے سینے علم کے خزانے تھے۔" اھ

یہ اعتقادی بدعات کا دور تھا اور ائمہ حدیث کی اس باب میں جو مساعی تھیں ان کا مختصر تذکرہ حافظ ذہبی نے فرمایا ہے۔ وہ اپنے وقت کے فقہاء اور ائمہ حدیث کا سلف کے اہل علم سے موازنہ فرماتے ہوئے تقلید و جمود کے اثرات کا تذکرہ دل گداز انداز سے فرماتے ہیں۔

ابو محمد فضل بن محمد (۲۰۲ھ) کے تذکرہ کے بعد فرماتے ہیں:

اس وقت کے قریب قریب ائمہ حدیث کی بڑی تعداد موجود تھی جن کا تذکرہ میں نے تاریخ میں کیا ہے۔ یہاں میں نے اس کا عشر عشیر بھی ذکر نہیں کیا۔ اسی طرح اس وقت ائمہ اہل الرائے اور فروع سے بھی کثیر جماعت تھی۔ اور شیعہ متکلمین اور معتزلہ سے بھی بڑے بڑے اساطین موجود تھے، جو معقول کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ اور اتباع سلف اور آثار نبویہ سے بے پرواہ تھے اور فقہاء میں تقلید نمایاں ہو چکی تھی اور اجتہادات میں تناقض ظاہر ہو چکا تھا۔ اللہ پاک ہے جس کے قبضہ میں خلق اور امر ہے۔

" اے شیخ! خدا کی قسم اپنے آپ پر رحم کرو اور انصاف کی نگاہ سے دیکھو۔ اور ان کی طرف غلط نگاہ مت ڈالو۔ اور ان کے نقائص کی تلاش مت کرو اور یہ مت خیال کرو کہ وہ آج کل کے محدثین کی طرح ہیں۔ حاشا وکلا میں نے جن ائمہ حدیث کا ذکر کیا ہے۔ وہ دین میں پوری بصیرت رکھتے تھے اور نجات کی راہ کو خوب سمجھتے تھے ہمارے زمانے کے بڑے بڑے محدث بھی علم و بصیرت میں ان کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگا نہیں کھا سکتے تھے۔

میں یقین رکھتا ہوں کہ تم اپنی ہوا پرستی کی وجہ سے اگر کھلے طور پر نہ کہہ سکے تو بزبان حال کہو گے کہ احمد بن حنبل کیا چیز ہے؟ ابن مدینی کون ہے۔ ابو داؤد اور ابو زرعہ کی کیا حقیقت ہے یہ صرف محدث ہیں انہیں فقہ کا پتہ ہی نہیں نہ وہ اصول سے واقف ہیں نہ انہیں معلوم ہے کہ رائے کیا چیز ہے۔ نہ وہ معانی اور بیان کے دقائق کو سمجھتے تھے۔ نہ وہ منطق کی باریکیوں کو جانتے تھے۔ نہ وہ اللہ تعالےٰ کی ہستی پر دلایل دے سکتے تھے۔ نہ فقہائے ملت میں ان کا کہیں تذکرہ پایا جاتا ہے۔ یا تو علم سے چپ رہو یا علم سے بات کرو۔ مفید علم وہی ہے جو ان حضرات سے منقول ہے۔ تمہارے فقیہ تو ہمارے آج کل کے محدثین کی طرح ہیں۔ نہ ہم کچھ چیز ہیں۔ نہ آپ ہی کچھ جانتے ہیں اور باب فضیلت کی قدر اہل فضل ہی جانتے ہیں۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اپنی کمزوری کا اعتراف کرتا ہے۔ جو کبر و غرور اور تنر پسندی سے گفتگو کرتا ہے۔ اس کا معاملہ خدا پر چھوڑ دو۔ اس کا انجام وبال ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے معافی و سلامتی چاہتے ہیں اھ (تذکرۃ الحفاظ ص۸ ذہبی ص۲)

حافظ ذہبی نے اپنے وقت کے اس مرض کو جس درد انگیز طریقہ سے بیان فرمایا اور جس ہمدردی سے ذکر کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ آٹھویں صدی ہی جمود اور شخصیت پرستی کس قدر بڑھ چکی ہے۔ اور حافظ ذہبی اس سے کس قدر خائف اور متاثر ہیں۔ اور اس کے عواقب اور نتائج سے ائمہ حدیث کی دور اندیش نظریں کس قدر آگاہ ہیں۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ اہل حدیث کے خلاف آٹھویں صدی ہجری میں بھی وہی اسلحہ استعمال ہوتے تھے جو اپنی زنگ آلود شکل میں آج استعمال ہو رہے ہیں۔ یہ فقیہ نہیں یہ عطار ہیں۔ اصول سے ناآشنا ہیں۔ منطق نہیں جانتے، عقلی دلایل سے بے خبر ہیں۔ علم کلام ان کے اذہان سے بالا ہے۔

یہ وہی زنگ آلود اور بوسیدہ اوزار ہیں جو فلاسفہ یونان نے متکلمین کے خلاف استعمال کیے تھے متکلمین نے فقہا کے خلاف استعمال کئے اور فقہاء کرام نے ائمہ حدیث کو ان معائب سے مطعون کیا اور اب حضرات ارباب تقلید ان لوگوں کے خلاف استعمال فرماتے ہیں جو اس وقت آزادئ فکر کے حامی ہیں۔ چاہتے ہیں کہ جب ائمہ مجتہدین حق پر ہیں تو ان سب کے اجتہادات کیوں قابل عمل نہ سمجھے جائیں ؟ چار کی تحدید اللہ تعالےٰ نے اور اس کے رسول نے نہیں فرمائی بعض اوقات حکومتوں نے اپنے مقاصد یا امن عامہ کی حفاظت کے لیے کی۔ اس کے لیے شرعاً اس کی کوئی سند نہیں پائی گئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر کسی شخص کو قرآن و سنت میں مناسب بصیرت نہ ہو تو وہ ائمہ اجتہاد کے علوم سے بلا تعیین استفادہ کرے جب سب مجتہدین حق پر ہیں تو شخص کو تقسیم کیوں نہ کیا جائے۔ تعیین شخص کا تقسیم کے سوا کوئی مطلب نہیں۔

بے شک تلفیق سے رد کا جائے اتباع ہوا سے منع کیا جائے لیکن ہر شخص کی نیت پر مسلط ہونے کی کوشش نہ کی جائے۔ مخفیات اور سرائر کو اللہ تعالیٰ عالم الغیب کے سپرد کیا جائے۔ یا پھر اس قوت کی تحویل پر اعتماد کیا جائے جو ملک کے نظم ونسق اور زمام ان کی ذمہ داری ہے لیکن انسانی اذہان و افکار، عقل و بصیرت اور نظر و اجتہاد پر تالے ڈالنے کی کوشش نہ کی جائے۔ یہ انسانیت پر ظلم بھی ہے اور اس کی توہین بھی اور علم و بصیرت کے ساتھ دشمنی کے مرادف بھی۔

حافظ ذہبی، حضرت عبداللہ بن مسعود کے مناقب، وسعت علم اور ان کے تفردات اور اختیارات کا ذکر فرماتے ہوئے اپنے دور کے شخصی جمود کا تذکرہ عجیب انداز سے فرماتے ہیں۔

"حضرت عبداللہ بن مسعود کی سیرت اگر لکھی جائے تو تقریباً نصف جلد اسی میں سما جائے وہ کبار صحابہ سے تھے۔ وہ نہایت وسیع العلم اور ہدایت کے امام تھے اس کے باوجود فروعی مسائل اور قرأت میں ان کے کچھ تفردات تھے، جو کتابوں میں موجود ہیں۔ اور ہر امام کی بعض باتیں لے لی جاتی ہیں اور بعض نظر انداز کر دی جاتی ہیں سوائے امام الاتقیاء صادق مصدوق نبی الرحمۃ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو معصوم اور امین ہیں۔ اس عالم پر تعجب ہے جو کسی خاص امام کی تقلید کرے۔ باوجودیکہ اسے ان نصوص کا علم ہے جو اس کے امام کے خلاف پائی جاتی ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اھ (تذکرۃ الحفاظ ص۱۵ ج ۱)

جمود کے خلاف ہر دور کے علماء نے بہت کچھ کیا ہے۔ ابو شامہ، شاطبی، ابن قدامہ ایسے مشاہیر نے اس مرض کے خطرات سے آگاہ فرمایا ابن قیم فرماتے ہیں ؎

العلم معرفة الهدی بدلیله ۔۔۔ ما ذاك والتقلید یستویان

اذ اجمع العلماء ان مقلدا ۔۔۔ للناس كالاعمى هما اخوان

"علم معرفت بالدلیل کا نام ہے۔ تقلید اس کے مساوی اور مرادف نہیں ہو سکتی۔ علماء کا اجماع ہے کہ تقلید نابینگی کے مرادف ہے۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے اس مقام پر ذہبی کے تاثرات کو اس لیے ذرا تفصیل سے لکھا ہے کہ ذہبی مختلف مکاتب فکر میں عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ ان کی نظر تاریخی لحاظ سے اور رجال میں بہت وسیع ہے۔

بحر العلوم مسلم الثبوت کی شرح میں ذہبی کے متعلق فرماتے ہیں

قال الذهبي هو من اهل الاستقراء التام في نقل حال الرجال (بحر العلوم ص۲۴۴ نول کشور)

ذہبی کا استقراء اسماء الرجال میں بہت کامل ہے۔

ذہبی نے فکر کے جمود اور تقلید کے متعلق ان ممالک کا حال لکھا ہے جو ارض حرم کے قریب اور دینی علوم کے لیے مرکز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہندوستان جیسا ملک جو علوم نبوت سے پہلے ہی کافی دور ہے جہاں تحقیق کی پہلے ہی کمی ہے یہاں کے حالات تو اور بھی خراب ہوں گے۔

غزالی فرماتے ہیں

فان خاض المقلد في المحاجة فذلك منه فضول واشتغل به صار كضارب في حديد بارد وطالب لصلاح الفاسد وهل يصلح العطار ما افسده الدهر

مقلد کے ساتھ بحث ٹھنڈا لوہا کوٹنے کے مرادف ہے۔ عطار وقت کی بگاڑی کو نہیں بنا سکتا۔

ہندوستان میں اسلام

معلوم ہے کہ ہندوستان میں فاتحین اسلام دو راستوں سے آئے۔ سندھ کی راہ سے اور ایران کی راہ سے۔ پہلا لشکر محمد بن قاسم کی قیادت میں پہلی صدی کے اواخر[1] میں پہنچا۔ اس وقت ائمہ اربعہ سے امام ابو حنیفہؒ کے سوا باقی ائمہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ابو حنیفہ کے لیے یہ دور طالب علمی کا تھا اور امامت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا

---

[1] ہندوستان پر پہلا حملہ ۹۲ھ میں ہوا۔ اس وقت ولید بن عبد الملک خلیفہ تھے۔ حجاج بن یوسف گورنر اور محمد بن قاسم قائد جیوش۔ محمد بن قاسم کے یہ حملے ۹۵ھ تک جاری رہے۔ ملتان سے قنوج تک ان کی فوجیں پہنچیں۔ دوسرا حملہ چوتھی صدی ہجری میں سلطان محمود غزنوی نے کیا اس وقت مذاہب اربعہ کا رواج کسی قدر ہو چکا تھا غزنویوں کے بعد حکومت غوریوں کی طرف منتقل ہو گئی ۱۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ لشکر اہل حدیث تھا اور موجودہ تفریق سے بے خبر۔ ان کا مسلک تقریباً وہی تھا جو آج کل اہلحدیث کا ہے یعنی بلا تخصیص شخص، مسائل اہل علم سے پوچھتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے اسی لیے عامۃ المسلمین میں اس وقت تعصب ناپید تھا۔ دوسرا حملہ ایران کی راہ سے ہوا یہ فاتح عموماً حنفی تھے۔ انہی کی وجہ سے ہندوستان میں حنفیت پورے زور سے پہنچی اور اس وقت تک احناف کی ملک میں کثرت ہے اور عوام و خواص میں عصبیت بھی ہے۔ الامن رحم۔

یہ علاقے مرکز سے کافی دور اور علوم کی برکات سے بے حد تشنہ رہے۔ یہاں کے علماء عموماً حجاز میں اقامت اور ہجرت کو ترجیح دیتے رہے۔ ان حالات میں اگر یہاں جمود ہو۔ تحقیق اور اجتہاد سے عوام نفرت کریں تو اس میں تعجب نہیں۔ جمود کی روش ایسے علاقوں میں مستبعد نہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر برصغیر ہندوستان و پاکستان کے حالات عرب سے کہیں ابتر ہونے چاہئیں۔ اس کا تذکرہ حافظ ذہبی نے فرمایا ہے یہاں کی حکومت اکثر جاہل اس کے ساتھ حکام میں بے عملی اور بدعملی دونوں کارفرما تھیں علماء و فقراء بھی اپنے مقام سے ہٹ چکے تھے۔

علامہ صغانی (۶۵۰ھ) کے بعد یہاں چند گنے چنے بزرگ نظر آتے ہیں۔ شیخ علی المتقی (۹۷۵ھ) شیخ محمد طاہر پٹنوی شہید (۹۸۶ھ) اور سب سے آخر میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) جہاں اکبر ایسے فاسق بادشاہ اور ملا مبارک کا خاندان ملک کے در و بسیط پر محیط ہوں، فواحش اور فسق و فجور کی حکومت کی طرف سے حوصلہ افزائی ہو۔ وہاں تقلید و جمود سے آگے ذہن کہاں تک پرواز کر سکتے ہیں اور یہ چند مخلص بزرگ بدعت اور شرک کے ان جھکڑوں اور آندھیوں کا کہاں تک مقابلہ کر سکتے ہیں۔

اس آخری دور میں شیخ عبدالحق (۱۰۵۲ھ) کا وجود غنیمت ہے۔ وہ اپنے وقت کے محدث ہیں۔ ان کے وجود سے دہلی اور دہلی کے اطراف میں حدیث کا چرچا ہوا۔ ان کی رجال پر نظر ہے۔ لیکن نقل روایت میں حافظ سیوطی کے بعد شاید ہی کوئی اس قدر غیر محتاط ہو۔ ان کی مدارج النبوۃ میں سیرت کے متعلق بڑی جامعیت ہے۔ لیکن اضعاف اور موضوعات کا ذخیرہ بھی حضرت شیخ نے جمع فرما دیا ہے پھر وہ تصوف کی مخترعات اور وقت کی دوسری بدعات کے خلاف کھل کر کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ بلکہ ان کا رجحان حمایت کی طرف ہوتا ہے۔ وہ سلبیات کے دلدادہ ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے رجحانات کا یہ حال ہے کہ سفر السعادۃ ایسی محققانہ اور محدثانہ کتاب کی شرح لکھی اور اسے جمود سے ہم آہنگ کرنے کی بھرپور کوشش فرمائی۔ جہاں اتنے بڑے اکابر محدثین کا یہ حال ہو۔ وہاں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تجدیدی مساعی اور ابن القیم کے تنقیدی کارناموں کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ بحوالہ حافظ سخاوی لفظ شیخ الاسلام کے غلط استعمال کا شکوہ فرماتے ہیں اور اس کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم اشتہر بہا جماعۃ من علماء السلف حتی ابتذلت علی راس المائۃ الثامنۃ فوصف بہا من لا یحصی وصارت لقبا لمن ولی القضاء الاکبر ولو عری عن العلم والسن فانا للہ وانا الیہ راجعون انتہی کلام السخاوی قلت ثم صارت الآن لقبا لمن تولی منصب الفتویٰ وان عری عن لباس العلم والتقویٰ

اھ (الفوائد البہیہ ص ۱۰)

"شیخین (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر) کے بعد سلف سے ایک جماعت کے لیے یہ لقب مشہور رہا۔ پھر آٹھویں صدی میں یہ لقب ایسا عام ہوا کہ جسے قضاء کبریٰ کا عہدہ ملا وہی شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور ہو گیا اور بے شمار شیخ الاسلام ہو گئے اگرچہ علم اور عمر کے لحاظ سے وہ کچھ بھی اہمیت نہ رکھتے ہوں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا عبدالحی فرماتے ہیں۔ پھر یہ لقب ان لوگوں کے لیے مخصوص ہو گیا جو منصب افتاء پر کسی طرح قابض ہو گئے گو وہ علم اور تقویٰ سے قطعاً تہی دست ہوں اھ"

اور چودھویں صدی تک علم کے درد ناک انحطاط کا حال ظاہر ہے۔ علم و تقویٰ کی بجائے القاب پر بس نہ رہے جس قدر علم کم ہوگا اسی قدر جمود بڑھے گا۔ لوگ دوسروں کا سہارا لینے کی کوشش کریں گے۔ ضرورت کے لحاظ سے اسے کوئی واجب کہے یا مباح لیکن ہے تو ایک لاعلمی کا کرشمہ۔ اسی لیے اس دور میں سارا زور القاب پر لگایا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی اصلاحی کوششوں کے بعد اعتقادی بدعات کی جگہ عملی بدعات نے لے لی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موت اور شادی کے مواقع پر ہنود سے یہ رسوم اور بدعات مستعار لے لی گئیں حکومتوں کے ایوانوں سے لے کر غریب کی جھونپڑیوں تک یہ اندھیرا چھا گیا علماء کا کام بھی محض حیل کی تلاش رہ گیا۔ اور شرعی احکام کو ٹالنا فقہ کی انتہا قرار پا گئی۔

آخری دینی کوشش فتاویٰ عالمگیری کی تدوین ہے۔ وہ بھی آخر یہی کہ مخصوص آراء کو جمع کر دیا گیا۔ اور حکومت کی سرپرستی سے اسے اعتماد کی صورت حاصل ہو گئی۔

حافظ ذہبی کی زبان سے اپنے وقت اور اپنے ماحول کے جمود اور تقلید معین کا شکوہ آپ سن چکے

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا انتقال ۷۴۸ھ میں ہوا۔ اسی دور کے متعلق حافظ ذہبی نے شکایت فرمائی ہے کہ لوگ تحقیق کی بجائے تقلید کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ اپنی تحقیق اور اپنے علم پر اعتماد کی بجائے دوسروں کے فہم پر اعتماد اور دوسرے کے سہارے پر زندہ رہنا پسند کرتے ہیں۔ اور حقیقت یہی ہے۔ اگر دماغی قوٰی اور قوت فکر اور شعور کو استعمال نہ کیا جائے تو وہ اپنا عمل چھوڑ دے گی اور معطل ہو کر رہ جائے گی۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ائمہ سلف کے بعد علم اور تفقہ بتدریج کم ہو رہا ہے۔ کتابت اور تذکروں نے حافظوں کو کافی حد تک کمزور کر دیا ہے۔ محدثین کے حافظوں کا ذکر کیا جائے تو لوگ اسے افسانہ سمجھتے ہیں۔ فقہاء کی دوراندیشیوں اور نکتہ رسائیوں کا تذکرہ آ جائے تو خواص امت تک حیرت میں کھو جاتے ہیں۔ یہ ساری مصیبت جمود نے پیدا کی۔ بڑے بڑے ہوشمند اہل علم احساس کمتری میں مبتلا نظر آئیں گے۔

اس عمومی ابتلاء کے باوجود جمود بتدریج اذہان پر چھا گیا ہے۔ زمانہ میں ایسے بزرگ بھی ملیں گے جو اپنی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اپنی سمجھ سے سوچتے ہیں منقولات کے فہم میں انہیں اپنے علم اور اپنی فراست پر بجا طور پر اعتماد ہے اور کسی کی تقلید کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

تذکرۃ الحفاظ

حافظ ذہبی نے فن رجال میں دو اہم کتابیں لکھی ہیں۔ میزان الاعتدال اور تذکرۃ الحفاظ۔ میزان میں تو عموماً ضعیف اور مجروح رواۃ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ کی چار جلدیں ہیں۔ جن میں حفاظ کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ ان کے اکیس طبقات ہیں۔ پہلی اور دوسری جلد میں دس طبقات کا ذکر ہے۔ تیسری اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھی میں گیارہ طبقات مرقوم ہیں۔ کل اکیس طبقات ہوئے۔ اور ان میں تقریباً گیارہ سو انیس ائمہ کا ذکر فرمایا ہے۔ بعض ائمہ کا ذکر ضمناً آیا ہے۔ اور بعض کا تذکرۃً ذکر فرمایا ہے۔ اس تعداد کے علاوہ حافظ ذہبی نے التزام سے تو نہیں فرمایا کہ ہر آدمی کے ساتھ اس کے مسلک کا ذکر کریں گے لیکن چونکہ ائمہ حدیث کے تذکرہ میں یہ کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ اس لیے وہ تذکرۃً کہیں ذکر فرما جاتے ہیں کہ فلاں بزرگ تقلید نہیں کرتے تھے۔ فلاں بزرگ اہل الرائے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ فلاں بزرگ نے اپنے علاقہ میں اہل اثر کے مذہب کو رواج دیا۔ تذکرۃ الحفاظ پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ذہبی کے زمانہ ۷۴۸ھ تک ایسے لوگ موجود تھے جو شخصی تقلید اور جمود سے پرہیز کرتے تھے۔ کتاب اور سنت کو براہ راست سلف امت، صحابہ اور تابعین کی طرح سمجھنے اور سوچنے کی کوشش فرماتے تھے۔ تقلید اور جمود کی تنگ دامانیوں سے وہ اپنا دامن بچائے رکھتے تھے اور ایسے لوگ ہر زمانے میں کافی تھے۔ اور پھر یہ لوگ بہت ہی اچھی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ یہ لوگ اساتذہ تھے۔ لوگ ان سے علم سنت پڑھتے اور سیکھتے تھے۔

ایک مختصر سی فہرست بقید سنین ذکر کی جاتی ہے۔ یہ فہرست تذکرۃ الحفاظ اور البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع للشوکانی اور التاج المکلل للنواب صدیق حسن خان سے منقول ہے۔ اس سے دو چیزوں کی وضاحت مقصود ہے۔ اول یہ کہ یہ نظریہ نیا نہیں بڑے فحول اور اکابر اہل علم نے تقلید سے پرہیز اور ائمہ سلف کی راہ کو پسند فرمایا ہے۔ دوسرے یہ کہ تقلید شخصی پر کبھی اجماع نہیں ہوا بلکہ ہر دور میں اہل علم، تحقیق و تفحص کے طلبگار رہے۔ اس مسلک کے لیے "وہابیت" کا عنوان بہت بڑا جھوٹ ہے۔ وہابیوں کا مرکزی مقام نجد اور حجاز ہے لیکن وہ لوگ اکثر حنبلی ہیں۔ خال خال ان میں سلفی بھی ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جن حضرات نے فن حدیث کی تحصیل ہندوستان سے کی یا پھر حافظ شوکانی اور علامہ حیات سندھی سے علم حدیث کا استفادہ فرمایا۔ گویا وہابیوں کو بھی سلفیت یا ہندوستان سے ملی یا یمن اور حجاز سے۔ تعجب ہے آج کل کے بعض اکابر علماء دیوبند بھی اس لقب کے استعمال میں غلط بیانی سے نہیں ڈرتے۔ بریلوی انہیں وہابی کہتے ہیں وہ اس کا انتقام اہل حدیث سے لیتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسری صدی تک تو اتفاق ہے کہ تقلید ایمہ کی پابندی کا رواج نہ تھا۔ بلکہ شاہ ولی اللہ صاحب کے ارشاد کے مطابق اس کا عام رواج چوتھی صدی کے بعد ہوا۔ لیکن محققین ایمہ کے نزدیک اجتہاد کا دروازہ اس وقت بھی بند نہیں ہوا۔ اس لیے امام ذہبی کئی ایمہ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ وہ مجتہد تھے کہیں فرماتے ہیں: کان لایقلد احداً۔ کہیں فرماتے ہیں: لم یکن یعلم اھل الورائے وغیر ذالک

ایمہ محققین کی فہرست مع قید سنین

بقی بن مخلد (۲۷۶ھ) احمد بن عاصم (۲۸۷ھ) قاسم بن محمد اندلسی (۲۷۶ھ) حافظ ابن خزیمہ (۳۱۰ھ) علامہ ابن المنذر (۳۱۸ھ) حسین بن محمد سنجی (۳۱۵ھ) حافظ ابویعلی (۳۴۶ھ) حسن بن سعد قرطبی (۳۳۱ھ) ابن شاہین (۳۸۵ھ) حافظ محمد بن علی ساحلی (۴۴۲ھ) امام حمیدی (۴۸۸ھ) محمد بن طاہر مقدسی (۵۰۷ھ) امام عبدری (۵۴۴ھ) ابوزرعہ بن محمد (۵۶۶ھ) حافظ ابن الرومیہ (۶۳۷ھ) شیخ الاسلام ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) الحافظ مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس (۸۱۷ھ) محمد یوسف ابوحیان اندلسی (۷۴۵ھ) شیخ شہاب الدین (۹۵۱ھ) سید یحییٰ بن حسین (۱۰۹۰ھ) صالح بن محمد حمیدی مقبلی (۱۱۰۸ھ) عبدالقادر بن علی البدری (۱۱۶۰ھ) سید محمد بن اسمٰعیل امیر یمانی (۱۱۸۲ھ)

ان ایمہ کے اسمائے گرامی اور سنین وفیات پر توجہ فرمائیے اور غور کیجئے۔ کہ یہ حضرات ترک تقلید کے باوجود امام ہیں۔ ہم اور آپ نقل احادیث میں ان کے علوم سے استفادہ کرتے ہیں۔ حدیث کے دفاتر میں ان کی نقل پر اعتماد کرتے ہیں استدلال اور فقہی فروع کے ماخذ میں ان ہی کے علم پر یقین کرتے ہیں۔ پھر آج اگر کوئی شخص ایمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم سے کسی امام کی کلی طور پر تقلید نہ کرے تو اکابر اہل علم کی نظر میں وہ مجرم قرار پاتا ہے۔ بریلی اور دیوبند والے اس پر ناراض ہوتے ہیں۔ طرح طرح کے القاب سے ان لوگوں کو یاد فرمایا جاتا ہے۔ یہ مسلک بھی اپنی قدامت کے لحاظ سے ایمہ اربعہ رحمہم اللہ کے مسالک سے کسی طرح کم نہیں۔ بلکہ ان حضرات نے اپنے مسالک میں ائمہ حدیث ہی سے استفادہ کیا ہے۔

جہاں تک تاریخی شہادت کا تعلق ہے۔ خراسان، ایران، یمن، الجزائر، بربر اور اقصائے مغرب میں ابتداءً ایمہ حدیث ہی کا مسلک رائج تھا۔ موجودہ فقہی مسالک کو بذریعہ حکومت یا دوسری وجوہ سے غلبہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل تھا۔ یہ ایک مستقل بحث ہے کہ مختلف ممالک میں کیسے اور کن وجوہ سے مختلف مسالک رائج ہوئے۔ مقدمہ ابن خلدون اور المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار مقریزی میں ۱۱ھ سے ۸۲۴ھ تک شیعہ سنی مذاہب کی اشاعت اور ان کے منافقشات کا مبسوط تذکرہ ملتا ہے اور ان وجوہ پر روشنی پڑتی جن سے مروجہ مذاہب کی اشاعت ہوئی۔ مقریزی نے ان ائمہ اور بادشاہوں کا نام بنام اور سنین کے حساب سے تذکرہ کیا ہے جن کی معرفت مروجہ مذاہب کا رواج ہوا اس کے ساتھ ہی شیعہ حضرات اور ان کے تشدد کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو اپنے مسلک کی اشاعت میں مصر اور اس کے اطراف میں ان سے ظاہر ہوا۔ اس سے سلف کے مسلک کی قدامت اور رغبت کے وجوہ بھی ظاہر ہوتے ہیں:

○

اندھیرے میں روشنی کی کرن:

بارھویں صدی ہجری اللہ تعالیٰ کی رحمت کا خاص وقت معلوم ہوتا ہے۔ اس ماحول میں دنیائے اسلام میں ایک بیداری محسوس ہو رہی ہے۔ ان محیط اندھیروں میں کہیں کہیں اور کبھی کبھی کچھ روشنی سی نمودار ہوتی ہے۔

عرب میں تجدی تحریک پیدا ہوئی جس کی قیادت شیخ عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔

ایران میں سید جمال الدین افغانی نے صور پھونکا جس کی آواز مصر، اسکندریہ اور قسطنطنیہ تک پہنچی۔

تقریباً تھوڑی دیر پہلے ہندوستان کی قسمت جاگی اور رشد وھدایت کی سوئی ہوئی طاقتوں نے انگڑائی لی۔ اس کا بیداری کا آغاز سید احمد سرھندی رحمہ اللہ نے گیارھویں صدی ہجری میں فرمایا۔ بدعات کے خلاف کھلی جنگ لڑی۔ بدعت کی تقسیم کا حیلہ عز بن عبدالسلام کے وقت سے آرہا تھا۔ لوگ بدعت کو حسنہ کہہ کر جواز کی راہ پیدا کر لیتے تھے۔ حضرت مجدد نے اسے تار تار کر دیا اور فرمایا کہ جب آنحضرت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلے اللہ علیہ وسلم ہر بدعت کو ناپسند فرماتے ہیں۔ اسے حسنہ کہنے کا حق کسی کو نہیں دیا جا سکتا۔ شرعاً کوئی بدعت حسنہ نہیں کہلا سکتی۔

سنت سے محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی سچی دلیل ہے۔ بدعتی کتنا ہی عابد و زاہد ہو بارگاہ نبوت میں وہ کسی احترام کا مستحق نہیں۔

مجدد صاحب کی مساعی نتائج و عواقب کے لحاظ سے آج کی مصطلح تحریکات سے کہیں زیادہ ہمہ گیر اور موثر تھیں۔

حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہم اللہ نے کوئی اصطلاحی تحریک نہیں چلائی جس کے یہ بزرگ صدر یا سربراہ ہوں۔ اس کی جو الس کا جال ملک میں پھیلا ہو جس کے ممبر اور اعوان و انصار کسی عرفی تنظیم کے ماتحت کام کر رہے ہوں بلکہ ان میں ہر ایک اپنے وقت میں ایک مینار ہے جس سے خود بخود روشنی پھیلتی ہے، لوگ متاثر ہوتے ہیں، کسی عہدہ اور عرفی نظم کے بغیر ان تاثرات کو پھیلایا جاتا ہے اور وہ اس سرعت سے پھیلتے ہیں کہ کوئی عرفی تحریک اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ اس لیے ان گذارشات میں اگر کہیں تحریک کا لفظ آجائے تو اس سے مراد آج کی انجمن سازی اور اسی قسم کی اصطلاحی تحریک نہیں ہوگا۔ بلکہ پرانا مفہوم ہوگا۔ جس میں ایک شخص ایک سچائی کو لے کر اٹھتا ہے پروانے خود بخود شمع کے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں اور روشنی اپنا کام شروع کر دیتی ہے۔ وقت کے اسباب و وسائل اپنی بساط کے مطابق استعمال ہونے لگتے ہیں۔ میری دانست میں مجدد صاحبؒ سے شروع ہو کر سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ تک کام کی نوعیت یہی رہی۔ ایک سپاہی کے دل میں ذمہ داری کا احساس اور مقاصد کی تحصیل کے لیے اتنا ہی ممد تھا جس قدر کسی بڑے سے بڑے عہدہ دار کو ہونا چاہیئے اور یہ احساس ہی کامیابی کا راز ہے۔

ے مولانا عبید اللہ صاحب سندھی رحمہ اللہ نے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کو مصطلح تحریک کا بانی قرار دیا ہے یہ ان کا محض حضری تخیل ہے اور بالکل بے دلیل وہم۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولی اللٰہی تحریک کا مزاج :

اس تحریک کے اہم عناصر مندرجہ ذیل ہیں۔ حضرت شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی، حضرت مرزا مظہر جان جاناں، حضرت مولانا فاخر الہ آبادی۔ آزاد بلگرامی، حضرت مولانا شاہ ولی اللہ، مولانا شاہ عبد العزیز، مولانا شاہ رفیع الدین، مولانا شاہ عبد القادر، مولانا شاہ عبد الغنی، حضرت سید احمد شہید، مولانا شاہ اسماعیل، مولانا عنایت علی، مولانا ولایت علی، مولانا عبد الحی بڈھانوی۔ ان میں بعض عملاً حنفی ہیں لیکن عقیدۃً اہل حدیث۔ بعض عمل و عقیدہ دونوں میں حنفی بعض دونوں میں اہل حدیث لیکن اس اختلاف کی نمائش ان حضرات نے کبھی نہیں فرمائی۔

قاضی ثناء اللہ صاحب کا تفسیر مظہری میں رجحان فقہ حنفی کی طرف ہے، لیکن بدعت کی مخالفت میں کوئی لچک نہیں۔ ارشاد الطالبین میں قبر پرستی اور قبور پر چراغاں اور انہیں چونا گچ کرنے کے متعلق ان کی رائے بہت واضح ہے۔ آج کے ارباب دیوبند کی طرح ان میں لچک اور مداہنت نہیں۔ آج بعض اکابر دیوبند کے افکار کا رجحان زیادہ تر بریلویت کی طرف ہے۔ وہ اہل توحید اور اصحاب سنت سے زیادہ اہل بدعت کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین۔

ان حضرات کے مقاصد کا تجزیہ

۱۔ حنفیت کے باوجود یہ حضرات فقہی جمود اور عصبیت کو قطعاً ناپسند کرتے ہیں۔

۲۔ ائمہ کے اختلافی مسائل میں یہ حضرات وسیع القلب ہیں۔ کسی طرح بھی عمل کیا جائے۔ انہیں ناگوار نہیں ہوتا۔

۳۔ بدعات کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور ان کے خلاف سخت انکار فرماتے ہیں۔

۴۔ شیعہ حضرات سے سمجھوتے کے قائل نہیں تاوقتیکہ صحابہ کے متعلق وہ اپنی رائے بالکلیہ نہ بدل لیں۔ مجدد صاحب کے رسائل اور ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء (از شاہ ولی اللہ صاحبؒ) اور تحفہ اثنا عشریہ (شاہ عبد العزیزؒ) اس کے شاہد ہیں۔ ان کتابوں میں شیعہ حضرات پر انتہائی معقول تنقید فرمائی ہے۔ مداہنت نہیں کی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ تصوف سے بہت متاثر ہیں لیکن اس راہ کی بدعی رسوم سے انتہائی متنفر۔
۶۔ وہ اہل سنت کے دو فریق سمجھتے ہیں، اہل حدیث اور اہل الرائے۔ دونوں اہل سنت ہیں لیکن شاہ صاحب فقہائے اہل حدیث کی راہ کو زیادہ پسند فرماتے ہیں جیسا کہ آئندہ انشاء اللہ آئے گا۔

شیخ ابو منصور عبد القاہر دمشقی نے بھی "الفرق بین الفرق" میں متعدد مقامات پر اہل حدیث اور اہل الرائے دونوں کو اہل سنت قرار دیا ہے۔

علامہ عبد الکریم شہرستانی کا بھی یہی حال ہے۔

۷۔ یہ جماعت سیاسی سربراہی کی خواہش مند نہیں۔ لیکن اگر لادینیت برسر اقتدار آنا چاہے یا آجائے تو وہ ایسے سیاسیین سے جہاد کرنا پسند کرتے ہیں جھکنا گوارا نہیں کرتے۔

حضرات دہلی کے نظریات :

شاہ صاحب امت میں دو جماعتوں کی روش کو فی الجملہ صحیح سمجھتے ہیں، اور غلو کو ناپسند کرتے ہیں اور کسی کے لیے شخصی طور پر تعصب پسند نہیں فرماتے :

"باید دانست کہ سلف در استنباط مسائل و فتویٰ بر دو وجہ بودند یکے آنکہ قرآن و حدیث و آثار صحابہ جمع مے کردند و ازانجا استنباط مے نمودند و ایں طریقہ اصل راہ محدثین است و دیگر آنکہ قواعد کلیہ کہ جمع از ائمہ تنقیح و تہذیب آں گروہ اند یاد گیرند بے ملاحظہ ماخذ آنہا پس ہر مسئلہ کہ وارد می شد جواب آں از ہماں قواعد طلب می کردند و ایں طریقہ اصل راہ فقہاء است و غالب بر بعض سلف طریقہ اولیٰ بود و بر بعض آخر طریقہ ثانیہ" اھ (مصفی ص۱۱ ج ۱)

/"سلف میں استنباط مسائل کے متعلق دو طریق تھے پہلا یہ تھا، قرآن و حدیث اور آثار صحابہ جمع کیے جائیں۔ اور انہیں اصل قرار دے کر پیش آمدہ مسائل پر ان کی روشنی میں غور کیا جائے۔ یہ محدثین کا طریق ہے۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ ائمہ کے منقح اور مہذب کیے ہوئے کلیہ قواعد کو اصل قرار دیا جائے اور پیش آمدہ مسائل کا حل انہیں سے تلاش کیا جائے اور اصل ماخذ کی طرف توجہ کی ضرورت نہ سمجھی جائے۔ یہ فقہاء کا طریقہ ہے۔ سلف سے ایک کثیر گروہ پہلے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریق کا پابند ہے اور ایک گروہ دوسرے طریق کا۔"

پھر ان دونوں طریقوں کا تفصیلی تذکرہ اور ان کے طریق عمل کی پوری وضاحت حجۃ اللہ البالغہ میں فرمائی ہے۔ حدیث کی جمع وکتابت پھر تدوین و تالیف کا تذکرہ فرمایا ہے۔ پھر فقہائے محدثین کا تذکرہ فرمایا ہے

فرجع المحققون منهم بعد احكام	محققین اہل حدیث نے فن روایت میں
فن الرواية ومعرفة مراتب الحديث	پختگی اور مراتب حدیث سے پوری معرفت
الى الفقه فلم يكن عندهم من الرأى	پیدا کی اور فقہ کی طرف توجہ کی۔ لیکن ان
ان يجمع على تقليد رجل ممن مضى	کا یہ طریق نہ تھا کہ اس معاملہ میں گذشتہ
مع ما يرون من الاحاديث والآثار	بزرگوں سے کسی خاص شخص کی تقلید پر
المتناقضة فى كل مذهب من تلك	اتفاق کرلیں۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ
المذاهب فاخذ ما يتبعون احاديث	ان مروجہ مذاہب میں احادیث اور
النبى صلى الله عليه وسلم والآثار	آثار متناقض موجود ہیں۔ اس لیے انہوں
الصحابة والتابعين والمجتهدين على	نے احادیث اور ائمہ مجتہدین کے علوم پر
قواعد احكموها فى نفوسهم	اپنے قواعد کی روشنی میں غور کیا

(حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۱۱ ج ۱)

○

اس کے بعد شاہ صاحب نے مختصر طور پر محدثین کے ان قواعد کا بھی تذکرہ فرمایا ہے جو ان کے نزدیک تطبیق بین النصوص یا استنباط مسائل کے لیے معیار ہیں۔ یہ قواعد حضرت عمرؓ کے ایک اثر کی تعمیل میں مرتب کئے گئے ہیں قاضی شریح فرماتے ہیں مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا:

"اگر کوئی مسئلہ اللہ کی کتاب میں مل جائے تو اس کے مطابق فیصلہ کرو اور کسی کے کہنے پر اس سے صرف نظر مت کرو۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر غور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرو۔ اور اسی کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر مسئلہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ دونوں میں نہ ہو تو لوگوں کے عمومی عمل کو دیکھو اور اس کے مطابق عمل کرو۔ اگر کوئی معاملہ ان تینوں طریقوں سے طے نہ ہو سکے تو اس کا فیصلہ یا تو اجتہاد سے کرو یا پیچھے ہٹ جاؤ۔ اور میری دانست میں تاخیر زیادہ مناسب ہے" (دارمی)

دوسرے گروہ (اہل الرائے) کے ذکر میں فرماتے ہیں۔

یہ لوگ سوالات کی کثرت اور فتووں سے نہیں گھبراتے لیکن حدیث کی روایت سے گھبراتے ہیں کہیں الفاظ میں کمی بیشی نہ ہو جائے۔ ان کا خیال ہے کہ دین کی بنیاد فقہ پر ہے اس کی اشاعت ضروری ہے۔

آخر میں فرماتے ہیں:

ان حضرات کی نظر میں فقہ، حدیث اور مسائل کی تدوین دوسرے طریق سے ہوئی کیونکہ ان کے پاس حدیث اور آثار کا سرمایہ اس قدر نہیں تھا جس کی بنا پر وہ ان اصولوں پر اعتماد کر سکتے جن پر علماء اہل حدیث نے اعتماد کیا ہے۔ نہ مختلف ممالک کے سابقہ علماء کے اقوال ان کی نگاہ میں تھے جس سے شرح صدر کے ساتھ استنباط کرتے اور اپنے اکابر پر انہیں بے حد اعتماد تھا اس لیے وہ ان کے طے کردہ اصولوں پر زیادہ یقین رکھتے تھے غرض یہ حضرات استنباط میں کتاب و سنت کی جگہ اپنے گذشتہ بزرگوں کے ارشادات پر اعتماد کرتے اور انہی کی روشنی میں مسائل کو حل فرماتے۔

اس دور کے بعد معاملہ اور بھی بگڑ گیا اور ایک ایسا گروہ سامنے آگیا جس کا تذکرہ شاہ صاحب الفضل میں فرماتے ہیں:۔

ومنها انهم اطمأنوا بالتقليد و دب التقليد فى صدورهم دبيب النمل وهم لا يشعرون (حجۃ اللہ ص۱۵۳ ج۱)	وہ لوگ تقلید پر مطمئن ہو گئے اور تقلید ان کے رگ و ریشہ میں پیوست ہو گئی۔

• شاہ صاحب نے اس انحطاط کی متعدد وجوہ لکھی ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ فقہار کا باہم اختلاف اور مزاحمت، جس کا انقطاع کسی پہلے بزرگ کے حوالہ کے بغیر نہ ہو سکا۔

۲۔ روسار کی جہالت اور علمار کا حدیث اور تخریج سے ناآشنا ہونا۔

۳۔ دور رانہ کار فرضی مسایل میں تعمق وغیر ذالک۔

اس کے نتائج کے متعلق شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"اس کے نتیجہ میں جہالت، اختلاط شکوک اور اوہام پیدا ہوگئے جس کی اصلاح کی کوئی امید نہیں رہی۔ پھر دونوں خالص تقلیدی ہی ان کا شیوہ رہا اور حق و باطل کا امتیاز جاتا رہا اور فقہ محض جھگڑے اور باتیں بنانے کا نام رہ گیا۔ اور محدث چند غلط صحیح احادیث نقل کر دینے کا نام رہ گیا۔"

آخری الفاظ سنیئے:

ولم یأت قرن بعد ذالك الا هو اکثر فتنة واوفر تقلیدا واشد انتزاعا للامانة من صدور الرجال حتی اطمأنوا بترك الخوض فی امر الدین وبان یقولوا انا وجدنا ابائنا علی امة وانا علی اثارهم مقتدون والی الله المشتکی۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ص ۱۵۴)

ان تصریحات کا نتیجہ

۱۔ اہل حدیث اور اہل الرائے دونوں مکتب فکر ہیں اور دونوں اہل علم میں رائج ہیں۔

۲۔ شاہ صاحب کے خیال میں اہل حدیث اور اہل الرائے اس آخری دور میں اپنی جگہ سے ہٹ چکے ہیں

۳۔ متاخرین اہل الرائے میں استدلال اور استنباط کی بجائے تقلید اور جمود آگیا ہے۔ یہ شاہ صاحب کی نظر میں نامناسب معلوم ہوتا ہے۔

۴۔ اہل حدیث نے بھی حدیث کی طرف سے بے توجہی کی ہے۔ وہ تقریباً اسے ایک رسم کے طور پر کر رہے ہیں۔ استنباط اور اجتہاد کے نقطۂ نظر سے نہیں کرتے اور نہ تفقہ کی کوشش کرتے ہیں۔

شاہ صاحب کا مقصد:

شاہ صاحب چاہتے ہیں کہ دونوں گروہ حقیقت پسندی سے کام لیں۔ اور اہل الرائے اکابر کی بجائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کو اساس قرار دیں اور سائل حدیث ظاہریت سے بچ کر تفقہ سے کام لیں۔ ملاحظہ ہو تفہیمات جلد اول صفحہ ۲۰۹

ومنها اني اقول لهؤلاء المسلمين المسمين بالفقهاء الجامدين على التقليد يبلغهم الحديث من احاديث النبي صلى الله عليه وسلم باسناد صحيح وقد ذهب اليه جمع عظيم من الفقهاء المتقدمين ولا يمنعهم الا التقليد لمن يذهب اليه وهؤلاء الظاهرية المنكرين للفقهاء الذين هم طراز حملة العلم وائمة اهل الدين انهم جميعا على سفاهة ومخافة راي وضلالة وان الحق بين بين۔

میں ان نام کے فقہاء سے کہتا ہوں جن میں تقلید کی وجہ سے انتہائی جمود آچکا ہے۔ جب ان کو صحیح حدیث پہنچتی ہے جو امت میں معمول رہا ہے۔ لیکن وہ صرف ان لوگوں کی تقلید کی وجہ سے یہ حدیث جن کے مسلک کے خلاف ہے اس حدیث کا انکار کر دیتے ہیں۔ اور ان ظاہری حضرات سے بھی کہتا ہوں جو ائمہ دین اور چوٹی کے فقہاء کا انکار کرتے ہیں۔ تم دونوں فریق غلط راہ پہ جا رہے ہو۔ یہ کم فہمی کی راہ ہے اور حق ان دونوں کے بین بین ہے۔" اھ

دونوں فریق پر کس صاف گوئی سے تنقید فرمائی اور جمود توڑنے کے لیے کس قدر واضح راہ بتلائی ہے رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ:

واشهد لله بالله انه كفر بالله ان يعتقد في رجل من الامة ممن يخطئ ويصيب ان الله كتب علي اتباعه حتما وان الواجب علي هو الذي يوجبه هذا الرجل وان الشريعة الحقة قد ثبتت

میں اللہ کے نام سے اس کی قسم کھاتا ہوں کہ امت کے کسی آدمی کے جو خطا اور ثواب دونوں کا مرتکب ہو سکتا ہے یہ خیال کرنا کہ اسی کا اتباع واجب ہے، اور جسے یہ واجب کہے وہی امر واجب ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قليل هذا الرجل بزمان الخ اھ	ساتھ کفر کے برابر ہے۔ کیونکہ شریعت اس
(تفہیمات جلد اص ۱۲۷)	شخص سے کہیں پہلے موجود ہے" اھ۔

شاہ صاحب نے یہاں تقلید شخصی اور جمود کو کفر باللہ سے تعبیر فرمایا ہے۔ وہ کسی شخص کے حق کو اس مسئلہ میں تسلیم نہیں فرماتے۔ تقلید سے جو ذہنی انقباض ہوتا ہے اور قوتِ فکر کی راہ میں جو رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ اس کے متعلق اور کھل کر فرماتے ہیں:

وترى العامة سيما اليوم في كل قطر	"ہر علاقے میں عوام ائمہ متقدمین سے
يتقيدون بمذهب من مذاهب	کسی نہ کسی مذہب کے مقلد اور پابند
المتقدمين يرون خروج الانسان	ہیں۔ کسی ایک مسئلہ میں بھی وہ
من مذهب من قلده ولو في مسئلة	اختلاف کرنا نہیں چاہتے۔ گویا
كالخروج من الملة كانه نبي بعث	وہ امام نبی ہے اور ان پر اس کی اطاعت
اليه وافترضت طاعته عليه وكان	واجب ہے۔
اوايل الامة قبل المائة الرابعة غير	
متقيدين بمذهب واحد اھ	
(تفہیمات ج ۱ ص ۱۵۱)	

تفہیمات جلد اص ۲۱۴ میں لہجہ ذرا اور سخت ہو گیا۔ اس میں صوفیوں اور علماء کا تذکرہ اس جلال سے فرماتے ہیں:۔

نحن لا نرضى بهولاء الذين يبايعون	"ہم نہ تو ان صوفیوں کو پسند کرتے ہیں جو
الناس ليشتروا به ثمنا قليلا اويشوبوا	دنیا کے لیے لوگوں سے بیعت لیتے ہیں
اغراض الدنيا بتعلم علم اذ لا تحصل	کیونکہ دنیا کمانے کے لیے بھی اصحاب ہدایت
الدنيا الا بالتشبيه باهل الهداية	سے مشابہت ضروری ہے اور نہ ان علماء کو
ولا بالذين يدعون الى انفسهم و	پسند کرتے ہیں جو اپنی طرف دعوت دیتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يأمرون بحسب انفسهم هؤلاء قطاع الطريق دجالون كذابون مفتونون فتانون اياكم واياهم ولا تتبعوا الامن دعى الى كتاب الله و سنة رسوله ولم يدع الى نفسه - اھ	ہیں، یہ ڈاکو ہیں، جھوٹے ہیں۔ خود فتنے میں مبتلا ہیں۔ لوگوں کو فتنہ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں سے بچو۔ صرف ان لوگوں کی بات قبول کرو جو کتاب وسنت کی طرف دعوت دیں اور اپنی ذات کی طرف دعوت نہ دیں"۔

پھر طالب علموں کو مخاطب فرما کر ارشاد ہوتا ہے:

ورب انسان منكم يبلغه حديث من احاديث نبيكم فلا يعمل به و يقول انما عملي على مذهب فلان لا على الحديث ثم احتال بان فهم الحديث والقضاء به من شان الكمل المهرة وان الائمة لم يكونوا ممن يخفى عليهم هذا الحديث فما تركوه الا لوجه ظهر لهم في الدين من نسخ ومرجوحية - اھ (تفہیمات ص۲۱۵ ج۱)	بہت سے لوگوں کو تم سے حدیث نبوی مل جاتی ہے۔ لیکن وہ اس پر عمل نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں، میرا عمل فلاں مذہب پر ہے۔ پھر بہانہ بناتے ہیں کہ حدیث سمجھنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا کامل اور ماہر لوگوں کا کام ہے۔ اور ائمہ سے یہ حدیث مخفی نہ تھی۔ کوئی وجہ ضرور ہوگی جس کی بنا پر ائمہ نے اس پر عمل نہیں کیا"۔ اھ

اس کے نتیجہ میں فرماتے ہیں:

"یہ قطعاً دین کی بات نہیں تم صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ مذہب کے موافق ہو یا مخالف اللہ کی مرضی یہی ہے کہ تم کتاب وسنت کی اطاعت کرو"۔ الخ

بظاہر شاہ صاحب فقہ حنفی سے مانوس ہیں۔ ان کا خاندانی مسلک عام طور پر فقہ عراقی ہے لیکن شاہ صاحب چونکہ جمود اور اس توقیفی فقہ سے بیزار ہیں۔ اس لیے اس فقہی نظام پر بھرپور وار کرتے ہیں "قرۃ العینین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں شیخین (حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ) کے محاسن میں فرماتے ہیں کہ در اصل اختلاف شیخین کے بعد شروع ہوا۔

"گویا اصل مذاہب اربعہ اجابیات شیخین	مذاہب اربعہ میں اجماعی مسایل شیخین ہی
افتادہ، اما ایں سخن کسے کہ سرمایہ علم او بجز	کے مرہون منت ہیں لیکن یہ بات ان
قدوری و وقایہ نباشد نتواں گفت۔"	حضرات کی سمجھ میں نہیں آسکتی جن کے علم کا
(قرۃ العینین ص ۱۲۳)	کل سرمایہ قدوری اور وقایہ ہے۔

دوسرے مقام پر اسی انداز سے فرماتے ہیں:

ایں نکتہ کسے کہ سرمایہ فقہ او شرح وقایہ و	یہ نکتہ شرح وقایہ اور منہاج وغیرہ پڑھنے
منہاج باشد نے تواند دانست ایں را	والے فقہاء کی سمجھ میں نہیں آسکتا، اس کے
عالمے متبحر می باید (ص ۱۳۵)	لیے متبحر عالم کی ضرورت ہے۔

شاہ صاحب کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ متون و شروح فقہ کو جو اعتماد و تفوق حاصل ہوا ہے وہ ائمہ اور ان کتب کے مصنفین کے ساتھ محبت اور ان کے علوم پر یقین سے حاصل ہوا ہے۔ در اصل یہ اعتماد صحابہ اور خصوصاً شیخین پر ہونا چاہیے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

بالکل اسی انداز سے یہ تذکرہ "ازالۃ الخفاء" میں آیا ہے۔ شاہ صاحب کی نظر میں یہ فقہی نظام اور یہ تقلید محض شخصی کوششیں ہیں۔ انہیں اساسی طور پر کوئی اہمیت نہیں۔ اس کے وجوب اور فرضیت کی بحث بے معنی اور لاحاصل ہے۔ یہ بزرگ عالم تھے ان کے علوم سے ممکن طور پر استفادہ کرنا چاہیے۔

اس قسم کی تصریحات حجۃ اللہ البالغہ کے کئی صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ بلکہ بعض مقامات پر تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حجۃ اللہ میں تفہیمات کے بعض مجمل مضامین کی تفصیل اور شرح ہے۔

اصولِ فقہ:

اس میں شک نہیں کہ اصولِ فقہ کی تاسیس اور تدوین علمائے اہل حدیث خصوصاً امام شافعی نے فرمائی ہے اور عموماً اصول قرآن و حدیث اور لغت عرب اور عقل سلیم سے اخذ کیے گئے ہیں۔ امام شافعی کے اس شاہکار کا تذکرہ ابجد العلوم نواب صدیق حسن خاں مرحوم کشف الظنون للکاتب چلپی فہرست ابن ندیم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ میں ملتا ہے۔ شاہ ولی اللہ نے بھی یہ تذکرہ حجۃ اللہ ص ۱۷۰ ج ا وغیرہ تصانیف میں فرمایا ہے۔ ویسے اصول فقہ اور اصول حدیث کی حیثیت منطق کی ہے۔ حدیث کی تصحیح اور تضعیف میں اصول حدیث اور فقہی جزئیات کی تخریج میں اصول فقہ کو وہی مقام حاصل ہے جو معقولات میں منطق کو۔ اس فن کی تاسیس گو امام شافعی ہی نے فرمائی ہے لیکن فقہاء حنفیہ کی خدمات اس فن میں قابل تعریف ہیں۔ بلکہ اس فن کی بدولت انہوں نے بانی فن امام شافعی پر بھی بعض مقامات پر کڑی تنقید کی ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ فقہ کا بھرم اور خوبی اصول فقہ ہی سے ہے۔ شاہ صاحب نے فقہ کے ساتھ اصول فقہ پر بھی تنقید فرمائی ہے اور اس بھرم کی حقیقت کھول دی ہے۔ قرۃ العینین ص۱۸۷ پر فرماتے ہیں:۔

"وحنفیان برائے احکام مذہب خود اصلے چند تراشیدہ کالتد (۱) الخاص مبین فلا یلحقہ البیان (۲) العام قطعی کالخاص (۳) المفہوم المخالف غیر معتبر الترجیح بکثرۃ الرواۃ غیر معتبر الزیادۃ علی الکتاب نسخ۔ اھ	"اور احناف نے مذہب کی پختگی کے لیے کچھ اصول تراشے ہیں۔ مثلاً خاص بین ہے اسے بیان کی ضرورت نہیں۔ عام بھی خاص کی طرح قطعی الدلالت ہے۔ مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے۔ کتاب اللہ پر زیادۃ کتاب کا نسخ ہے"۔

بعینہٖ اسی انداز سے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فتاویٰ عزیزی ص۴۲ میں کسی قدر تفصیل سے فرمایا ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کا لہجہ شاہ ولی اللہ صاحب سے بھی سخت ہے

ومن اللطائف التی فلما ظفر بہا جدلی لحفظ مذہبہ ما اخترعہ المتاخرون لحفظ مذہب ابی حنیفۃ وھی عدۃ قواعد یردون بہا جمیع ما یحتج بہا علیہم من الاحادیث الصحیحۃ۔	"متاخرین کے چند گھڑے ہوئے قواعد حضرت امام ابوحنیفہ کے مذہب کی حفاظت کے لیے جو دنیا کے عجائبات سے ہیں۔ ان قواعد کی بدولت وہ تمام صحیح احادیث کو رد کر دیتے ہیں۔ جو ان کے مذہب کے خلاف ہوں"۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد شاہ عبدالعزیز صاحب نے تقریباً نو قواعد کا ذکر فرمایا ہے۔ جن میں بعض تو وہی ہیں جن کا تذکرہ شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا ہے۔ ہم نے بسط اور اطناب سے ڈرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا ہے۔ طالبِ حق کو فتاویٰ عزیزی صہ ۱۲۵ ج ۱ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

حجۃ اللہ البالغہ میں کئی جگہ اصول فقہ پر شاہ صاحب نے کڑی تنقید فرمائی ہے۔ لیکن باب حال الناس بعد المأۃ الرابعۃ میں تقلید اور اس کے شیوع کی بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویعضھم یزعم ان بناء المذاھب	بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مذاہب کی
علی ھٰذہ المحاورات الجدلیۃ المذکورۃ	بنیاد ان مناظرانہ محاورات پر ہے جن کا ذکر
فی مبسوط والھدایۃ والتبیین ونحو	مبسوط، سرخسی، ہدایہ اور تبیین میں ہے
ذالک ولا یعلم ان اول من اظھر ذالک	اور یہ بیچارے نہیں جانتے کہ دراصل ان
فیھم المعتزلۃ (صفحہ ۱۲۸ ج ۱)	جدلیات کے بانی معتزلہ ہیں۔

اس کے بعد اصول فقہ کے متعدد قواعد اور ان کا حدیث کے انکار میں جو اثر پڑتا ہے ذکر فرمایا ہے۔ پھر پورے جلال کے ساتھ ان قواعد پر معارضات عاید فرماتے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ احناف خود بھی ان قواعد کے پابند نہیں۔ یہ بحث کئی صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ حق پسند طالب علم کو ان مقامات کا مطالعہ پورے غور سے کرنا چاہیئے۔

اس وقت گذارش کا مطلب یہ ہے کہ شاہ صاحب جس طرح فقہی جزئیات کو دین اور شریعت نہیں سمجھتے۔ اسی طرح وہ اصولِ فقہ کو بھی لازوال اور دائمی اصول نہیں سمجھتے۔ یہ محض علمی کوششیں ہیں جو علماء نے اپنے مسالک کو بچانے کے لیے کی ہیں۔ نہ فروع کے انکار سے کفر لازم آتا ہے نہ اصول فقہ کے انکار سے دیانت میں خلل لازم آتا ہے۔

○

فروع کے متعلق شاہ صاحب کی روش

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کے رفقاء عقاید، اصول اور فرعی مکاتب فکر کے التزام میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس طرح جمود کو پسند نہیں فرماتے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ کسی پابندی کے بغیر مذاہب اربعہ اور ائمہ حدیث کے مسایل پر عمل کیا جائے۔ اور بظاہر حنفی ہونے کے باوجود وہ محدثین اور شوافع کے معمولات کو ترجیح دینے اور پسند فرماتے ہیں۔

اس وقت ابنائے دیوبند سے بڑی کثرت شاہ صاحب اور ان کے خاندان کے ساتھ انتہائی عقیدت کا اظہار کرتی ہے۔ مگر ان کی روش اور ان کا عمل شاہ صاحب، ان کے رفقار، اور خاندان کے نظریات کے بالکل خلاف ہے۔

آج کا دیوبند، بریلویت سے چنداں مختلف نہیں۔ اختلافات لفظی قسم کے رہ گئے ہیں۔
آگے آنے والی گذارشات سے معلوم ہوگا کہ شاہ صاحب فروع میں کس قدر وسیع الظرف تھے۔ اور دیوبند کی موجودہ پود میں کس قدر تنگ ظرفی اور انقباض ہے۔ وہ اپنے خلاف کوئی چیز سننا پسند نہیں کرتے۔ اور شاہ صاحب شافعی مکتب فکر پر عمل سے پرہیز نہیں فرماتے:۔

حدیث قلتین:

پانی کی طہارت کے متعلق شوافع اور احناف میں بے حد اختلافات ہیں۔ قلتین کی حدیث کو ان میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ احناف اسے مضطرب فرماتے ہیں۔ شوافع اسے صحیح سمجھتے ہیں۔ اور معذرت فرماتے ہیں کہ قدماء احناف اور موالک پر ایسی احادیث مخفی رہیں یا فہم مراد میں ان حضرات سے تسامح ہوا

ومثال الحدیث القلتین فانہ حدیث صحیح روی بطرق کثیرۃ (الخ)	قلتین کی حدیث صحیح اور متعدد طرق سے مروی ہے۔

(حجۃ اللہ ص۱۱۵ جلد ۱)

گویا طہارت کے مسایل پر اس حدیث کی وجہ سے جو شبہات واقع ہوتے تھے۔ شاہ صاحب ان کا فیصلہ شوافع کے حق میں دیتے ہیں اور احناف و موالک کی طرف سے معذرت فرماتے ہیں کہ ابتدائی دور میں یہ حدیث عام نہیں ہوئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام کے پیچھے فاتحہ:

ائمہ احناف اور شوافع کے نزدیک امام کی اقتدا میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے متعلق نزاع مشہور ہے بیسیوں رسائل اس موضوع پہ شائع ہوئے ہیں شاہ صاحب فرماتے ہیں:

وان کان ماموما وجب علیہ الانصات والاستماع فان جہر الامام لم یقرأ الا عند الاسکانۃ وان خافت فلہ الخیرۃ فان قرأ فلیقرأ بفاتحۃ الکتاب قراءۃ لایشوش علی الامام وھذا اولی الاقوال عندی وبہ یجمع بین احادیث	مقتدی کو چاہیئے کہ امام کے پیچھے خاموشی سے سنے۔ اگر امام آواز سے پڑھے تو مقتدی سکتوں میں پڑھے۔ اگر امام آہستہ پڑھ رہا ہے تو مقتدی جس طرح چاہے پڑھے لیکن اس طرح پڑھے کہ امام کی قرأت میں تشویش اور پریشانی نہ ہو۔

الباب اھ رحجۃ اللہ ص ۷ ج ۲)

شاہ صاحب کے ارشادات میں اعتدال ہے۔ دونوں فریق کے تشدد کو شاہ صاحب پسند نہیں فرماتے۔

رفع الیدین اور وتر:

رکوع وغیرہ میں رفع الیدین اور وتروں کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد ہے:

والحق عندی فی مثل ذلک ان الکل سنۃ ونظیرہ الوتر برکعۃ واحدۃ و ثلث والذی یرفع احب الی ممن لایرفع فان احادیث الرفع اکثر واثبت غیر انہ لاینبغی لانسان فی مثل ھذہ الصور ان یثیر علی نفسہ فتنۃ عوام بلدہ	میرے نزدیک حق یہ ہے کہ رفع یدین کرنا نہ کرنا دونوں سنت ہیں۔ اسی طرح ایک رکعت اور تین رکعت وتر پڑھنے والا۔ اور رفع الیدین کرنے والا مجھے نہ کرنے والے سے زیادہ پسند ہے کیونکہ رفع یدین کی احادیث زیادہ ہیں۔ اور صحیح ہیں۔ لیکن انسان کو ایسے اعمال کی وجہ سے اپنے خلاف ہنگامہ نہیں بپا کرانا چاہیئے۔ (خدا کا شکر ہے کہ ہنگاموں کا موسم گذر گیا)

(حجۃ اللہ ص ۸ ج ۲)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاہر ہے عوام میں ان اعمال کی وجہ سے نفرت پیدا ہوتی تھی اور خواص اس کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ اب وہ سلسلہ بحمد اللہ ختم ہو گیا

زیارت قبور کے لیے شد رحال

عوام میں مروج ہے کہ بزرگوں اور استھانوں کی زیارتوں کے لیے دور دراز کے سفر کرتے ہیں۔ اور حج کے شعائر کی طرح ان زیارتوں کی پابندی کرتے ہیں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

والحق عندی ان القبر ومحل عبادة ولی من الاولیاء والطور کل ذلک سواء فی النهی واللہ اعلم۔ (حجۃ اللہ ص ۱۵۳ ج ۱)	حق یہ ہے کہ قبر ولی کی عبادت گاہ اور طور پہاڑ وغیرہ بھی یہ برابر ہیں کسی کے لیے بالاستقلال سفر درست نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شد رحال سے منع فرمایا ہے۔" اھ

زیارت پسند دیوبندی اور بریلوی حضرات اس مسئلہ میں بری طعن آمیز گفتگو کرتے ہیں لیکن شاہ صاحب وہی فرماتے ہیں جو شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور دوسرے ائمہ توحید نے فرمایا ہے۔

وضو کے نواقض

وضو کے نواقض میں فقہاء مختلف ہیں شاہ صاحب کی رائے یہ ہے:

واصل موجب الوضوء الخارج من السبیلین وماسوی ذلک محمول علیہ (حجۃ اللہ ص۱۶۹ ج ۱)	وضو ٹوٹنے کا اصل سبب وہی ہے جو سبیلین سے نکلے۔ باقی اس پر محمول ہیں۔

وتر

وتروں کے متعلق اختلاف ہے۔ فقہائے حنفیہ واجب کہتے ہیں۔ اور ائمہ حدیث سنت۔ شاہ صاحب کی رائے یہ ہے:

والحق ان الوتر سنة هو اوكد السنن	وتر سنت موکدہ ہے۔ حضرت علیؓ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بینہ علی وابن عمر وعبادۃ الصامت (حجۃ اللہ ص۱۳ ج۲)	ابن عمر اور عبادہ بن صامت سے یہی منقول ہے۔

قنوت

فقہاء احناف قنوت کو وتروں میں واجب سمجھتے ہیں اور شوافع صبح کی نماز میں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:

واختلفت الاحادیث و مذاہب الصحابۃ والتابعین فی قنوت الصبح وعندی ان القنوت وترکہ سیان ومن لم یقنت الا عند حادثۃ عظیمۃ او کلمات یسیرۃ اخفاء قبل الرکوع احب الی لان الاحادیث شاھدۃ علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا علی رعل وذکوان کان اولاً ثم ترک وھذا ان لم یدل علی نسخ مطلق القنوت لکنہا تومی الی ان القنوت لیس سنۃ مستقرۃ۔ اھ (حجۃ اللہ ص۹ ج۲)	صبح کی قنوت کے متعلق احادیث میں اور صحابہ اور تابعین کے مذاہب مختلف ہیں شاہ صاحب فرماتے ہیں، قنوت پڑھنا نہ پڑھنا دونوں برابر ہیں۔ اور اہم حادث پر چند کلمات پڑھنا مجھے زیادہ پسند ہے کیونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ قبیلہ رعل و ذکوان پر بددعا ترک کر دی گئی۔ اس سے گو علی الاطلاق قنوت کا ترک ثابت نہیں ہوتا۔ لیکن اس سے یہ واضح ہے کہ یہ مستقل اور دائمی سنت نہیں۔

جمع بین الصلاتین

عذر کی وجہ سے نماز جمع کرنے کے متعلق ائمہ میں اختلاف ہے۔ فقہائے احناف نہ جمع تقدیم کے قائل ہیں نہ جمع تاخیر کے اور جمع صوری دراصل جمع ہی نہیں بلکہ جمع کی صورت ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہ صاحب فرماتے ہیں نماز کے دراصل تین ہی وقت ہیں۔ عصر ظہر سے نکال لی گئی اور عشاء مغرب سے اخذ کر لی گئی۔ تاکہ دونمازوں میں فاصلہ کم ہو اور نیند سے پہلے ہی ذکر سے غفلت نہ ہو۔

فشرع لهم جمع التقديم والتاخير	شارع حکیم علیہ السلام نے جمع تقدیم اور
لكنه لم يواظب عليه ولم يعزم	تاخیر دونوں کی اجازت دے دی لیکن
عليه مثل ما فعل فی القصر اھ	نہ اس پہ ہمیشگی کا حکم دیا نہ اس پر تاکید
(حجۃ اللہ ص۱۷ ج۲)	فرمائی جیسے نماز قصر کے لیے تاکید نہیں فرمائی۔

تکبیرات عیدین

عید کی تکبیرات اور نماز عید کی ترتیب میں فقہائے احناف اور فقہائے اہل حدیث میں اختلاف ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

يكبر فی الاولی سبعا قبل القراءة و	پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری
الثانية خمسا قبل القراءة وعمل الكوفيين	میں پانچ تکبیریں قرأت سے پہلے (طریقہ
ان يكبر اربعا كتكبير الجنائز فی الاولی	اہل الحرمین) علماء کوفہ کا خیال ہے کہ جنازہ کی
قبل القراءة و فی الثانية خمسا بعدها	طرح پہلی میں چار تکبیرات قرأت سے پہلے اور
وهما سنتان و عمل الحرمين ارجح اھ	دوسری میں پانچ قرأت کے بعد اور اہل حرمین کا عمل
(حجۃ اللہ ص۲۳ ج۲)	راجح اور بہتر ہے۔

دہ در دہ پانی

فقہائے حنفیہ اور فقہائے شوافع میں ماء کثیر کے متعلق اختلاف ہے۔ متاخرین فقہائے احناف اس کی مقدار دہ در دہ فرماتے ہیں۔ اور شوافع قلتین بتاتے ہیں۔ پھر اگر کنواں پلید ہو جائے تو اسے پاک کرنے کے لیے ڈولوں کی مقدار کے متعلق عجیب قیاسی گھوڑے دوڑائے ہیں شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

وبالجملة ليس فی هذا الباب شئ يعتد	الغرض مسائل میں کوئی واجب العمل اور قابل اعتماد
به ويجب العمل به (حجۃ اللہ ص۱۷۱ ج۱)	چیز نہیں ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر فرماتے ہیں:

وقد اطال القوم في فروع موت الحيوان	کنوئیں میں جانور مرنے اور دہ دردہ اور مار
في البير والعشر في العشر والماء الجاري	جاری کے مسایل میں علمار نے طویل گفتگوئیں
ليس في كل ذالك حديث عن النبي صلى	کی ہیں۔ لیکن ان میں کسی کے متعلق بھی قطعاً
الله عليه وسلم (حجۃ اللہ ص۱۲۱ ج ۱)	کوئی حدیث نہیں ہے۔

حجۃ اللہ، مصفّٰے اور مسوّٰی میں اور بھی کئی فروعی مسائل ہیں جن میں شاہ صاحب نے نہایت ہی وسعت ظرف سے اپنا رجحان فقہائے حدیث اور شوافع کی طرف فرمایا ہے جس سے ظاہر ہے کہ خشک حنفیت اور جامد عصبیت کو شاہ صاحب قطعاً پسند نہیں فرماتے۔ اور نہ ہی قدمار احناف میں اس قسم کا جمود پایا جاتا تھا۔ یہ جمود چوتھی صدی سے شروع ہو کر آٹھویں نویں صدی تک عروج پر پہنچا۔ بدعت سے روکنے کی اصل راہ اتباع سلف ہے۔ ائمہ کی تقلید نے بھی بدعت کی راہ میں رکاوٹ پیدا کی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ عقیدت مندی کا جمود آ گیا۔ اتباع سلف اور صحابہ کی مختلف رائیں اور ان کے فتووں میں مصالح کی بنا پر تنوع ہے اس لیے وہاں جمود نہیں آ سکتا۔

چار مصلّے

برقوق چرکسی نے حرم بیت اللہ میں ائمہ اربعہ کے نام سے چار مصلّے قایم کیے تھے۔ غالباً یہ عمل ۸۰۰ھ کے پس و پیش میں ہوا۔ اس وقت بھی علمائے حق نے اس تفریق کی مخالفت کی لیکن حکومت اس تفریق کے احترام پر مصر رہی۔ یہ تفریق یہاں تک بڑھی کہ علی العموم ایک دوسرے کی اقتدار متروک ہوگئی۔ حنفی جماعت ہو رہی ہو تو شوافع اور حنابلہ بے پروا ہو کر بیٹھے رہتے۔ گویا یہ اذان اور نماز ان کے لیے قائم ہی نہیں ہوتی[1]۔ یہی حال ان کے ساتھ احناف کرتے۔ حرم کعبہ میں اس بدعت کے احداث

---

[1] شکر ہے کہ بیت اللہ کی جدید تعمیر میں سلطان سعود بن عبد العزیز نے یہ مصلے بالکل ختم کر دیئے ہیں۔ اب لوگ ایک ہی امام کی اقتدا کرتے ہیں، مختلف جماعتیں نہیں ہوتیں اب یہ بدعت ختم ہوگئی والحمد للہ رب العالمین ۱۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ساری دنیائے اسلام میں اس کا اثر ہوا ائمہ کے اتباع ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگے۔
حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اس کے متعلق فرماتے ہیں:۔

وخدائے تعالیٰ بے خبر نیست از آنچہ در زمان آئندہ عمل خواہید کرد و از راہ بدعت یک یک جہت از جہات کعبہ تقسیم خواہید و در ترجیح و تفضیل جہت مختار خود ہر کس خواہد آورد مثلاً حنفیہ جہت جنوب را اختیار خواہند کرد و امام ایشان جانب شمال کعبہ خواہند ایستاد و در مقام خواہند گفت کہ قبلۂ ما قبلۂ ابراہیمی است زیر آنکہ آنجناب جانب میزاب متوجہ می شدند۔ و شافعیہ مغرب را اختیار خواہند کرد و امام ایشان در شرق کعبہ خواہد استاد و در مقام فخر خواہد گفت ما استقبال باب کعبہ می نمائیم و قبلہ ما قبلہ منصوصہ است

اھ (تفسیر فتح العزیز ص۵۴۲ ج ۱)

"اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم آئندہ ، ایک بدعت کروگے اور اطراف کعبہ کو تقسیم کر کے اس پر فخر کروگے۔ احناف جنوب کی طرف کھڑے ہوں گے ان کا رخ شمال کی طرف ہوگا وہ فخر کریں گے کہ ہمارا قبلہ ابراہیمی ہے۔ شوافع مغرب کی طرف کھڑے ہو کر مشرق کی طرف رخ کریں گے اور فخر سے کہیں گے کہ ہمارا قبلہ میزاب کے سامنے ہے یہی سمت منصوص ہے۔"

شاہ صاحب ان مصلوں کی تقسیم کو بدعت سمجھتے ہیں۔ اور اسلام میں اس تقسیم کو ناپسند فرماتے ہیں۔

ائمہ کی تقلید اور ان کی اطاعت کا مسئلہ اپنی جگہ پر قابل بحث ہے اگر مروجہ تقلید کے جواز میں کوئی سہارا مل بھی جائے تو ائمہ رحمہم اللہ کے نام پر یہ تفرق کبھی درست نہیں ہو سکتی یہ توقع جیسے مسرف بادشاہ سے یہی امید ہو سکتی تھی۔ تفریق بین المومنین کا مزید بوجھ اس کی گردن پر ہوگا۔ اور اسی طرح ان علماء پر جنہوں نے اسے سند جواز عطا کی۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

شاہ صاحب کا مقصد

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ جمود غلط ہے تو پھر صحیح کیا ہے؟ شاہ صاحب موجودہ حالات میں کیا تبدیلی چاہتے ہیں؟ کیا اس اندھا دھند شخصی پرستی بھی انہیں پسند نہیں اور ظواہر پرستی بھی ان کی نگاہ میں معیوب ہے تو پھر وہ کیا ہے جسے پسند کیا جائے؟ اس معاملہ میں شاہ صاحب اپنا عندیہ حلف مؤکد کے ساتھ بڑے بسط سے بیان فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واشهد لله بالله انه كفر بالله ان يعتقد في رجل من الامة ممن يخطئ ويصيب ان الله كتب علي اتباعه حتما وان الواجب علي هو الذي يوجبه هذا الرجل علي ولكن الشريعة الحقة قد ثبتت قبل هذا الرجل بزمان قد وعاها العلماء واداها الرواة وحكم بها الفقهاء وانما اتفق الناس على تقليد العلماء على معنى انهم رواة الشريعة عن النبي صلى الله عليه وسلم وانهم علموا ما لم نعلم وانهم اشتغلوا بالعلم ما لم نشتغل فلذلك قلدوا العلماء فلو ان حديثا صح وشهد بصحته المحدثون وعمل به طوائف وظهر فيه الامر ثم لم يعمل به هولاء لان متبوعه لم يقل به فهذا هو الضلال البعيد اھ

(تفہیمات ص۲۱ ج ۱)

میں اللہ کے لیے اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ امت میں کسی ایسے آدمی کے متعلق جو غلطی بھی کرتا ہو اور صحیح بھی کہتا ہو یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کی اطاعت ضروری ہے اور جسے وہ واجب کہے اسے واجب سمجھنا ضروری ہے۔ یہ قطعاً کفر ہے۔ کیونکہ شریعت اس شخص سے مدتوں پہلے سے موجود ہے۔ علماء نے اسے حفظ اور ضبط کیا اور رواۃ نے اسے بیان کیا۔ فقہاء نے اس کے مطابق فیصلے فرمائے۔ لوگوں نے علماء کی تقلید کو صرف اس لیے متفقہ طور پر قبول کیا کہ وہ درحقیقت شریعت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں۔ اور علم ان کا مشغلہ ہے اور وہ ہم سے زیادہ جانتے ہیں لیکن اگر حدیث صحیح ہو، محدثین اس کی صحت کے شاہد ہوں، عامۃ المسلمین نے اس پر عمل کیا ہو، معاملہ واضح ہو چکا ہو پھر اس پر صرف اس لیے عمل نہ کیا جائے کہ امام یا متبوع نے اس کے مطابق فتویٰ نہیں دیا بہت بڑی گمراہی ہے۔"

شاہ صاحب کا ارشاد کسی حاشیہ آرائی کا محتاج نہیں۔ وہ تقلید کے صرف اس حد تک قائل ہیں۔ کہ اہل علم کتاب و سنت سے روایت کرتے ہیں۔ علمی مشاغل کی وجہ سے ان کی معلومات زیادہ ہیں۔ عوام ان کے معلومات سے استفادہ کر سکیں۔ صحیح حدیث کا علم جب صحیح ذرائع سے پہنچ جائے تو علماء کے ساتھ تقلیدی وابستگی کا تعلق یکسر ختم ہو جائے گا اور حدیث صحیح کے ہوتے ہوئے کسی عالم کے لیے تعصب یا اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی جماعت کے لیے تاویل کے دروازوں کا کھول دینا۔ شاہ صاحب کی نگاہ میں بہت بڑی گمراہی ہے۔ اس انداز کو وہ کسی طرح بھی پسند نہیں فرماتے:۔

اس مقصد کے لیے دوسری راہ

شاہ صاحب کی تجویز یہ ہے کہ اس فقہی جمود کو توڑنے کے لیے مختلف مسالک کو باہم آمیز کیا جائے اور کوشش کی جائے کہ مصالح اور ان کے تقاضوں کی روشنی میں بعض مسائل میں حنفی مسلک فکر اختیار کیا جائے اور بعض میں شافعی مسلک کو قبول کر لیا جائے۔ فرماتے ہیں:

ونفث في قلبي داعية من جهة الملأ الأعلى تفصيلها ان مذهب ابي حنيفة و الشافعي هما مشهوران في الامة المرحومة وهما اكثر المذاهب تبعا وتصنيفا وكان جمهور الفقهاء والمحدثين والمفسرين والمتكلمين والصوفية متمذهبين بمذهب الشافعي وجمهور الملوك وعامة اليونان متمذهبين بمذهب ابي حنيفة وان الحق الموافق لعلوم الملأ الاعلى اليوم ان يجعلا كمذهب واحد يعرضان على الكتب المدونة في حديث النبي صلى الله عليه وسلم من الفريقين فما كان موافقا بها يبقى وما لم يوجد اصله يسقط الخ

(تفہیمات ص ۲۱۲ ج ۱)

ملاء اعلیٰ کی طرف سے میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رح اور امام شافعی رح دونوں ائمہ کے مذاہب امت میں مشہور ہیں اور کثرت اتباع اور کثرت تصنیف کے لحاظ سے مشہور ہیں اور جمہور فقہاء اور محدث، مفسر اور متکلم اور صوفی شافعی مذہب کے پابند تھے اور اکثر بادشاہ اور یونان کے رہنے والے حنفی مسلک کے پابند تھے۔ اور ملاء اعلیٰ کی نظر میں حق اور صحیح یہ ہے کہ ان دونوں مذاہب کو ایک جا کر دیا جائے۔ اور دونوں مذاہب کی جزئیات کو کتب حدیث پر پیش کیا جائے۔ اور معلوم ہے کہ دونوں مذاہب کے اہل علم نے فن حدیث میں تصنیفات کی ہیں جو مسائل حدیث کے موافق ہوں قبول کر لیے جائیں اور جن کا اصل حدیث سے نہیں ہے انہیں کلیۃً ساقط کر دیا جائے اور نقد و نظر کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد جن مسایل میں اتفاق پیدا ہو جائے۔ انہیں دائتوں میں نظام لیا جائے۔ اگر اختلاف ہو تو انہیں دو قول تصور کر لیا جائے اور دونوں پر عمل صحیح سمجھا جائے۔ یہ اختلافات قرأت قرآن کی طرح سمجھا جائے یا رخصت اور عزیمت پر محمول کیا جائے یا تنگی سے نکلنے کے لیے دو راہیں اختیار کر لی جائیں۔ یا دونوں کو مباح سمجھا جائے اور معاملہ اس سے آگے نہیں جانا چاہیئے"۔

شاہ صاحب نے حنفیت کی کثرت ہندوستان میں دیکھی۔ اور شوافع کی کثرت انہیں حجاز میں نظر آئی۔ اس لیے انہوں نے ان دونوں میں اتحاد کی ضرورت کو محسوس فرمایا۔ اگر شاہ صاحب نجد اور سوڈان میں حنبلیہ اور مالکیہ کو ملاحظہ فرما لیتے۔ تو ان ہی وجوہ کی بنا پر ان کو بھی ان کے ساتھ ملا دیتے اور ان کے ساتھ اتحاد کو ضروری سمجھتے۔ اگر ان مسالک میں اتحاد دین کے کسی تقاضا کو پورا کر سکتا ہے۔ تو مذاہب اربعہ میں اتحاد کی کوشش اور آرزو یقیناً اس تقاضا کو پورا کرے گی۔ اور شاہ صاحب ان مصالح کو اسلام کی روح تصور فرماتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فقہی افکار کا جمود شاہ صاحب کے ذہن پر ایک بوجھ ہے جس کے لیے وہ بے حد متفکر ہیں۔ طلباء کو نصیحت اور علوم دین اور علوم دنیا میں تمیز فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

خضتم كالخوض في استحسانات	تمہاری توجہ پوری طرح فقہا کے استحسانات
الفقهاء من قبلكم و تفريعاتهم	اور تفریعات کی طرف ہے اور تم نہیں جانتے
اما تعرفون ان الحكم ما حكم الله	کہ درحقیقت حکم تو اللہ تعالے کا ہے اور اس
و رسوله و رب انسان منكم يبلغه	کے رسول کا اور تم میں سے بہت سے
حديث من احاديث نبيكم فلا	لوگوں کو آنحضرت کی حدیث پہنچ جاتی ہے
يعمل به و يقول انما العمل به مذهب	لیکن وہ اسے اس لیے قابل عمل نہیں سمجھتا کہ
فلان لا على الحديث ثم احتال	اس کا عمل فلاں مذہب پر ہے اور یہ خیال
بان فهم الحديث و القضاء به من	کرتا ہے کہ حدیث پر عمل کرنا تو ماہرین اور
شان الكمل المهرة و ان الائمة	اصحاب کمال کا کام ہے اور ایسے پر کوئی چیز
لم يكونون ممن يخفى عليهم هذا	مخفی نہ تھی۔ ان کو اس حدیث کا علم ضرور
الحديث فما تركوه الا لوجه ظهر لهم	ہوا ہوگا۔ اور کوئی وجہ از قسم نسخ اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی الدین من نفعہ ومرجوحیۃ اھ — مرجوحیت ضرور ہوگی۔ ورنہ وہ ضرور اس پر
(تفہیمات ج ۱ ص ۲۱۴) — عمل کرتے۔

شاہ صاحب ائمہ کا احترام فرماتے ہیں، لیکن ان کی علمی وسعت کے باوجود ان پر اس طرح اعتماد اور حسن ظن کو پسند نہیں فرماتے جس سے صحیح حدیث کو نظر انداز کرنے کی نوبت آجائے۔ مروجہ تقلید میں یہی عیب ہے جو شاہ صاحب کے ذہن میں کھٹک رہا ہے۔ وہ طلبار کو نصیحت فرماتے ہیں کہ حدیث کے متعلق انہیں اس سطح سے اونچے ہو کر غور کرنا چاہیئے ؛

شاہ صاحب کا اپنا مسلک :

سابقہ نظریہ سے ظاہر ہے کہ شاہ صاحب ضروری سمجھتے ہیں کہ عوام علمار کی اطاعت واتباع کریں لیکن نہ اس میں پیغمبر کی طرح کسی شخص کا تعین ہو اور نہ جمود کی روح سرایت کرنے پائے۔ شاہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ اور مصفٰی میں اہل حدیث اور اہل الرائے کا ذکر فرمایا ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کی نظر میں ائمہ کوفہ کے سوا باقی ائمہ اہل حدیث ہیں، وہ اپنے اساطین اور اساتذہ کے قواعد کی بجائے استدلال اور اجتہاد کی بنیاد کتاب وسنت پر رکھتے ہیں لیکن جہاں تک عوام شوافع، موالک اور حنابلہ کا تعلق ہے، وہ بہر کیف وہی کچھ ہیں جو شاہ صاحب کو کسی طرح بھی پسند نہیں۔ وہاں جمود بھی ہے اور عصبیت بھی۔ ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد (ابن العربی) کے مقام کی رفعت کو دیکھیئے اور امام شافعی کے متعلق ان کے لب ولہجہ کی تلخی کو دیکھیئے (ملاحظہ ہو ان کی احکام القرآن) تعصب کے سوا اس کی اور کیا تعبیر ہو سکتی ہے اور تمام مذاہب میں یہ عصبیت اور تلخی تقریباً ملتی ہے۔

اس لیے شاہ صاحب نے سابقہ نظریہ پر عمل کے لیے ایک اور راہ اختیار فرمائی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس وقت اس کے سوا کوئی دوسری راہ ہے بھی نہیں۔ شاہ صاحب المقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ میں فرماتے ہیں:

"وصیت اول ایں فقیر چنگ زدن است بکتاب وسنت در اعتقاد وعمل وپیوستہ بتدبر ہر دو مشغول شدن وہر روز حصہ از ہر دو خواندن واگر طاقت خواندن ندارد ترجمہ ورقے از ہر دو شنیدن ودر عقاید مذہب قدمار اہل سنت اختیار کردن واز تفصیل وتفتیش آنچہ سلف تفتیش نکردند اعراض نمودن وبہ تشکیکات معقولیان خام التفات نکردہ ودر فروع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیروی علمائے محدثین کہ جامع باشند میان فقہ وحدیث کردن و دائما تفریعات فقہیہ را برکتاب وسنت عرض نمودن۔ و آنچہ موافق باشد در حیز قبول آوردن والا کالائے بدر یش خاوند دادن امت را ہیچ وقت از عرض مجتہدات بر کتاب وسنت استغنا حاصل نیست وسخن متقشفہ فقہا کہ تقلید عالمے را دستاویز ساختہ تتبع سنت را ترک کردہ اند نشنیدن و بدیشاں التفات نکردن وقربت حق جستن بدوری ایشاں۔ (تفہیمات ج ۱ ص ۲۴۰)

نصوص کا بہت جاننے والوں کے لیے تو فقہا و محدثین ہی کی راہ صحیح ہو سکتی ہے البتہ عوام کو ضرورت کے وقت حنفی اور شافعی کو کم از کم ملا لینا چاہیئے۔ اور کم از کم ان دونوں فقہوں سے جو بھی اوفق بالکتاب والسنۃ ہو اختیار کر لینا چاہیئے۔

ونحن ناخذ من الفروع ما اتفق علیہ	ہم فروعی مسائل میں ان مسایل پر عمل کی
العلماء لاسیما ھاتان الفرقتان	کوشش کرتے ہیں جن پر علماء متفق ہوں۔
العظیمتان الحنفیۃ والشافعیۃ وخصوصا	خصوصاً دو بڑے گروہ حنفی اور شافعی۔ طہارت
فی الطہارۃ والصلوٰۃ فان لم یتیسر	اور نماز کے مسایل میں یہ طریقہ اور بھی پسندیدہ
الاتفاق واختلفوا فناخذ بما یشہد	ہے اگر اس میں اتفاق نہ ہو سکے تو جو ظواہر حدیث
لہ ظاہر الحدیث ومعروفہ۔ اھ	کے موافق ہو ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔

(تفہیمات ج ۲ ص ۲۰۲)

آج کل کی الجھنوں اور ان کے پس منظر کو نظر انداز کر دیا جائے تو ہندوستان میں مسلک اہل حدیث کا مقصد اسی نوعیت کا اتفاق تھا۔ جسے فرقہ وارانہ عصبیت نے ہیبت ناک صورت دے دی۔ آج ایک آزاد ملک میں تقلید شخصی اور فقہی جزئیات پر زور دیا گیا یا حکومت پر یہ زور دیا گیا کہ وہ صرف حنفیت کو اسلام کا مرادف سمجھے تو اس کے نتائج اسلام کے لیے اور مسلمانوں کے لیے اچھے نہیں ہوں گے۔

فتاویٰ عالمگیری اپنے وقت کا بہت بڑا دینی اور علمی کارنامہ ہے جس کی تشکیل اور تاسیس میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے والد حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب بھی شامل تھے۔ لیکن حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی دور اندیش نگاہ آنے والے فتنوں کے لیے اسے کافی نہیں سمجھتی۔ وہ ان فقہی استحسانات کو دین اور شریعت کا نام دینا اور اصول فقہ کو شرعی دستاویز قرار دینا پسند نہیں کرتے۔ ان کا منشا یہ ہے کہ مذاہب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اربعہ کے علاوہ فقہاء محدثین کی مساعی کو بھی ان کے ساتھ ملا کر ملک میں ایک ایسے فقہی مکتب فکر کی بنیاد رکھی جائے جس میں نہ حافظ ابن حزم کی ظاہریت ہو جس سے نصوص میں بھدا پن پیدا ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی فصاحت و بلاغت اور حسن ادا نظر انداز ہو جائے۔ اور نہ ہی قیاس اور رائے کو اس قدر اہمیت حاصل ہو کہ قوتِ فیصلہ علماء کی موشگافیوں اور حیل آفرینیوں کے ہاتھ میں چلی جائے۔ اور نصوص شرعیہ اس حیران کن منظر میں صرف تماشائی ہو کر رہ جائیں جیسے متاخرین فقہا نے فرضی صورتوں سے دین کا نیا محل تعمیر فرما دیا (قاضی خان، شامی، الاشباہ والنظائر ان کے سامنے ان علوم کی اور ہمہ گیر تعلیمات سے انگشت بدنداں ہو کر رہ گئیں۔

○

ایک بہت بڑا مغالطہ اور اہل حدیث:

کچھ مدت سے عوام میں ایک مغالطہ کی اشاعت ہو رہی ہے اور اچھے سنجیدہ اور پڑھے لکھے حضرات کو اس میں مبتلا پایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ:

اہل حدیث کوئی مکتبِ فکر نہیں۔ بلکہ حفاظ حدیث اور اس فن کے ماہرین کو اہل حدیث کا نام دیا گیا ہے۔

اس مغالطہ کی حمایت ہمارے ملک کی بعض تحریکات نے بھی کی ہے اور بعض کم سواد حضرات نے بھی اپنی تحریروں میں اس خیال کا اظہار فرمایا۔ اس کے دو ہی سبب ہیں۔ قلتِ مطالعہ یا پھر تعصب کے ساتھ سیاہ دلی۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ فن حدیث اور اس کے حفظ و ضبط کا دل پسند مشغلہ مذاہب اربعہ میں رہا ہے اور ان مکاتب فکر کے علمائے فن حدیث اور اس کے خوادم فن رجال اصول حدیث وغیرہ کی خدمت کی۔ لیکن یہ حضرات اس خدمت کے باوجود فہم حدیث کے معاملہ میں اپنے پیش رو امام ہی کے انداز سے سوچتے ہیں۔ جیسے حافظ طحاوی، علامہ ترکمانی، حافظ بیہقی، حافظ بدر الدین عینی، حافظ ابن حجر عسقلانی، یہ حضرات حدیث کی بہترین خدمت کے باوجود طریقِ فکر کے لحاظ سے یا حنفی ہیں یا شافعی۔ اسی طرح موالک اور حنابلہ میں بھی ایسے خدام حدیث موجود ہیں۔ جو فکر کے لحاظ سے مالکیت یا حنبلیت کے پابند ہیں۔ وہ احادیث کے مفہوم کو سوچتے وقت اپنے امام کی حدود فکر سے آگے نہ بڑھ سکے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ ان کے تحقیقی ارشادات پر غور فرمائیے تو اپنے مخالفین کے خلاف بعض اوقات خاصا تشدد نظر آئے گا اس کے باوجود وہ حدیث کے خادم ہیں۔

اہل حدیث مکتب فکر

لیکن اہل حدیث مکتب فکر اس سے بالکل مختلف ہے یہ وہ جماعت ہے جو اپنے افکار میں ان شخصی پابندیوں سے آزاد ہے وہ مجتہد ہوں یا نہ ہوں لیکن وہ شخصی اجتہادات کے پابند نہیں بلکہ ان بزرگوں کے لیے مواد اور دلائل فراہم فرماتے ہیں۔ خود بھی پیش آمدہ مسائل پر کتاب اللہ اور سنت اور ائمہ سلف کے ارشادات کی روشنی میں غور فرماتے ہیں۔ ائمہ اربعہ کے اجتہادات سے موافقت ہو یا مخالفت اس کے لیے وہ چنداں فکرمند نہیں ہوتے بلکہ ان کی نظر مصالح پر ہوتی ہے۔

شاہ صاحب نے حجۃ اللہ میں ایک باب کا عنوان ہی یہ رکھا ہے

باب الفرق بین اہل الحدیث واہل الرای

عنوان سے ظاہر ہے کہ دو مکتب فکر کا تذکرہ ہوگا۔

پھر اہل حدیث کے چند اصول ذکر فرمانے کے بعد لکھتے ہیں

فان عجزوا عن ذلک ایضاً تاملوا فی عمومات الکتاب والسنۃ وایماءاتہا واقتضاءاتہا وحملوا نظیر المسئلۃ علیہا فی الجواب اذا کانتا متقاربتین بادی الرای لایتعمدون فی ذلک علی قواعد من الاصول ولکن علی مایخلص الی الفھم ویثلج بہ الصدر کما انہ لیس میزان التواتر عدد الرواۃ ولا احوالھم	اگر سابقہ اصولوں کے مطابق مسئلہ طے نہ ہو سکے تو کتاب و سنت کے ارشادات و اقتضاءات کو دیکھتے ہیں۔ اور پیش آمدہ مسئلہ کے نظائر اور ان کے حکم پر غور کرتے ہیں اور جواب تلاش کرتے ہیں۔ جب وہ نظائر صراحۃً متقارب ہوں تو اصول فقہ کے قواعد کو چنداں ملحوظ نہیں رکھتے بلکہ قلبی سکون اور طمانیت کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ جیسے تواتر میں

۱؎ ان اصول کا ذکر شروع میں آچکا ہے جماعت اسلامی اور اس کے ہمدرد حضرات نے گذشتہ ایام میں اس مغالطہ کی کافی اشاعت فرمائی تھی ممکن ہے جماعت کے لیے یہ مغالطہ مفید ہو۔ علمی اور تحقیقی طور پر یہ قطعاً غلط ہے تاریخی شواہد اس کے خلاف ہیں ۱۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولکن الیقین الذی یعقبہ فی قلوب الناس — اصل چیز عدد و روات نہیں بلکہ اصل چیز یقین

کما نبھنا علی ذلک فی بیان حال الصحابۃ — اور اطمینان ہے۔

رحجۃ اللہ ج ا صہ ۱۹۱

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ اہل حدیث محض فن کے حفاظ کا نام نہیں بلکہ ان کے نزدیک فہم و استدلال کے لیے کچھ اصول ہیں جو کتاب و سنت ہی سے ماخوذ ہیں وہ تقلیدی نہیں بلکہ ان میں یقین اور اطمینان حاصل ہوتا ہے

پھر صہ ۱۵۹ ج ا میں فرماتے ہیں۔ "میں نے سُنا ہے کہ گروہ صرف دو ہیں۔ اہل ظاہر اور اہل الرائے' تیسرا کوئی گروہ نہیں جو بھی قیاس کرے اور استنباط کرے وہ اہل الرائے ہے۔ یہ قطعاً غلط ہے۔ اور رائے سے مراد عقل اور فہم نہیں کیونکہ اس کے سوا تو اہل علم کے لیے کوئی چارہ ہی نہیں اور نہ ہی اس سے وہ رائے مراد ہے جس کا کتاب و سنت سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ یہ تو کوئی مسلمان پسند ہی نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی رائے استنباط اور قیاس پر قدرت کا نام ہے۔ کیونکہ امام احمد اسحاق بلکہ امام شافعی قیاس اور استنباط فرماتے ہیں لیکن وہ بالاتفاق اہل الرائے نہیں ہیں۔ بلکہ اہل الرائے سے مراد وہ حضرات ہیں جو اجماعی اور جمہور ائمہ میں متفق مسائل کے علاوہ متقدمین سے کسی متعین بزرگ کے اصول پر استنباط اور تخریج فرماتے ہیں اور نظایر کو نظایر پر محمول فرماتے ہیں اور معینہ اصولوں کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور اس کے لیے احادیث اور آثار کے تتبع کا تکلف نہیں فرماتے۔ اور ظاہری علماء حافظ ابن حزم اور داؤد ظاہری حضرات قیاس اور آثار دونوں کو حجت نہیں سمجھتے اور محققین اہل سنت' اہل الرائے اور اہل ظاہر کے بین بین ہیں"۔

شاہ صاحب کے اس ارشاد سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

۱۔ اہل حدیث صرف اہل فن نہیں بلکہ یہ ایک مکتب فکر ہے۔

۲۔ فقہائے کوفہ کے علاوہ باقی ائمہ اجتہاد اہل حدیث ہی سے تعلق رکھتے ہیں ان کے اتباع اور مقلدین کو اہل حدیث نہ کہلا سکیں۔

۳۔ اہل حدیث قیاس جلی اور نظائر کے حکم کو مانتے ہیں اور اجتہاد و استنباط کے قایل ہیں۔

۴۔ اہل حدیث اور اہل ظاہر دو مختلف فکر ہیں اور اہل الرائے ان دونوں سے الگ ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵- اہل حدیث کتاب وسنت کے علاوہ صحابہ اور سلف کے ارشادات کو اصل سمجھتے ہیں۔ اور اس پر اپنے فہم اور استنباط کی بنیاد رکھتے ہیں۔

۷- اہل الرائے مسایل کے استنباط میں مخصوص اہل علم کے اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ کتاب وسنت ان کے پیش نظر نہیں ہوتے۔

۰- اہل حدیث مکتب فکر اہل الرائے اور اہل ظاہر کے علاوہ ہے۔

شاہ صاحب نے اس قسم کی تصریحات حجۃ اللہ کے علاوہ تفہیمات و انصاف، عقد الجید وغیرہ میں بھی فرمائی ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے فتاویٰ عزیزیہ، تفسیر فتح العزیز میں اسی موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے۔ صراط مستقیم میں حضرت سید احمد شہید نے بھی جمود اور مروجہ تقلید کے متعلق کافی وضاحت فرمائی ہے۔ ان تصریحات کی تائید شاہ اسماعیل شہید نے بھی فرمائی ہے۔ علامہ شوکانی نے القول المفید میں بقدر ضرورت تفصیل کے ساتھ ائمہ حدیث کے مسلک کی وضاحت فرمائی ہے۔

ایقاظ ھمم اولی الابصار میں امام یحییٰ فلانی بھی محدثین کے مسلک کی تائید فرمائی ہے۔

ابن عبدالبر نے "جامع بیان العلم وفضلہ" میں اہل الرائے اور اہل حدیث کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اور مسلک اہل حدیث کو راجح اور صحیح تصور کیا ہے۔ ان کی تصریحات کے لیے وقت اور کسی دوسری صحبت کی ضرورت ہے۔ حقیقت پسند آدمی ان تصریحات کا مطالعہ کرے تو اسے یقین ہو گا کہ اہل حدیث محض حفاظ حدیث کا نام نہیں بلکہ ان حضرات کا طریق فکر ہے جس پر تفقہ اور اجتہاد کی بنیاد کتاب وسنت اور سلف امت کے ارشادات پر رکھی گئی ہے۔ تقلید شخصی اور جمود کے لیے اس مسلک میں کوئی مقام نہیں۔

شہرستانی (۵۴۸ھ) دور جمود کے آغاز سے بہت قریب ہیں۔ فرق اور مذاہب کے اجتماع اور افتراق پر ان کی نظر غایر اور وسیع ہے۔ ان کی کتاب الملل والنحل اس موضوع کی مستند دستاویز شمار کی جاتی ہے، ان کی تصریحات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اہل حدیث ایک مکتب فکر ہے۔ جسے فقہی مکاتب میں سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ یہ محض حدیث کی خدمت کا نام نہیں

ثم المجتہدون من ائمۃ الامۃ محصورون   ائمہ مجتہدین کی دو ہی قسمیں ہیں اصحاب الحدیث

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

في صنفين لا يعدوان الى ثالث اصحاب الحديث واصحاب الرأي۔ اصحاب الحديث هم اهل الحجاز واصحاب مالك بن انس واصحاب محمد بن ادريس الشافعي و اصحاب سفيان الثوري واصحاب احمد بن حنبل واصحاب داؤد بن علي بن محمد الاصفهاني وانما سموا اصحاب الحديث لان عنايتهم بتحصيل الاحاديث ونقل الاخبار وبناء الاحكام على النصوص ولا يرجعون الى القياس الجلي والخفي ما وجدوا خبرا او اثرا (صـ۴۶ ج ۲ برحاشیہ کتاب الفصل لابن حزم)

اور اصحاب الرائے۔ اصحاب الحدیث کا مسکن حجاز ہے۔ امام مالک اور ان کے تلامذہ، امام شافعی اور ان کے شاگرد، سفیان ثوری اور ان کے رفقاء امام احمد کے ساتھی اور امام داؤد ظاہری کے خدام۔ انہیں اہل حدیث اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کی توجہ حدیث اور اخبار کی طرف ہے اور احکام کی بنیاد نصوص پر رکھتے ہیں۔ جب تک حدیث موجود ہو وہ قیاس جلی اور خفی کی پرواہ نہیں کرتے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

اصحاب الرأي وهم اهل العراق هم اصحاب ابي حنيفة النعمان بن ثابت و من اصحابه محمد بن الحسن وابو يوسف يعقوب بن محمد القاضي وزفر بن هذيل والحسن بن زياد اللؤلؤي وابن سماعه وعافية القاضي وابو مطيع البلخي والبشر المريسي وانما سموا اصحاب الرأي لان عنايتهم بتحصيل وجه من القياس والمعنى المستنبط من الاحكام وبناء الحوادث عليها وربما يقدمون القياس الجلي على اخبار الاحاد (شہرستانی صفحہ ۲۰۴ ج ۲)

اہل عراق کو اصحاب الرائے کہا جاتا ہے یہ امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ ہیں انہی میں امام محمد، امام ابو یوسف قاضی زفر، حسن بن زیاد، ابن سماعہ قاضی عافیہ ابو مطیع بلخی اور بشر مریسی وغیرہ شمار ہوتے ہیں۔ انہیں اصحاب الرائے اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کی زیادہ تر توجہ قیاس اور معانی کے استنباط کی طرف ہے اور احکام کی بناء ان قیاس پر رکھتے ہیں۔ اور بسا اوقات قیاس جلی کے سامنے خبر واحد کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔

02086

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجۃ اللہ کا مقام "باب الفرق بین اھل الحدیث و اھل الرای" شہرستانی کے اسی مقام کی شرح معلوم ہوتی ہے۔ ہمارا مقصد اس وقت اس جہالت آمیز غلط فہمی کی اصلاح ہے جو بعض علمی حلقوں کی طرف سے پھیلائی گئی ہے کہ

"اہل حدیث محض فنی خدمت کا نام ہے"

شہرستانی کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں قدیم مکتب فکر ہیں، جو اختلاف کے باوجود ایک دوسرے سے استفادہ کرتے۔ ان کا باہم ردوتردید کا مشغلہ تو رہا ہے مگر کسی نے ایک دوسرے کی تکفیر نہیں کی۔

شہرستانی کے دونوں اقتباسات سے ظاہر ہے کہ اصحاب الحدیث ایک مکتب فکر ہے جس نے احادیث کے متون اور اسانید کی حفاظت فرمائی۔ پھر اس پر فقہی تبویب فرمائی۔ فروع اور عقاید کی صحت پر استدلال فرمایا شخصی آرار تو ان کے ہاں کوئی قیمتی چیز نہیں۔ اس لیے فقہائے عراق یا دوسرے فقہار کی طرح ان لوگوں نے اپنی فقہ ایجاد نہیں فرمائی، تاکہ لوگ اس پر تقلیدی انداز میں اعتماد نہ کرنے لگیں لیکن کتاب وسنت سے استنباط کی راہیں اور قیاس صحیح کے استعمال کی راہ کھولی شخصی آرار پر نصوص شرعیہ کی برتری کو واضح کیا اور فقہ الحدیث کا بہت بڑا ذخیرہ اہل علم کے سامنے رکھ دیا۔

تاریخ کے امام اور تنقید کے مؤسس علامہ عبدالرحمان ابن خلدون ؒ ۸۰۸ھ کا ایک اقتباس قابل غور ہے، فرماتے ہیں:

وانقسم الفقه فيهم الى طريقين طريق اهل الراى والقياس وهم اهل العراق وطريقة اهل الحديث وهم اهل الحجاز وكان الحديث قليلا فى اهل العراق لما قدمناه فاستكثروا من القياس ومهروا فيه فلذالك قيل اهل الراى ومقدم جماعتهم الذى استقر المذهب فيه وفى اصحابه ابوحنيفة (مقدمه ابن خلدون ص۳۸۹)

"فقہ کی دو قسمیں ہوگئیں۔ فقہ اہل الرائے جن کا مرکز عراق ہے۔ اور فقہ اہل الحدیث جن کا مرکز حجاز ہے اہل عراق میں حدیث کا چرچا کم تھا اور وہ قیاس میں ماہر تھے ان کے امام حضرت امام ابوحنیفہ ؒ ہیں۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن خلدون کا تاریخی مقام پڑھے لکھے لوگوں سے مخفی نہیں۔ ان کے اس ارشاد سے ظاہر ہے۔ کہ اہل حدیث کو محض حفظ حدیث تک محدود رکھنا تاریخ سے بہت بڑی بے خبری ہے۔ یا عصبیت کی وجہ سے دیانت میں نقص۔

اسی طرح ایک اقتباس علامہ المنصور عبد القاہر البغدادی (۴۲۹ھ) کا گذر چکا ہے۔

علامہ کاتب چلپی کی نظر اصحاب مذاہب اور ان کی تصنیف پر جس قدر ہے۔ وہ ان کی کتاب "کشف الظنون" سے ظاہر ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

واکثر التصانیف فی اصول الفقہ لاھل الاعتزال المخالفین لنا فی الاصول ولاھل الحدیث المخالفین لنا فی الفروع (کشف الظنون ص۹۰، ابجد العلوم ج۱ ص ۳۲۵)

معلوم ہے جو لوگ اصول فقہ میں اصحاب التصانیف ہیں۔ وہ محض الفاظ کے حافظ نہیں۔ وہ فہم الفاظ میں بھی تحقیقی نظر رکھتے ہیں۔ ان کی اصول فقہ پر دقیق نظر ہے۔ اس لیے انہیں فن کا رکہنا کسی فن کار ہی کا کام ہے۔ کوئی عالم یہ جرأت نہیں کر سکتا۔

اہل حدیث اور متکلمین:

دوسری صدی میں صفات باری کے متعلق فلاسفہ اور متکلمین نے جو دھاندلی مچائی تاریخ مذاہب کے غواص اس سے بے خبر نہیں ہیں۔ اس دور میں اہل حدیث نے جس پامردی سے ان فتنوں کا مقابلہ کیا وہ تاریخ کی ایک حقیقت ہے۔ قید و بند کے مصائب اہل حدیث نے جس طرح برداشت کئے وہ ایسی داستان نہیں جسے بھلایا جاسکے یہ ہنگامہ دوسری صدی سے شروع ہو کر تقریباً آٹھویں صدی تک رہا۔ اس دور کے متکلمین اور فقہاء محدثین کی تصانیف میں اہل حدیث کا تذکرہ بڑی کثرت سے پایا جاتا ہے ارباب تاویل کے سامنے ظواہر نصوص پر اڑنا اور مخالفین سے نمٹنا آسان نہ تھا۔ لیکن اس وقت اہل حدیث نے یہ جنگ بڑی جوانمردی سے لڑی۔ مامون الرشید سے شروع ہو کر متوکل علی اللہ کی حکومت تک ان پر کیا گذری اسے تاریخ کے طالب علم خوب جانتے ہیں۔ اس دور کی ان کتابوں میں یہ مباحث موجود ہیں۔ اہل الحدیث کا تذکرہ جس انداز سے آیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ محض الفاظ کے حافظ اور فن کار نہیں بلکہ ان کی نظر معانی کی روح اور ان کے دور رس عواقب پر نظر ہے۔

حافظ ابن القیم اور ان کے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس معرکہ رستخیز اور اس میدان کارزار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بہادر سپاہی ہیں۔ اپنی تصانیف میں ان مباحث کا ذکر فرماتے ہوئے اہل حدیث کا ذکر جس عقیدت سے کرتے ہیں، وہ صرف حفظ الفاظ کی وجہ سے نہیں۔ اعتزال وجہمیت و تشبیہ و تعطیل کے خارزار میں ظواہر نصوص کا ساتھ دینا معمولی بات نہیں۔

حافظ ابن قیم کی کتاب "الکافیہ الشافیہ فی الانتصار للفرقۃ الناجیہ" اس معرکہ کارزار کا رجز ہے، جس میں وہ بار بار اہل حدیث کا تذکرہ ان لوگوں میں کرتے ہیں جنہوں نے فلاسفہ اور متکلمین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سنت کی حمایت فرمائی، تاویل کی دھاندلیوں سے عامۃ المسلمین کو بچایا۔ چند حوالے ملاحظہ فرمائیے:

لاتبهتوا اهل الحديث به فما ذا نولهم تبا للذى البهتان

اہل حدیث پر بہتان مت لگا بہتان لگانے والوں کی حالت قابل افسوس ہے

هذا هو الحشوى لا اهل الحديث ائمة الاسلام والايمان

حشوی در اصل یہ لوگ ہیں۔ اہل حدیث تو اسلام اور ایمان کے امام ہیں

اسماء سميتم بها اهل الحديث وناصرى القرآن والايمان

تم نے اہل حدیث کے کئی نام رکھے ہیں اور وہ صرف قرآن اور ایمان کے معاون ہیں

من سبهم اهل الحديث ودينهم اخذ الحديث وترك قول فلان

یہ اہل حدیث کو گالیاں دیتے ہیں حالانکہ ان کا مذہب حدیث ہے اور اقوال رجال کو ترک کرنا

وكذلك اصحاب الحديث فانهم ضربت لهم ولكم هذا امثلان

اسی طرح اہل حدیث کی اور تمہاری دو الگ الگ مثالیں ہیں

والى اهل العرفان من اهل الحديث خلاصة الانسان والاكوان

اور اہل حدیث اصحاب معرفت ہیں اور انسانیت کا خلاصہ ہیں

(قصیدہ نونیہ صہ۲۲)

قصیدہ نونیہ کا شاید ہی کوئی ورق ہو جس میں کسی نہ کسی طریق سے اہل حدیث مکتب فکر کا تذکرہ نہ آیا ہو۔

علامہ بزدوی خبر واحد کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال بعض اهل الحدیث یوجب علم الیقین — خبر واحد سے یقینی علم حاصل ہوتا ہے۔

(اصول بزدوی ص۶۹۱ ج۲)

اصول بزدوی کے شارح علامہ عبدالعزیز بخاری فرماتے ہیں:

ذھب اکثر اصحاب الحدیث الی ان الاخبار التی حکم اھل الصنعۃ بصحتہا توجب علم الیقین (ص۶۹۱ ج۲) — اکثر اصحاب الحدیث کا خیال ہے کہ جن خبروں کو اصحاب فن نے صحیح فرمایا ہے ان سے یقینی علم حاصل ہوتا ہے۔

علامہ عبدالعزیز بخاری مرسل کی حجیت کا ذکر کرتے ہوئے اہل حدیث پر طعن فرماتے ہیں

انھم سموا انفسھم اصحاب الحدیث و انتسبوا انفسھم لحیازۃ الحدیث والعمل بہا ثم ردوا منہا ما ھو اقوی اقسامہا (ص۲۲۵ ج۳) — یہ لوگ اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں اور حدیث پر عمل اور اس کی حفاظت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اس کی قوی ترین اقسام کا انکار کرتے ہیں۔

یہ تلخ نوائی محض حفاظ الفاظ پر نہیں۔ یہ تحقیقی مسئلہ ہے جس میں اہل حدیث کی رائے قدمائے احناف کے خلاف ہے۔

دوسرے مقام پر اسی کشف الاسرار میں انبیاء کے لیے رائے اور اجتہاد کے جواز کا تذکرہ فرماتے ہیں:

ھو منقول عن ابی یوسف من اصحابنا وھو مذھب مالک والشافعی وعامۃ اھل الحدیث (ص۹۲۵ ج۳) — انبیاء کے لیے اجتہاد کی اجازت ہے امام ابو یوسف، مالک، شافعی اور اکثر اہل حدیث کا یہی مذہب ہے۔

اس میں مذہب اہل حدیث کا تذکرہ بیسیوں مقامات پر آیا ہے۔ حسامی کی شرح غایۃ التحقیق میں اکثر مقامات پر اہل حدیث کا ذکر موجود ہے۔

اس لیے اہل حدیث سے مراد صرف حفاظ الفاظ حدیث مراد لینا انتہائی لاعلمی اور بے خبری ہے۔ قدماء کی کتابوں میں دوسرے مکاتب فکر کی طرح اہل حدیث کا بھی ذکر آتا ہے۔ اصول فقہ میں یہ تذکرہ خاص طور پر ملتا ہے کیونکہ حسب ارشاد علامہ کاتب چلپی اس فن کے نو بانی ہی معتزلہ ہیں اور اصحاب الحدیث نہیں۔ البتہ متاخرین میں عصبیت بڑھنی گئی اور اقتدار بھی اہل تعصب کے ہاتھوں میں آگیا تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومت اور اقتدار کے نشہ میں اہل حدیث کا ذکر کم ہوتا گیا اور نفرت بڑھتی گئی۔

تیسری صدی تک تو پورے فارس پر مسلک اہل حدیث کا اقتدار تھا۔ مصنفین صحاح اور دوسرے علم حدیث کے مدون زیادہ تر اسی علاقہ کے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہی حضرات کو توفیق بخشی کہ علوم کو آئندہ آنے والے لوگوں تک پہنچائیں اور انہوں نے یہ فرض ادا فرمایا فجزاهم عن المسلمين احسن الجزاء ان حضرات کی علوم پر نظر کا یہ حال تھا کہ تجوید میں بھی ان کی رائے کا تذکرہ ایک مکتب فکر کے لحاظ سے ہوا ہے۔ ائمہ قرأت میں اختلاف ہے کہ آیہ وما یعلمون تاویلہ الا اللہ پر وقف ہے یا نہیں۔ تجوید اور قرأت کے متعلق مستند کتاب النشر فی القرآت العشر للعلامہ محمد بن محمد الدمشقی ۸۳۳ھ میں فرماتے ہیں کہ الا اللہ پر وقف تام ہے وھو مذھب ابی حنیفۃ و اکثر اھل الحدیث (ص ۲۲۷ ج ۱)

قدماء اہل حدیث ان تمام راہوں سے آگاہ تھے جن پر فقہائے متاخرین کو ناز ہے۔

فقہ اور اہلحدیث

بچپن میں سنتے تھے کہ:

اہل حدیث کی مثال عطار کی ہے اور فقہاء کی مثال طبیب کی۔

اس کا اثر ذہن پر یہ ہوتا تھا کہ شاید یہ دو گروہ ہیں۔ فقہاء عطاری نہیں کرتے اور اہل حدیث حدیث کے طبیب نہیں ہوتے۔ لیکن جب علوم حدیث اور ذخائر سنت دیکھنے کا موقعہ ملا تو معلوم ہوا کہ یہ دو فرقے نہیں بلکہ علمی زندگی میں طبعی رجحانات کے مطابق ایک خاص طریق ہے جسے پسند کر لیا گیا۔ نہ اس کا یہ مطلب ہے کہ محدثین فقہ نہیں جانتے۔ نہ یہ درست ہے کہ فقہاء حدیث نہیں جانتے قدرت نے سب کو استعداد عطا فرمائی ہے جس کام کے لئے کسی نے اس استعداد کو استعمال کیا وہ چیز اسے عطا کر دی گئی۔

ائمہ حدیث کے حالات جب ہم پڑھتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ درس میں موجود تھے۔ حدیث کی کتابت اور حفظ و ضبط اور اس میں تفقہ کا مشغلہ اس وقت موجود تھا۔ صحابہ حدیث کا دور اور حفظ اسی طرح فرماتے تھے جس طرح حفاظ قرآن کرتے ہیں۔ فہم کے لیے بھی اسی طرح محنت کرتے تھے لیکن اس وقت اس کی شکل تذکرے اور نوٹ کی تھی۔ کتاب کی طرح مدون نہ تھی۔ صحابہ اس کے غوامض کو سمجھتے تھے لیکن مروجہ کتب فقہ یا شرح حدیث کی طرح لکھنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے اس کے باوجود وہ فقیہ بھی تھے اور محدث بھی، اہل حدیث بھی تھے اور اصحاب فقہ بھی۔ کسی چیز کی فنی تدوین دوسری چیز ہے اور اس کا صحیح فہم دوسری چیز۔ صحابہ کے ان تذکروں میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کا پورا تذکرہ امام احمد بن حنبل نے مسند میں نقل فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ کی مسند بواسطہ وہب بن منبہ مطبوعہ موجود ہے۔ تابعین کا یہ سلسلہ اور بڑھ گیا۔ اور یہ نوٹ اور ضخیم ہو گئے۔ زہری، ابن عیینہ، عمر بن عبدالعزیز کے تذکرے اب بھی دستیاب ہو سکتے ہیں۔ مسند احمد میں یہی نوٹ بصورت مسانید موجود ہیں اور یہ ضخیم چھ جلدوں میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ صدیوں سے ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ یہ دور فقہاء اور محدثین کا ہے۔ وہ احادیث کو حفظ بھی کرتے ہیں، اس کے مضمون کو سمجھ کر اس کی روشنی میں فتوے بھی دیتے ہیں۔ اس کے مواد کے لیے محلی ابن حزم، مغنی ابن قدامہ، مصنف ابن ابی شیبہ ہمارے ہاتھوں میں ہے جس میں آثار کی بڑی مقدار موجود ہے اسے فقہ کہیے یا آثار۔ ان لوگوں نے قرآن اور سنت سے سمجھ کر یہ فتوے دیئے، بلکہ محدثین کی فقہ کے لیے تو قرآن و سنت کے بعد یہی آثار اجتہاد اور استنباط کی اساس اور بنیاد ہیں (حجۃ اللہ ص ۱۱۹ ج ۱)

تدوین حدیث کا دور:

اس کے بعد تدوین حدیث کا دور شروع ہوتا ہے۔ اس وقت کی مصنفات میں احادیث پر تبویب کی گئی ہے۔ صحیح بخاری، نسائی، ترمذی، موطا، ابن ماجہ وغیرہ کے مصنفین نے تبویب کی ہے، احادیث سے مسائل استنباط فرمائے ہیں جس سے انسان میں قوت استنباط پیدا ہوتی ہے۔ مذاہب اربعہ کی کتب فقہ تو مسائل کی نقل ہے۔ ان کتابوں سے استنباط کا ملکہ مشکل ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ ان ضخیم کتابوں کے ہوتے ہوئے کیسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ فقیہ نہیں۔ ان کا کام الفاظ حدیث کا حفظ تھا، یہ صرف فن کار تھے۔ ایک پڑھا لکھا شخص جسے حدیث کی کتابوں پر سرسری عبور بھی ہو اسے یہ جرات نہیں ہو سکتی کہ وہ ائمہ حدیث کو غیر فقیہ کہے۔

امام بخاری کی تبویب نے بڑے بڑے ارباب فقہ و بصیرت کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ باقی محدثین ابوداؤد، نسائی، ترمذی، موطا، ابن ماجہ کی تبویب نے ان کے تفقہ اور فقہی بصیرت کو واضح کر دیا ہے۔ جہاں تک احادیث سے مسائل کے استخراج اور فہم کا تعلق ہے۔ ائمہ حدیث کی تبویب میں صحیح اور معیاری فقہ پائی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے۔

اگر فقہ فرضی صورتوں کا نام ہے اور اس سے غیر موجود بلکہ ناممکن الوقوع معاملات اور احکام کا تعلق ہے تو واقعی اہل حدیث کی فقہ یا فقہ الحدیث میں اس کا ثبوت نہیں ملے گا یہ خوبی فقہ العراق میں ہوگی۔ لیکن یہ دراصل فقہ نہیں۔ ایسی حدیث کا مقام تو مصطلح فقہاء سے کہیں زیادہ ہے۔

فرضی صورتوں پر احکام مرتب کرنا بھی کوئی مشکل چیز نہیں لیکن علم مالم یقع والجہل عما وقع اہل حدیث کے نزدیک اسے فقہ کہنا ہی درست نہیں۔

شاہ ولی اللہ چاہتے ہیں کہ مروجہ فقہ کو حدیث اور آثار سلف کی تائید حاصل ہو۔ اور ظاہریت خالصہ کو تفقہ اور قیاس جلی سے ہم آہنگ کیا جائے ہندوستان میں تحریک اہل حدیث کا مقصد صرف اسی قدر ہے جسے مستقل طور پر گھبراہٹ کا پیغام سمجھ لیا گیا ہے۔ اور حضرات دیوبند اور ارباب بریلی دونوں اس مکتب فکر سے گھبرانے لگے۔ حضرات بریلی سے تو کوئی شکوہ نہیں کیونکہ وہاں پورا انحصار ہی جذبات اور چند نعروں پر ہے عوام کی پیدا کی ہوئی رسوم اور چند بدعات کا نام شریعت رکھ لیا گیا اور غلط قسم کے رکھ رکھاؤ کو ادب سے تعبیر کر لیا گیا ہے اور ان حضرات کے نزدیک یہی چیزیں کتاب وسنت کا نعم البدل ہیں۔ یہ حضرات توحید وسنت کی ٹھوس آواز سے ڈریں تو بجا ہے لیکن تعجب حضرات دیوبند سے ہے وہ بھی وہابی کے لفظ سے اس قدر گھبرائے کہ میدان چھوڑ گئے۔

سانحہ بالاکوٹ کے بعد ان حضرات کی رسمی تصوف کے ساتھ کچھ ایسی وابستگی ہوئی اور بیعت عادات ان میں کچھ اس انداز سے آئی کہ یہ حضرات بریلی سے بہت قریب پہنچ گئے۔ اذکار اوراد میں بھی سنت کا معیاری مقام قائم نہ رہ سکا نماز کے وقت اور طہارت میں بھی تسکین اور اطمینان قریباً ختم ہوگیا اور خشوع انابت خوف اور اطمینان برائے نام رہ گیا۔ یہ گراوٹ شاہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ہی شروع ہوگئی تھی لیکن بتدریج بڑھتی گئی توحید کا صحیح موقف بعض حضرات میں تو بے شک نمایاں رہا۔ لیکن اکثر ابناء دیوبند نے قریباً بریلویت کی چوکھٹ پر گھٹنے ٹیک دیئے اور جو قافلہ اقامت دین اور توحید وسنت کی سرپرستی کے لیے بالاکوٹ کے میدان میں فرد کش ہوا تھا جس نے عہد کیا تھا کہ شاہ ولی اللہ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجدیدی عوامل اور مقاصد کی روشنی میں دنیا تک اسلام کا پیغام پہنچائیں گے سو وہ بریلویت سے ڈر کر اور وہابیت کی تہمت سے گھبرا کر دم توڑ گیا اور اپنے موحد ساتھیوں کو چھوڑ کر بریلوی حضرات سے صلح کی راہیں تلاش کرنے لگا ہمیں ۱۸۳۱ء کے بعد یہ گروہ بدستور پسپا ہوتا گیا اور نہ صرف یہ کہ میدانِ وغا سے پیچھے ہٹ گیا بلکہ تحریک کی روح جمود اور آزادی فکر سے بھی دستکش ہو گیا۔ میں نے سابقہ گذارشات میں شاہ صاحب کی تحریک کے مقاصد کا تذکرہ حضرت شاہ صاحب کی زبان اور حضرت ہی کے ملفوظات سے عرض کیا ہے۔ آپ خود فیصلہ فرمائیں گے کہ شاہ صاحب کے ساتھ انتہائی عقیدت کے باوجود یہ امانت محفوظ نہیں رکھی جا سکی۔ بلکہ شاہ اسحاق کے تلامذہ سے اس کی سرپرستی صرف شیخ الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب اور ان کے تلامذہ نے فرمائی جب تحریک کے سیاسی مقاصد کی تکمیل بظاہر مشکل ہو گئی تو اسے زیرِ زمین لے جا کر اپنی بساط کے مطابق اسے زندہ رکھا گیا۔ مولانا ولایت علی اور مولانا عنایت علی صاحب سے شروع ہو کر مولانا عبد اللہ صاحب غازی پوری اور مولانا عبد العزیز صاحب رحیم آبادی اور اس کے بعد مولوی ولی محمد اور مولوی فضل الٰہی مرحوم اور محمد حسین مجاہد کوٹ بھوانیداس وغیرہم نے اس کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائی۔ رہے حضرات دیوبند سو وہ ملک کی ملی جلی تحریکات میں کام کرتے رہے لیکن یہ خالص دینی تحریک ان کے فیوض سے محروم رہی تا آنکہ ملک کی تقسیم نے صورتِ حال کو بالکل بدل کر رکھ دیا۔ یہ تو سیاسی صورتِ حال تھی لیکن دینی پہلو سے یہ حضرات شاہ صاحب کے پروگرام سے کافی الگ ہو گئے جس جمود کو شاہ صاحب ختم کرنا چاہتے تھے۔ دیوبند نے پورے زور سے اس کے احیاء کی دعوت دی۔ پوری قوت سے اس کی سرپرستی کی۔ اس لیے میری ناقص رائے یہ ہے کہ شاہ صاحب کی تحریک کے مقاصد کو سیاسی، علمی، معاشی اور فقہی طور پر اپنی بساط کے مطابق جماعت اہل حدیث نے پورا کیا اور ان شاء اللہ کرتے رہیں گے۔

در عہد نیست یا جاناں کہ تا جاں در بدن دارم
ہوا خواہان کویش را چو جان خویشتن دارم

ارباب دیوبند کی اس مصلحت اندیشی کا یہ اثر ہو رہا ہے کہ ان میں توحید کے داعی حضرات کو خارجی کا خطاب دیا جا رہا ہے اور عوام کو مطمئن کیا جا رہا ہے کہ یہ لوگ دیوبندی نہیں ہیں۔ اس انتقامی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جذبہ کی تسکین کے لیے نئے نئے مسایل پیدا کیے جا رہے ہیں جو اس اہمیت کے ساتھ پہلے کبھی سامنے نہیں آئے۔

شاہ صاحب سے علیحدگی

اب ایک اور نوجوان گروہ پیدا ہو رہا ہے جسے شاہ صاحب کے مقاصد سے کوئی دلچسپی نہیں بلکہ وہ شاہ صاحب کے متعلق عجیب انداز سے بدگمانیاں پیدا کر رہا ہے یہ حضرت علامہ سید محمد زاہد کوثری مصری سے زیادہ متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ ایمہ حدیث کے خلاف بدگمانی پیدا کرتے ہیں رجال کے تذکروں میں قطع و برید کر کے ایمہ حدیث کو بدنام کرتے ہیں۔ ان کے موجودہ سے ایک قابل احترام بزرگ ابن ماجہ کے مقدمہ میں شاہ صاحب کے متعلق فرماتے ہیں۔

واما ما قال رحمہ اللہ وان شئت حنیفة ما قلنا ہ فلخص اقوال ابراھیم من کتاب الاثار لمحمد وجامع عبد الرزاق الخ فھذا دابہ فی تصانیفہ اذا اتی بدعوی یاتی بکلام یدھش الناظر الی ما تمس الیہ الحاجہ ص۳۲

شاہ ولی اللہ صاحب کا خیال ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ عموماً حضرت ابراہیم نخعی کے خیالات کا تتبع فرماتے ہیں ان کے اجتہاد اور فقہ پر حضرت امام نخعی کا بہت زیادہ اثر ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب کی عادت ہے کہ جب وہ کسی معاملہ کے متعلق لکھتے ہیں تو دہشت پھیلا دیتے ہیں۔ حالانکہ بات فی الحقیقت اس طرح نہیں ہوتی۔

اس کے بعد فرماتے ہیں فنحن بحمد اللہ قد طالعنا کتاب الاثار ولخصنا اقوال ابراھیم النخعی رضی اللہ عنہ ثم قایسنا ہا بمذھب الامام فوجدنا الامام مجتھدا کما اجتھد النخعی و اقرانہ ونراہ فی کثیر من المواضع یترک رای ابراھیم ورای ہ ظھریا ص۳۲ ہم نے کتاب الاثار امام محمد کا مطالعہ کر کے امام نخعی اور حضرت امام ابو حنیفہ کے اقوال کی تلخیص کی ہے امام کئی مقام پر حضرت ابراہیم نخعی کی رائے کو ترک فرما دیتے اھ۔ یہ محض حب علی کے انداز سے فرمایا گیا ہے۔ حقیقت وہی ہے جو حضرت شاہ صاحب نے بیان فرمائی۔ چنانچہ اس حقیقت کا اعتراف خود بخود زبان قلم پر آگیا اور فرمایا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وان کان لاینکران لاراء ابراھیم النخعی اثراً خاصاً فی تفقیہ الامام ابی حنیفۃ واجتہادہ (حوالہ مذکور) لیکن اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا حضرت امام ابوحنیفہ رح کے اجتہاد اور تفقہ پر خاص اثر ہے اھ۔

شاہ صاحب نے حجۃ اللہ میں جہاں یہ تقابل فرمایا ہے ان کا مقصد قلت و کثرت عددی اور حساب کے قواعد کے لحاظ سے نہیں ان کا مقصد یہی تاثر ہے۔ آخر آپ حضرت صاحبین کو دو تہائی مذہب میں اختلاف کے باوجود حضرت امام والا مقام کے مقلد مانتے ہیں۔ حضرت امام بھی امام نخعی سے متاثر ہوں تو اس میں جرم کیا ہے اگر تقلید کا مطلب یہی تاثر ہے تو یہ فطرت انسانی کا تقاضا ہے۔

میرا خیال ہے کہ دیوبندی ذہن یا حضرات احناف سے توحید پسند گروہ پر یہ تیسرا انقلاب رونما ہو رہا ہے یعنی ۱۸۳۱ء سے پہلے یہ حضرات اہلحدیث سے قریب تھے اور حنفیت کے باوجود فقہی جمود کو نہ صرف یہ کہ پسند نہیں فرماتے تھے بلکہ اسے کلی طور پر ختم کرنا چاہتے تھے یہی شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کا اصلی تجدیدی کارنامہ تھا۔

۱۸۳۱ء کے بعد ان میں اکثر حضرات تحریک توحید اور اقامت دین سے بالکل الگ ہو گئے اور اسلام کی خدمت کے لیے صرف اسی حد تک مطمئن ہو گئے جو اشاعت حنفیت اور فقہی جمود کے مرادف ہو یہ لوگ شاہ صاحب کے خلفاء کے ساتھ نہ چل سکے اس لیے کہ وہ جامد تقلید کے حامی نہ تھے دیوبند کی تاسیس حنفیت خالصہ کی اشاعت کے لیے عمل میں آئی لیکن محدثین کا احترام شاہ صاحب کی تحریک سے ان کو وراثت میں ملا تھا اور یہ حضرات علامہ کوثری سے متاثر نہیں یہ حضرات جمود کے داعی ہیں اور اہل حدیث سے بغض ان حضرات کو علامہ کوثری سے وراثت میں ملا ہے اور اس کے ساتھ ہی حدیث کو حجت شرعی سمجھتے ہیں یہ ہلکا سا تضاد ہے جسے علم اور مطالعہ کے زور سے اطمینان قلب کی حد تک یہ حضرات حل فرما لیتے ہیں لیکن ان حضرات کے اذہان میں شاہ صاحب کے تجدیدی کارناموں کا وہ احترام نہیں جو قدماء دیوبند میں تھا شاید کہ یہ حضرات وسعت مطالعہ سے فکری جمود کو توڑیں اور اپنے نظریات کی بنیاد تقلید کی بجائے علم اور تحقیق پر رکھیں۔ ظاہری تنقیص کے باوجود اس میں محدثین کے مسلک کی تائید اور توثیق ہو گی۔ ہماری دلی دلچسپیاں اس نئی تحریک کے ساتھ ہیں۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو اخلاص کی توفیق مرحمت فرمائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریک اہلحدیث کا تاریخی موقف اور اُس کی خدمات

دنیا میں اچھی اور بری تحریکیں پیدا ہوتی اور مٹتی رہی ہیں بعض تحریکات کی قوت سے حکومتیں تک متزلزل ہوگئیں ـــــ حسن بن صباح اور جانشین کا اتنا رعب تھا کہ بادشاہ رات کو اپنی آرام گاہوں میں سو نہیں سکتے تھے۔

صالح تحریکوں کا اثر بھی صدیوں تک دلوں کو متاثر کرتا رہا۔ طوعاً و کرہاً لوگ ان تحریکوں سے بہر حال تعاون کرتے رہے۔

تحریک معتزلہ نے مامون الرشید ایسے دانشمند بادشاہ کو بری طرح اپنی گرفت میں لے لیا اور یہ فتنہ متوکل علی اللہ کے زمانہ تک ائمہ سنت کے لیے وبال جان بنا رہا۔ امام احمد اور عبد العزیز کنانی ایسے اہل حق حضرات حق گوئی کی وجہ سے مصائب میں مبتلا رہے بڑے بڑے ائمہ نے خاموش رہنا کو ترجیح دی اس طرح حالات کی ناہمواری کا اعتراف فرمایا رحمہم اللہ۔

تحریک اہلحدیث

یہ بھی اپنے وقت کی ایک تحریک ہے جس کا مقصد

(۱) اسلام میں اعتقادی اور عملی سادگی کو قایم رکھنا اور افراط و تفریط میں اعتدال کی راہ کا تعین اور اس کی پابندی کرنا

(۲) محبت و بغض میں عموماً انسان اعتدال کی حدود کو پھاند جاتا ہے ائمہ حدیث ایسے موقع پر ہمیشہ نقطہ اعتدال کی تلاش فرماتے اور لوگوں کو اس سے آگاہ فرماتے۔

(۳) قرآن و سنت اور ان کے متعلقہ علوم کی تدوین و اشاعت۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہم ، زندگی کے تمام شعبوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام۔

روافض کو اہل بیت کی محبت میں غلو تھا اور خوارج کو ان کے بغض ہیں۔ اہل سنت نے اعتدال کی راہ اختیار کی۔ بعض لوگ اللہ تعالیٰ کو عام انسانوں کی طرح مجسم مانتے تھے اور بعض اس کی صفات کو ایک مفہوم کی حد تک سمجھتے اور ان کی حقیقت سے صاف انکار کرتے۔ ائمہ حدیث نے صفات کی حقیقت کو تسلیم فرمایا اور تشبیہ اور مماثلت کی نفی فرمائی یہی معتدل راہ تھی۔

قیاس کے ہمہ گیر اثر نے نصوص اور صحیح احادیث کو بے کار کر کے رکھ دیا۔ اور ظاہریت کی طغیانی نے قیاس کا سرے سے انکار ہی کر دیا۔ حالانکہ نظائر اور ملتی جلتی چیزوں کے احکام بھی باہم متشابہ رہنے چاہئیں۔ عقل سلیم کا بھی فتویٰ ہے قرآن حکیم نے انزل الکتٰب بالحق والمیزان فرما کر قیاس کے اسی پہلو کو واضح فرمایا ہے۔ حافظ ابن حزم کی محلّٰی کے بعض قیمتی مباحث اہل حق کی آنکھوں کے لیے نور ہیں۔ لیکن بعض مضحکہ خیز توجیہات بھی اہل علم کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ جہاں وہ رکے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کو تو منع فرماتے ہیں۔ لیکن پاخانہ کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ حافظ ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین میں اہل حق کے موقف کی پوری وضاحت فرمائی ہے۔ قیاس کی بہیمیت کا یہ اثر تھا کہ مسکرات اور محرمات کی جزوی رخصت دے کر حرام کو حلال بنانے کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ نبیذ اور طلاء وغیرہ کے مباحث فقہاء رحمہم اللہ کی مستندات میں مرقوم ہیں اور منکرین قیاس نے پاخانہ کی نجاست کو پیشاب سے بھی کم تصور فرمایا۔ اس لیے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ میزان اہل حدیث کے ہاتھ میں ہے جنہوں نے نبیذ اور طلاء کا فیصلہ کل مسکر حرام کی روشنی میں کیا۔ مسکر کا استعمال تو کہیں رہا۔ اس کی صورت کو بدل کر مسکر بنانے کی بھی ممانعت فرما دی۔ اور نجاست کے معاملہ میں پیشاب وغیرہ اور نجاستوں کا ایک ہی حکم تصور فرمایا۔ قیاس صحیح کا بھی یہی تقاضا تھا اور نصوص صحیحہ کا بھی یہی مفاد۔

اہلحدیث اور باقی تحریکات

عموماً تحریکات وقتی تقاضوں کی پیداوار ہوتی ہیں۔ اس لیے وقتی اور مخصوص مقاصد کی تحصیل کے بعد ان تحریکوں کی عمر ختم ہو جاتی ہے۔ مثلاً خاندان نبوت کے ہوا خواہوں نے سمجھا کہ خلافت کا حق موروثی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طور پر اسی خاندان کو ملنا چاہیئے۔ اس لیے اہل بیت کی طہارت و عصمت میں غلو ——— کیا گیا۔ حضرت علی رض کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی قرار دیا گیا۔ نماز اور اذان تک اسی مقصد کے مطابق تبدیل کر دی گئیں۔ لیکن جب اموی اقتدار نے محمد بن الحنفیہ جیسے خاندانی لوگوں کو یزید کی دوستی پر مجبور کر دیا تو تحریک کی معنویت ختم ہو گئی اور اس کے انقلابی ارادے عدم کی نذر ہو گئے۔ تحریک کے ناکام لیڈروں نے تحریک کو عقیدے اور مذہب کا رنگ دے دیا اور اس طرح یہ وقتی مسئلہ ہمیشہ کی تفریق اور دشمنی کا موجب ہو گیا۔ لیڈروں کی ناکامیوں پر پردہ ڈالنے کی یہی صورت تھی جس کے نتیجہ میں اہل بیت کا تقدس بڑھ چڑھ کر بیان کیا گیا ان کی قبریں پجنے لگیں، مجلس عزا نے ایک جشن کی سی صورت اختیار کر لی اور ماتمی جلسہ تقریب شاہی کی نمایش کرنے لگا۔ تحریک مقصدیات کے لحاظ سے ختم ہو گئی لیکن لازوال دشمنی اور تفریق کی ایک بیماری سی امت میں چھوڑ گئی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ شیعہ اور سنی مسلمان میں ایک نوع کا بُعد سا پیدا ہو گیا۔

خوارج نے اس غلو کو توڑنا چاہا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اہل بیت بشری تقاضوں سے بالا نہیں ہیں نہ وہ معصوم اور بے گناہ ہیں اور نہ غلطیوں سے محفوظ۔ بلکہ فی الواقع ان سے غلطیاں سرزد ہوئیں۔ اس اظہار بیان نے غلو کی صورت اختیار کی اور اہل بیت کی تکفیر تک نوبت پہنچ گئی۔ اہل بیت کے اقتدار کے خاتمہ کے ساتھ تحریک کی عملی حیثیت بھی ختم ہو گئی۔ تحریک کے ناکام لیڈروں نے اسے بھی مذہب اور فلسفہ کا رنگ دے کر ایک جدید مذہب کی بنیاد رکھ دی جس کا اسلام سے بہت کم تعلق ہے۔

متکلمین و مبتدعین

اسی طرح بعض عقل پرست حضرات نے اسلام کو اصطلاحی عقل اور یونانی فلسفہ کے ساتھ آمیز کرنے کی کوشش کی جس کے نتیجہ میں اعتزال اور جہمیت پیدا ہوئی۔ خلق قرآن اور صفت باری کی عینیت اور غیریت کے بے ضرورت مباحث پیدا ہو گئے۔ اسلام کو عقل کی روشنی میں سمجھنے کی بجائے اسلام کے بعض اساسی اور بنیادی مسایل کا انکار کیا جانے لگا۔ ہمارے متکلمین پر حافظ ابن تیم رح کی یہ پھبتی کس قدر صحیح ہے:

لا للاسلام نصروا ولا لفلاسفة کسروا — نہ اسلام کی مدد کر سکے اور نہ فلاسفہ ہی کی یورش کا مقابلہ کر سکے

(قصیدہ نونیہ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر علماء اسلام اور ائمہ حدیث نے جب یونانی فلسفہ کا تار پود بکھیر کر رکھ دیا اور یونانی فلسفہ کے وکیل مقدمہ ہار گئے اور ائمہ سنت نے مدافعت کی بجائے فلسفہ پر براہ راست حملے شروع کئے تو اعتزال و جہمیت ایسی تحریکیں اور متکلمین کی موشگافیاں ہی ختم ہو گئیں۔ اور یہ تحریک بھی صرف کتابوں کے اوراق کی زینت بن کر رہ گئی۔ غرض ہر وقتی تحریک کا یہی حشر ہوا۔ اور وہ اپنا کام کر کے یا ناسازگاری حالات کے اثر سے بے اثر ہو گئی۔

معمر ترین تحریک:

اس سارے عرصہ میں تحریک اهلحدیث بدستور کام کرتی رہی۔ اس میں ایسی جامعیت تھی کہ اس کے خدمتگذاروں کو دنیا کے ہر گوشے میں کام ملتا رہا۔ اور ان کی ضرورت محسوس ہوتی رہی۔ پہلی صدی ہجری میں حفظ اور کتابت حدیث۔ دوسری میں تدوین حدیث اور تصنیف و تالیف کی تاسیس کے کام اس کے علاوہ اعتقادی اور عملی بدعات سے دست بدست لڑائی۔ ان بدعات نے بڑی پور دروازوں کو تخریب اسلام کے لیے کھولا تھا ان کی نگرانی اس کے ساتھ مسلمانوں کے جماعتی شیرازہ کی حفاظت تاکہ بیرونی حملوں سے اسلام کی سیاسی قوت تباہ نہ ہو جائے۔ یہ وہ دوراندیشیاں ہیں جن کے نتائج فکر نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ جیسے بحر ذخار کو بار بار جیل جانے پر مجبور کیا۔ پھر بوقتِ ضرورت اسی حکومت کی حمایت میں جس نے شیخ کو جیل بھیجا ایک سپاہی کی طرح میدان کارزار میں داد شجاعت دیتے نظر آئے۔ اور ہلاکو اور چنگیز کی فوجوں سے برسوں سینہ سپر رہے۔ یہ اعتدال مزاج اور حفظ مراتب کے وہ عظیم الشان کارنامے اور فوق العادت کام ہیں جو شاید ائمہ سنت اور ارباب حدیث ہی کا حصہ تھا اور یہ تحریک سب سے معمر اور قدیم ترین تحریک ہے، جو ان فتنوں سے عہدہ برآ ہو کر زندہ رہی کیونکہ یہ تحریک نہ وقتی تھی نہ ظروف و احوال کی پیداوار بلکہ اس کا مقصد:

پورے اسلام کی خدمت تھا

فتح هند اور اہل حدیث:

سب سے پہلا قافلہ جو فاتحانہ حیثیت میں ساحل ہند پر وارد ہوا۔ وہ اہل حدیث کا تھا آج بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج بھی سندھ میں شیخ بدیع الدین اور ان کا خاندان، ایک عظیم الشان مکتبہ جس میں حدیث اور رجال کا بے نظیر ذخیرہ موجود ہے۔ قرونِ ماضیہ کی یاد کو تازہ کر رہا ہے۔ اس وقت گو سندھ میں اہل توحید کو وہ قوت حاصل نہیں۔ لیکن تاریخ کے اوراق ان کی خدمات کو نہیں بھول سکتے۔ اسی طرح مغل فاتحین بھی اسلامی سادگی اور دین فطرت کی روشنی سے زیادہ فارسی تہذیب سے آشنا تھے اس لیے ہندوستان میں اسلامی سادگی اور کتاب و سنت کی تعلیمات کا زور ——— زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا اور نہ ہی علوم حدیث کی اس قدر کثرت ہو سکی جس قدر بعض دوسرے ممالک میں تھی۔ شیخ علی المتقی صاحب کنز العمال اور شیخ محمد طاہر مؤلف مجمع البحار، شیخ مجدد احمد سرہندی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہم اللہ اس وقت مغتنمات میں سے تھے۔ اکبری فتنوں کے سامنے کوئی طوطی کی آواز کو سنے یا سنے گر طوطی نے اپنا فرض ادا کرنے میں کمی نہیں کی۔ اس وقت اہل حق کس قدر کمزور تھے، شیطانی طاقتیں کس قدر جمع ہو رہی تھیں۔ فتنوں کا سیلاب کتنا تباہی خیز تھا۔ حکومت کا لادینی جذبہ اہل حق کے لیے کتنی مصیبت کا باعث تھا۔ اعراس اور موالید کو بعض لوگوں نے اسلام کا بنیادی مسئلہ سمجھ رکھا تھا۔ تاہم ان بزرگوں نے ان بدعات پر کڑی نکتہ چینی کی۔ غیر اسلامی رسوم اور غیر اسلامی نظریوں کے خلاف ان مجددینِ وقت کی پُرشکوہ آواز فضاء دہر میں گونجتی رہی رضی اللہ عنہم وارضاہ۔

بدعی استیلاء

اس ناخوشگوار ماحول نے اکبر ایسے ملحد انسان پیدا کر کے اہل حق کے لیے فضا کو اور بھی مکدر کر دیا۔ ملا مبارک کا خاندان اسی ظلمت کدہ میں ظلمات بعضہا فوق بعض کا حکم رکھتا ہے۔ یہ ایک بدعی ابتلا تھا جس کے لیے ایک تیز مسہل کی ضرورت تھی، جس کا نسخہ شاہ ولی اللہ نے کیا اور آخری تدبیر کار کے لیے کارکنان قضاء و قدر نے صاحب سیف و قلم حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو منتخب فرمایا جن کی مساعی نے مریض کو موت و حیات کی کش مکش سے نکال کر صحت کے آثار نمایاں فرما دیئے۔

اس وقت جماعت کے سامنے سب سے اہم اور پہلا مقصد یہ تھا کہ

وہ ہندوستان میں ایک دینی حکومت قائم کرے جس کے ارباب اقتدار صحابہ کرام کی سیرت رکھتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہمل جن کے اسلام پر غیر مسلم اقلیتیں مطمئن ہوں۔

اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ظالم کا بدلہ مظلوم سے لیا جائے۔ ایسی سفاکانہ حرکتیں غیر مسلم تہذیب گوارا کر سکتی ہے۔ اسلام اسے قطعاً برداشت نہیں کرتا۔

دوسرا مقصد عملی بدعات کے خلاف جہاد تھا۔ اس وقت کے سنی بھی عجیب وغریب تھے۔ اہل سنت کے گھروں سے تعزیہ کے جلوس نکلتے تھے۔ عشرۂ محرم میں سنی بھی سوگوار بنتے۔ حالانکہ ہمارے ہاں ایسے سوگ تین دن سے زیادہ نہیں، سالہاسال تک سوگ اسلام کا طریقہ نہیں، محرم کی نیاز، اس ماہ میں نکاح کی ممانعت اسلامی حکم نہیں۔

اعتقادی خرابیاں، قبر پرستی، مزار پرستی کا عام رواج تھا۔ اخلاق کا یہ حال تھا بازاری عورتیں گانے بجانے کے لیے اچھے اچھے شریف گھروں میں آتی تھیں اور پورے معاشرے میں اسے کبھی برا نہیں منایا جاتا تھا۔

ارکان اسلام عموماً متروک تھے۔ قبور اور مشاہد کے طواف حج کعبہ کا نعم البدل تھے۔

تعلیمی اداروں کا زیادہ زور منطق اور یونانی فلسفہ پر تھا۔ علوم سنت قطعاً متروک تھے۔ ربع مشکوٰۃ تبرکاً طلبہ دیکھ لیتے۔ اصلاح حال کا سارا بوجھ صرف ایک بندۂ خدا شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے خاندان پر تھا۔ قرآن کے ترجمہ نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر مصیبت برپا کر دی۔ طاغوتی طاقتیں سارے معمورہ میں پھیل رہی تھیں۔ شیطان ننگا ناچ رہا تھا۔ اہل حق مجبور تھے کہ مصلحت اندیشی سے کام لیں۔

نتائج وعواقب:

نظام حق کی اشاعت کے لیے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق سید شہید نے حضور میں نفری جنگ لڑی، جس میں بظاہر ناکامی ہوئی اور بقیۃ السیف پنجاب اور پورے ہندوستان میں پھیل گئے۔ انگریز نے عیارانہ طور پر تحریک کا تعاقب کیا۔ تحریک خفیہ (انڈر گراؤنڈ) ہونے پر مجبور ہو گئی اور جماعت کے کام میں خلفشار سا ہو گیا۔ پنجاب میں مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی انگریزی حکومت سے تعاون کے حق میں تھے اور بظاہر وہ انگریزی نظام کے ثناخواں۔ جس کا سبب انگریزی حکومت کا تشدد اور سخت گیری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ اور بعض لادینی تحریکوں کا نشوونما قادیانی اور آریہ سماجی تحریکات کا انگریز کے سہارے زندگی بسر کرنا اور اس کے ساتھ ہی اہل حق کی چپقلش و خود سری ان لوگوں کا شیوہ تھا۔ اس لیے مجھے یہ ناخوشگوار اعتراف کرنے کے سوا چارہ نہیں کہ مرحوم مولانا محمد حسین صاحب جید عالم اور دور اندیش مفکر ہونے کے باوجود اپنے دوسرے رفقاء کی طرح مقام عزیمت پر قائم نہ رہ سکے۔ حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت الاستاذ حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم و مغفور وزیر آبادی، لکھوی علماء کرام اور بعض دوسرے اہل فکر صرف قرآن عزیز اور حدیث شریف کی نشر و اشاعت پر قانع ہو گئے۔ ان بزرگوں کے اثر سے قرآن و حدیث کے درس جابجا کھل گئے۔ اعتقادی و عملی بدعات ایک ایک کر کے رخصت ہونے لگیں والحمد علی ذالک۔

مصائب و آلام کے جس سیلاب سے تحریک اہل حدیث کو اس وقت گذرنا پڑا، اور یا شور کی سیر جس طرح ہمارے اکابر نے کی جیل کی جو اذیتیں ان بزرگوں نے سہیں۔ آج لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

مجاہدین کا گروہ:

حضرت مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی حضرت مولانا عبداللہ صاحب غازی پوری۔ صوفی ولی محمد صاحب فیروز پوری۔ مولوی اکبر شاہ ستھانوی۔ مولانا عبدالقادر قصوری۔ مولانا فضل الٰہی صاحب رحمہم اللہ بدستور نظام اسلامی کی اقامت کے لیے کوشش فرماتے رہے۔ یہ کوششیں خفیہ طور پر جاری رہیں اور عام حریت پرور تحریکات میں جماعت کی اکثریت کام کرتی رہی۔ خلافت، کانگریس، احرار، مسلم لیگ وغیرہ جماعتوں میں اہلحدیث نے صرف اسی نقطۂ نگاہ سے کام کیا۔ کہ اس ملک میں کلمۃ اللہ کو بلند کیا جائے۔ اس مجاہدانہ تحریک کو نا کام کرنے کے لیے یورپ کے مدبر پوری کوشش سے سرگرم تھے۔ اور یہاں اقامت دین اور کلمۃ اللہ کی سربلندی کے لیے شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کے خاندان کی مساعی کار فرما تھیں۔ اور اصلاح حال کا سارا بوجھ اسی مختصر جماعت پر تھا جن کے پاس دولتِ ایمان کے سوا کچھ بھی نہ تھا اور اس کے علاوہ ملک کے شکست خوردہ ذہن "وہابی" کے لفظ سے اس قدر بدکتے تھے۔ کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ۔

مناظرانہ سرگرمیاں:

بعض بزرگوں نے مناظرات کی راہ اختیار کی، وقتی خطرات کے لیے یہ ایک مفید علاج تھا ممکن ہے ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی افادیت میں کسی دوست کو اختلاف ہو لیکن وقت کی ضرورت کے لحاظ سے ان کے مفید ہونے میں شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ قادیانیت اور بعض دوسرے فرقوں نے عوام میں جس طرح بدمذہبی خیالات کی اشاعت کرنی شروع کی تھی۔ اگر اس کا بروقت علاج نہ کیا جاتا، تو آج پانی سر سے گزر گیا ہوتا۔ اگر صورت حال کو جلد از جلد درست نہ کیا جاتا، تو قادیانیت ایک عظیم فتنہ کی صورت اختیار کر لیتی۔

نصف صدی کی یہ کوششیں یقیناً ان فتنوں کے دفاع میں کافی مفید ثابت ہوئیں، ورنہ انگریز بہادر کی عطا کردہ نبوت آج ایک مصیبت بن چکی ہوتی۔

میرا مقصد ان گذارشات سے جماعت کی ان خدمات کا مختصر سا جائزہ لینا تھا جو جماعت نے مختلف طریقوں سے ادا کیں، تاکہ عامۃ المسلمین اس بات کا اندازہ لگا سکیں۔ کہ اس تحریک نے اسلام کے لیے کیا کچھ کیا اور ماضی اور مستقبل کی تحریکات اور اس تحریک میں کیا فرق ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اتفاق، خلوص اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے، تاکہ ہم اسلام اور اہل اسلام کے لیے مفید تر ثابت ہو سکیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برصغیر پاک و ہند میں اہل توحید کی سرگرمیاں

پاکستان میں کچھ عرصہ سے اہل بدعت نے انگڑائیاں لینی شروع کی ہیں۔ ادب کے نام سے شرک توسل کے بہانے سے ماسوی اللہ کی پرستش، شفاعت کے عنوان سے غیر اللہ کی پکار عرب و عجم میں اہل بدعت اور ارباب شرک کا شیوہ رہا ہے۔ یہی صورت حال پاکستان میں دہرائی جا رہی ہے۔

آبار کی جامد تقلید کے سہارے اور عوام کی جہالت کے کھونٹے پر ہمیشہ مشرکانہ رسوم اور بدعات کو زندگی کا بہانہ ملا۔ خاندانی رسوم اور عادات سے عوام کو عموماً اور عورتوں کو خصوصاً جو تعلق ہوتا ہے اسے اللہ کی یہ مخلوق توڑنا نہیں چاہتی۔ ان عادات کو در اصل عوام آبار و اجداد کی یادگار اور ان کے نام کی زندگی سمجھتے ہیں۔ اس لیے وہ دانتوں کی پوری قوت سے انہیں تھامنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کتاب و سنت اور انبیار علیہم السلام کے گرامی قدر ارشادات بھی انہیں روکنے میں بعض وقت کامیاب نہیں ہوتے۔ یہی تقلید جامد ہے جسے ائمہ اسلام اور قائدین سلف نے شرک کہنے میں بھی حجاب محسوس نہیں فرمایا۔

آنحضرت فداہ ابی و امی صلے اللہ علیہ وسلم نے جب سے شرک کی بستیوں کو ویران فرمایا اور مشرکین کی جمعیتوں کو پارہ پارہ کیا اور تقلید آبار اور مشرکانہ جمود کی کمر کو توڑا۔ اس وقت سے بدعی رسوم اور مشرکانہ عادات کے لشکروں میں انتشار رونما رہا اور ان کے حامیوں کو جمعیت نصیب نہ ہو سکی۔

اسلام سے قبل اور اسلام کے بعد شرک اور بدعت کو فروغ ہوتا رہا۔ اعوان و انصار بھی کم و بیش ملتے رہے مگر اہل حق کے مقابلہ کی ہمت نہ ہو سکی اور نہ استدلال و براہین سے مقابلہ کا حوصلہ ہو سکا۔

مغل سلاطین کے آخری دور نے محل سرائے میں ہندو رسوم اور شرک و بدعت کے لیے ماحول بے حد سازگار کر دیا تھا۔ رفض و برہمنیت کے جوڑ توڑ سے قرآن و سنت اور سلف کے مکتب فکر کی مشکلات بہت بڑھ گئیں۔ فتنہ اس قدر بڑھ چکا تھا کہ علمار کی معمولی کوششیں کچھ بھی کارگر نہیں ہو سکتی تھیں۔ وقت کسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت بڑی قربانی کا متقاضی تھا۔ رفض کا سازشی مزاج نمایاں ہو چکا تھا اور شرک و بدعت کی سرپرستی کے لیے ولایت سے انگریزی فوجیں کلکتہ کے ساحل سے اتر کر دہلی تک پھیل چکی تھیں۔ اس جوڑ توڑ سے اولیاء الشیطان اور اساطین شرک و بدعت کو جس قدر مدد مل سکتی تھی اور جس حد تک وہ مضبوط ہو سکتے تھے ظاہر ہے یہاں معمولی علماء کی دال نہ گلنے تو تعجب نہیں۔ ایسے وقت میں اہل حق کو یا تو پوری قوت سے میدان میں اترنا چاہیئے یا پھر قوتِ اعجاز کا انتظار کرنا چاہیئے۔

ایک قریشی خاندان

موت و حیات کی اس کارگاہ میں وقت کی آواز کے مطابق ایک عجیب الطرفین قریشی خاندان مقتل کی پوری فضا پر قابض ہو گیا۔ اس قربانی کی داغ بیل گیارھویں صدی کے آغاز میں ایک عمری فاروقی نے ڈالی تھی جس نے تجدید کی شان سے شیطان کے لشکروں کو للکارا۔ اس نے اپنی بے پناہ قوت سے شاہ جہان اور جہانگیر کے تاج کو جھنجوڑا۔ اس نے حاکموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر للکارا کہ یہ تخت و تاج تمہارے ابا کی میراث نہیں۔ یہ میرے رحمان اور قہار رب کا عطیہ ہے۔ اگر تم اس کی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرو گے تو یہ تخت و تاج تم سے بزور واپس لے کر کسی اور کے سپرد کیا جائے گا۔ ان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔ رحمانی طاقتیں قہاریت کے رنگ میں ظاہر ہوں گی۔

اس مقدس انسان نے پوری سنجیدگی سے کہا تخت و تاج عوام کے حقوق کی حفاظت کے لیے ہے۔ اللہ کی کتاب اور محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کی نگہداشت کے لیے ہے۔ جو یہ خدمت نہیں کر سکتا اسے خود بخود یہ کرسی خالی کر دینا چاہیئے۔ اس تخت و تاج کا مقصد خدمت ہے ریاست نہیں۔ یہاں غلامی مطلوب ہے شہزادگی مقصود نہیں۔ اس بادشاہت کا یہ منشا نہیں کہ اللہ کی مخلوق تمہاری تعظیم کے لیے سربسجود ہو اور تمہاری گردنیں رعونت سے تنی رہیں تم رقص و سرود اور فسق و فجور میں زندگی بسر کرو اور یہ مخلوق تمہارے سامنے کورنش بجا لائے۔

اس اخلاص بھری آواز کا جواب قلعہ گوالیار میں قید اور کئی سال تک نظربندی کی صورت میں دیا گیا ——— لیکن یہ استبداد دیر تک نہ رہ سکا۔ آخر جیل کے دروازے کھولنے پڑے۔ نظر بندیوں کے تار تار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو کر رہے اور سچائی کے سامنے جھکنے کے سوا چارہ نہ رہا۔

الم ربانی کے مکتوبات اور مجدد اعظم کی تعلیمات نے جو صور پھونکا تھا اس نے بتدریج حشر کی صورت اختیار کر لی اور ایک پورا خاندان اصلاح حال کے لیے میدان میں آ گیا۔ اس نے ابلیس کو چیلنج کیا کہ وہ راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہٹ جائے خدا سے جنگ کا نتیجہ اچھا نہیں۔

حکیم الامت شاہ ولی اللہ

اس کارزار کے معرکہ میں اسلامی عساکر کی رہنمائی کا ذمہ حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لیا۔ انہوں نے حکیمانہ انداز سے پورے ماحول پر نگاہ ڈالی۔ انہوں نے مغل بادشاہوں کی عیاشیوں کو دیکھا اور انہیں اس سے دکھ ہوا۔ ان کے محلوں کی بدعات کو دیکھا تو انہیں رنج ہوا۔ انہیں خواجہ سراؤں کی بدمعاشیاں اور داشتہ عورتوں کی عصمت ریزیاں معلوم تھیں۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ مغل خاندان اپنی زندگی کے حقوق کھو چکا ہے۔ اس کی بساط کو زودیا بدیر لپٹنا ہے۔

انہوں نے ان جاہل بادشاہوں کی معذوریوں کو بھی دیکھا۔ انہیں محسوس ہو رہا تھا کہ رفض نے حب اہل بیت کے نام سے کتنا وسیع جال پھیلا رکھا ہے اور یہ ناخواندہ بے خبر شہزادے کس طرح اس کا شکار ہو رہے ہیں۔ سبئی براہمنوں نے کیسے ڈھونگ رچا رکھا ہے اور یہی حال اس کے عام علماء اور پیشہ ور فقراء کا تھا۔

پھر گیارھویں صدی کے آغاز میں جہاں گنتی کے چند ابلیس تھے، اب پڑھے لکھے شیطان ہزاروں کی تعداد میں پھیل رہے ہیں جو برائی کو پھیلانے کے لیے پرانے لوگوں کی جگہ سنبھالنے کو منتظر بیٹھے ہیں۔ یعنی اس وقت ہزاروں فتنے صرف لمحوں اور گھڑیوں کا انتظار کر رہے تھے۔ شاہ صاحب کو دکھ بھی ہوا اور ان لوگوں پر رحم بھی آیا۔ اس لیے اس وقت کے مجدد کی آواز میں کڑک کی بجائے ایک لوچ تھی۔ اب للکار نہیں بلکہ ایک سلجھی ہوئی پکار تھی۔ اسے اس بھٹکی دنیا پر رحم آیا۔ اس نے پورے ماحول کا جائزہ لیا۔ وہ کبھی تصوف کی زبان میں بولا اور کچھ لوگوں نے سمجھا کہ چھٹی صدی کا غزالی تزکیہ قلب کا پیغام لے کر آیا ہے۔ کبھی وہ پانچویں یا چوتھی صدی کے فقہی جمود کی زبان سے بولا۔ لوگوں نے جانا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہی فروع کا ماہر اور سابقہ فقہ کے اجتہاد و استنباط کا بہترین ترجمان دنیا سے ہمکلام ہو رہا ہے۔ کبھی وہ یوں گویا ہوا "فی الجملہ مسلک فقہاء محدثین پسند اوفتاد"۔ دور اندیش لوگوں نے جانا کر مسلک سلف کا داعی فقہی جمود کا محقق و نقاد قرون خیر کا پیغام لے کر دنیا کی رہنمائی کے لیے آپہنچا ہے۔ غرض ہر گروہ نے اسے اپنا سمجھا۔ اور اسی سے استفادہ کی کوشش کی۔ وہ صحیح معنی میں حکیم الامت تھا۔

شاہ صاحب افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال کی راہ پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اسلام کی سربلندی کے لیے ایسی کوشش فرمائیں جس سے کسی ہنگامہ کے بغیر اپنے مقصد میں فایز ہو سکیں۔ لوگ امن کے ساتھ دین حق کو قبول کریں۔ دین حق پورے سکون کے ساتھ زندگی کے تمام گوشوں پر قابض ہو جائے ۔ شیطان کا لشکر پوری خاموشی سے اپنے لیے کوئی اور راستہ اختیار کرے۔

یعنی تصوف اعتدال پر آئے۔ فقہی جمود ذرا ڈھیلا ہو اور ما انا علیہ واصحابی کے لیے صلح و آشتی سے راستہ صاف ہو جائے دین کا فہم یقیناً ائمہ مجتہدین کے علوم و فیوض سے ہو گا ــــــــ لیکن وہ خود دین نہیں ہوں گے۔ دین کا اصل سرچشمہ بہرکیف اللہ کی کتاب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی کو رہنا چاہیے۔ ائمہ مجتہدین کے مکاتب فکر رہنمائی کے فرائض انجام دیں گے۔ خود راہ نہیں بنیں گے۔ حجۃ اللہ البالغہ، مسوٰی اور مصفی، ازالۃ الخفاء وغیرہ صحف اس حکمت بالغہ اس رسانت فکر اس اعتدال مزاج کا پتہ دیتے ہیں جو حکیم وقت کو عطا فرمائے گئے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ یہ انقلاب ــــــــ علم و حکمت اور کتاب و سنت کے احیاء اور اقامت دین کا مدرسہ قرار پائے اور سرزمین ہند اللہ کے نور سے جگمگا اٹھے۔

ابلیس کی فوجیں:

وقت کا حکیم امن کا خواہشمند ہو، درست ہے۔ لیکن شر پسند طاقتیں اسے کیوں کامیاب ہونے دیں۔ ان کے پروگرام کی کامیابی بدامنی میں ہے کشت و خون میں ہے ہنگامہ آرائی میں ہے۔ یہ حضرات قرآن عزیز کے ترجمہ پر ناراض ہو گئے۔ قبر پرستی کی مخالفت سے لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ تعزیہ داری کو اسلام کا شعار ظاہر کیا جانے لگا۔ دنیا کو باور کرایا گیا کہ خدا کی کتاب کو ولی اللہ نہیں سمجھ سکتا۔ اس نے ترجمہ نہیں کیا، بلکہ بے ادبی کی ہے۔ انسان کا کمال مقدور کہ وہ کتاب اللہ کے مقاصد کو پا سکے ــــ ان مشکلات کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہوئے شاہ صاحب نے اس مقصد کے لیے مدرسہ رحیمیہ کی مسند سے کام لیا۔ اس مدرسہ میں اساتذہ کی حیثیت مشین کی نہیں تھی۔ نہ طلبہ دساور کا مال تھا کہ منڈی سے نکلے اور بازار میں مہنگے سستے بک گئے۔ یہ مدرسہ ایک مکتب فکر تھا۔ جس میں تصوف کے ساتھ سنت کو آمیز کرنے کی مشق ہوتی تھی۔ فقہ العراق کے ساتھ فقہ الحدیث کا امتزاج کیا جاتا تھا۔ بہ ظاہر یہ فقہ العراق کی ایک درسگاہ تھی۔ لیکن اس طرح کہ اس پر شیخ علی طاہر المدنی نے حدیث سے اس میں جلا پیدا کر دیا تھا۔ وہاں بدعات کے خلاف خاموش جہاد تھا۔ فقہی جمود میں استنباط اور اجتہاد کی خوشگوار آمیزش ہو رہی تھی۔ یہ مدرسہ فکر بڑی سنجیدگی سے سنت اور فقہائے محدثین کے مسلک کی طرف ترقی کر رہا تھا۔ اس کے نام اور تلامذہ میں صاحب دراسات اللبیب نے شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالغنی صاحب ایسے فحول اہل علم اس مدرسہ سے فیضیاب ہوئے۔ پھر ہر ایک اپنی اپنی جگہ امت واحدہ تھا۔ وہ اسی مسلک کے مبلغ تھے جو انہیں اپنے استاد محترم سے ملا تھا۔

"بعد ملاحظہ کتب مذاہب اربعہ و اصول فقہ و احادیثے کہ متمسک است قرار داد خاطر بمدد نور غیبی روشنی فقہاء محدثین افتاد" (اتحاف النبلاء ص ۴۲۹)

ترکِ تقلید اور اہلحدیث

مدت سے یہ دونوں لفظ عوام کی زبان پر استعمال ہو رہے ہیں۔ اور انہیں عموماً مرادف سمجھا جاتا ہے۔ ہندوستان میں دونوں لفظ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ اور ان کی طرف منسوب مسالک کی پابندی کے خلاف استعمال کیے گئے ہیں۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ جمود کی مخالفت ان ائمہ کرام اور ان کے اتباع نے بھی کی ہے۔ اس کے بعد محقق اہل علم ائمہ اربعہ کے ساتھ عقیدت اور ان کے علوم سے استفادہ کے باوجود بعض فرعی مسائل میں ائمہ اجتہاد سے اختلاف کا اظہار بھی فرماتے رہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابوجعفر طحاوی رحؒ (۳۲۱ھ) امام ابو ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ المزنی رحؒ (۲۶۴ھ) شیخ الاسلام محمد بن قدامہ الحنبلی (۶۰۰ھ) حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) وغیرہم ائمہ اربعہ سے بعض کی طرف انتساب کے باوجود ان سے اختلاف فرماتے ہیں اور اس سے ان بزرگوں اور ان کے متوسلین میں کوئی ذہنی تکدر نہیں پیدا ہوتا نہ ان کے علم اور دین میں کوئی حرف آتا ہے۔

علامہ ابو زید عبید اللہ بن عمر بن عیسٰی الدبوسی (۴۳۰ھ) کی کتاب تاسیس النظر میں حضرات ائمہ اجتہاد رحمہم اللہ کے اختلافات کی متعدد صورتیں مرقوم ہیں۔

۱۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحؒ اور صاحبین میں اختلاف

۲۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحؒ امام ابو یوسف رحؒ اور امام محمد رحؒ میں اختلاف۔

۳۔ امام صاحب رحؒ، امام محمد رحؒ اور امام ابو یوسف رحؒ میں اختلاف

۴۔ امام ابو یوسف رحؒ اور امام محمد رحؒ میں اختلاف۔

۵۔ امام ابو یوسف رحؒ، امام محمد رحؒ، حسن بن زیاد اور امام زفر رحؒ میں اختلاف۔

۶۔ احناف اور امام مالک رحؒ میں اختلاف

۷۔ احناف اور امام ابن ابی لیلیٰ میں اختلاف۔

۸۔ احناف اور امام شافعی رحؒ میں اختلاف۔

علامہ دبوسی رحؒ نے ان کے اصول کا بھی ذکر فرمایا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ائمہ مجتہدین میں باہم اصولی اختلاف تھے۔ پھر یہ خیال کہ امام شافعی رحؒ، امام ابو حنیفہ رحؒ، امام احمد رحؒ، امام مالک رحؒ وغیرہم میں تو اصولی اختلاف ہے لیکن ان کے تلامذہ میں اصولی اختلاف نہیں، سطحی معلوم ہوتا ہے کسی تحقیق پر مبنی نہیں بلکہ محض خوش فہمی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ تلامذہ اپنے اساتذہ سے اسی طرح اختلاف فرماتے جس طرح اساتذہ میں باہم اختلاف موجود تھا۔

حضرات ائمہ اور ان کے تلامذہ کے اختلافات بھی اسی طرح اصولی ہیں جیسے خود ائمہ مجتہدین میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمی بیشی ہو سکتی ہے نوعیت میں فرق نہیں۔

لفظ غیر مقلّد کی ایجاد :

معلوم ہوتا ہے اس وقت غیر مقلّد کا لفظ یا تو ایجاد ہی نہیں ہوا ہوگا یا پھر بطور طعن اس کا استعمال نہیں کیا گیا۔ ایمۂ اسلام، صلحاء امت میں مروج نہیں ہوا تھا۔ یا کوئی سیاسی ضرورت ہی نہ تھی جس کے لیے یہ لفظ ایجاد کیا جاتا۔

اسی طرح تقلید بھی کوئی قابل فخر لقب نہیں تھا جس کے ترک کو عیب سمجھا جائے یا اس کے ترک پر کم از کم افسوس ہی کا اظہار کیا جائے۔ بلکہ ایمہ معقول فلاسفہ و متکلمین کے نزدیک چونکہ منقولات کا مقام کسی طرح بھی ظن سے اونچا نہیں، اس لیے وہ ایمہ سنت کو، فقیہ ہوں یا غیر فقیہ، مجتہد ہوں یا غیر مجتہد "مقلد" کہتے ہیں اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کے ہاں دلیل کا انحصار صرف عقلیات پر ہے۔ امام غزالیؒ "فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ" میں معتزلہ اور اشاعرہ کے خیالات میں الزامی تقابل اور باہم اکفار و تکفیر کے تذکرہ میں فرماتے ہیں :

فان تخبط فی جواب ھذا او عجز عن کشف الغطاء فیہ فاعلم انہ لیس من اھل النظر وانما ھو مقلد وشرط المقلد ان یسکت او تسکت عنہ۔	"اگر کوئی ان الزامات کے جواب سے عاجز آجائے تو وہ مقلد ہے اور مقلد سے گفتگو کی بجائے خاموشی بہتر ہے۔" (ص ۱۸)

قرون خیر کے بعد عمل اور اعتقاد کی دنیا میں عجیب اضطراب معلوم ہوتا ہے۔ تقلید یا جمود تو کیا ہوگا، اعتقاد اور فروع کے معاملہ میں فکر و نظر اور فقہ و اجتہاد کئی مختلف گوشوں میں منقسم نظر آتے ہیں۔ مثلاً :
غسان بن ابان کوفی مرجیہ اور فرقہ غسانیہ کے پیشوا اور امام ہیں اور امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کے شاگرد ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کے منکر ہیں (الخطط للمقریزی ج ۴ ص ۱۷۱) اور ایمان کی زیادت اور نقصان کے مسئلہ میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے ہم نوا ہیں یعنی ایمان کی زیادتی اور نقصان کے قائل نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرقہ مرلیسیہ کے امام بشر بن غیاث مرلیسی کے متعلق مقریزی لکھتے ہیں

کان عراقی المذھب فی الفقہ تلمیذ القاضی ابی یوسف یعقوب الحضرمی۔ امام شافعی رح سے اس کا مناظرہ ہوا امام نے اس کے خیالات کا مذاق اڑایا اور فرمایا:

نصفک کافر لقولک بخلق القرآن ونفی الصفات ونصفک مومن لقولک بالقضاء والقدر وخلق اکتساب العباد (خطط مقریزی ج ۴ ص ۱۷۱)

امام شافعی رح نے بشر مرلیسی سے کہا کہ تم آدھے کافر ہو کہ تم قرآن کو مخلوق سمجھتے ہو اور صفات باری کی نفی کرتے ہو اور آدھے مومن ہو کیونکہ تم قضاء قدر کو مانتے ہو اور انسانی اعمال کا خالق خدا کو سمجھتے ہو۔

مقلد اور غیر مقلد کی اصطلاح:

عقیدت کی اس تقسیم اور عقاید و فروع میں عقیدت کے اس تضاد کے باوجود غیر مقلد یا مقلد کی اصطلاح اس وقت استعمال نہیں ہوئی بلکہ دونوں عقیدتیں معاً چلتی رہیں۔ مسایل پر بحث ہوتی اور مسایل کی بنا پر ایک دوسرے کے خلاف فتوے بھی شاید استعمال ہوئے لیکن اشخاص سے عقیدت اور اس کے تغیر کی بنا پر نہ باہم نفرت پیدا ہوئی نہ ہی ان جوہری اختلافات کے باوجود تنابذ بالالقاب کا شیوہ اختیار کیا گیا۔

حکومت اور مذاہب کی ترویج

تقلید کے رواج پا جانے کے بعد مروجہ مذاہب محض علم و تفقہ یا تعلیم و تلمذ کی بنا پر ہی اختیار نہیں کیے گئے بلکہ اس میں حکومت کے رجحان اور وقت کے سیاسی عوامل کو بھی کافی دخل رہا۔ عہدہ قضا کا بھی ان عقاید و خیالات کی ترویج میں کافی حصہ ہے۔ افریقہ میں عموماً سنت اور آثار کی پابندی کا رواج تھا۔ عام لوگ مسلک اہل حدیث کے پابند تھے۔ لیکن خلیفہ مرتضیٰ بن ہشام بن عبدالرحمٰن (۱۸۰ھ) میں افریقہ کے حاکم مقرر ہوئے۔ تو انہوں نے یحییٰ بن یحییٰ کثیر کو افریقہ کا قاضی مقرر کیا۔ یہ امام مالک رح کے شاگرد اور ابن وھب (۱۹۷ھ) اور ابن قاسم سے بھی ان کو تلمذ حاصل تھا۔ اندلس میں ان کا بے حد احترام کیا جاتا تھا۔ ان کے حکم کے بغیر کوئی قاضی مقرر نہیں کیا جاتا تھا اور یہ انہیں علماء کو منتخب فرماتے جو امام مالک رح کے عقیدت مند ہوتے۔ مقریزی فرماتے ہیں:

کے جو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وعادت الفتیا الیہ وانتہی السلطان والعامۃ الی بابہ فلم یقلد فی سائر اعمال اندلس قاض الا باشارتہ واعتنائہ فصاروا علی مذہب مالکؒ بعد ما کانوا علی رای الاوزاعی اھ (خطط ج ۴ ص۱۴۴)

"فتویٰ کا مدار یحییٰ بن یحیی پر تھا۔ سلطان اور عوام ان کے محتاج تھے۔ ان کے خلاف منشا کوئی قاضی مقرر نہ ہوتا تھا۔ اس سے پہلے لوگ امام اوزاعی کے عقیدت مند تھے اب سب مالکی ہو گئے۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ تقلید پر تحقیقی نظر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مئی ۱۹۶۵ء کے 'فاران' میں مولانا محمد تقی صاحب عثمانی نے مروّجہ تقلید
کے بارے میں جن خیالات کا اظہار فرمایا تھا حضرت الامیر المرکزیہ
فاضل جلیل عالم نبیل حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفی شیخ الحدیث
گوجرانوالہ مدظلہ نے اس کے پیش نظر مسئلۂ تقلید کے تمام گوشوں
پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک مقالہ سپرد قلم کیا ہے جو آپ کے سامنے ہے۔

(حنیف)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقلید کہاں؟

مئی ۱۹۶۵ء کے فاران میں مولانا محمد تقی صاحب عثمانی نے مروجہ تقلید کے متعلق اپنے گرامی قدر خیالات کا اظہار فرمایا۔ مولانا نے اس موضوع پر تلخی اور طنز سے بچ کر اپنا نقطۂ نگاہ پیش فرمایا ہے۔ ہم مولانا کے شکر گزار ہیں۔

مولانا نے تقلید کے لغوی مفہوم سے براءۃ کا اظہار فرمایا ہے۔ امید ہے کہ تقلید عرفی اور اصطلاحی مفہوم پر بھی غور فرمائیں گے۔ اہل علم اور دانشمند علمار کو اس پر بھی نظر ثانی کرنی چاہیئے۔ در اصل یہ مسئلہ اتنا متجھا گیا ہے کہ انجام کار یہ ایک لفظی نزاع بن کر رہ گیا ہے۔ اصطلاحی مفہوم بھی چنداں دلچسپ نہیں جسے علمی ذہن خوشی سے قبول کریں۔ ایک بحث ضرور ہے معلوم نہیں کب تک رہے۔ جہاں تک نظریہ کا تعلق ہے کسی حلقہ میں بھی اسے قبولیت کا مقام حاصل نہیں۔ دنیا ہر معاملہ میں تحقیق اور بحثِ نظر کی طلبگار ہے۔ محض سنی سنائی بات کو قبول کرنا سنجیدہ اذہان پر ایک بوجھ محسوس ہوتا ہے۔

مولانا نے فرمایا ہے اس کے لیے کوئی اور لفظ ہونا چاہیئے۔ میری ادباً گذارش ہے اسے ختم فرمایئے اب اس کی چنداں ضرورت ہے نہیں اتباع اطاعت کے الفاظ ایسے مواقع میں انسانی فطرت کی ترجمانی کرتے ہیں یہ کافی ہیں۔ تقلید کے اصطلاحی مفہوم کو آپ لغوی مفہوم سے کہاں تک الگ رکھ سکیں گے۔ اس میں لاعلمی یا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قلتِ علم تو بہر حال ملحوظ رہے گی۔

تقلید کی تعریف

التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجة (مسلم الثبوت ص ۳۵۰ ج ۲)

التقلید العمل بقول غیرك من غیر حجة (مختصر ابن حاجب ص (۲۴)

التقلید هو قبول قول بلا حجة ولیس من طریق العلم لا فی الاصول ولا فی الفروع

(اصول فقہ خضری ص ۳۵۷)

التقلید اعتقاد الشئ لان فلانا قاله مما لم یقم علی صحة قوله برهان (احکام ابن حزم ص ۴۰)

مذکورہ تعریفات سے فواید قیود یا تحلیل نحوی مقصود نہیں مطلوب صرف اس قدر ہے کہ تمام تعریفات میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ تقلید بلا دلیل اطاعت اور اقتداء کا نام ہے جس میں علم و استدلال نظر و فکر کی جگہ صرف حُسنِ ظن کو دی گئی ہے اور یہ کہ علماء کی نظر میں یہ علم نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ انسان کے قوام میں علم و تحقیق سمویا گیا ہے۔ لاعلمی اور بلا سوچے سمجھے کسی کے پیچھے لگنا کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ ٹھیک اسی طرح غیر معلوم مسایل میں علماء کی طرف رجوع اور تحقیق اسے کوئی بھی ناپسند نہیں کرتا۔ شرک اور اس قسم کے الفاظ اسی وقت استعمال ہوں گے جب دلایل سے صرفِ نظر کر کے محض حسنِ ظن پہ اعتماد کیا جائے اور ایسی باتوں کو دلیل سمجھا جائے۔ جو حقیقت میں دلیل نہیں۔ اگر یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اشتراک نہیں تو اسے اور کیا کہا جائے۔

مروجہ مذاہب کی فقہیات میں ایسے مسایل رواج پا گئے ہیں جن کی دلایل سے تائید نہیں ہوتی۔ حسن ظن یا مفروضہ پابندی کی وجہ سے وہ مسایل مسلّمہ اور معمول بہا ہو گئے ہیں۔ مثلاً موالک کے نزدیک نماز میں کھلے ہاتھ چھوڑنا، شوافع کے نزدیک ایسی لڑکی سے نکاح جو ناکح کی اخلاقی کمزوری کا نتیجہ ہو، احناف کے نزدیک قنوت وتر کا وجوب، خمر سے سرکہ بنانے کی اجازت، رضاع کی مدّت اڑھائی سال۔ ان جزئیات میں ہر فریق کی موشگافیاں معلوم ہیں۔ مگر صحیح ہے ان کے متعلق کوئی نص موجود نہیں، دینی علماء کے خود ساختہ قواعد یا ان پہ حسن ظن ہی کی بنا پر یہ مسائل مروّج ہو گئے ہیں اور الزامات اور مناظرانہ لطائف ضرور کتابوں میں ملتے ہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن دلائل نہیں

تقلید کا لفظ کب استعمال ہوا؟

مولانا نے فرمایا معلوم نہیں تقلید کا لفظ کب استعمال ہوا۔ آج جو غلط فہمیاں اس کی وجہ سے پائی جاتی ہیں اگر علم ہوتا تو یہ لفظ استعمال نہ کیا جاتا۔ لخصوصاً سنن دارمی، عقد الجید، حجۃ اللہ، دراسات اللبیب، میزان شعرانی، بیان العلم وفضلہ، ابن عبدالبر وغیرہ کتب میں اس کا استعمال ائمہ اربعہ اور صحابہ کے زمانہ میں موجود ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے:

لا تقلدن فی رجل رجلا دینہ ان امن امن وان کفر کفر

امام احمدؒ نے فرمایا:

لا یقلدن رجل رجلا دینہ ان امن امن وان کفر کفر (ہ)

لا تقلدنی ولا تقلدن مالکا ولا الاوزاعی وخذ الاحکام من حیث اخذ (عقد الجید طبع مصر ص۵۳)

یعنی کوئی آدمی اپنے دین میں کسی کی تقلید نہ کرے۔

یعنی کوئی آدمی کسی کی تقلید نہ کرے اوزاعی نہ مالک کی۔

ان بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تقلید کا لفظ اس وقت کسی خوشگوار انداز سے استعمال نہیں ہوا۔ اسی طرح غیر مقلد کا لفظ شتر بے مہار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ دونوں لفظ اچھے معنے میں استعمال نہیں ہو رہے۔

تحقیق کا فطری ذوق

ایمہ اجتہاد رحمہم اللہ کی طرف سے انتساب اور اس میں غایت درجہ تصلب کے باوجود اتباع ایمہ میں ایسے اہل علم موجود ہیں جو ہر مسئلہ میں تقلیدی پابندی نہیں کرتے بلکہ تحقیق کی بنا پر اختلاف کرتے تھے۔ مختصر الطحاوی میں ایسے مسائل بڑی کثرت سے ملتے ہیں جن میں طحاوی نے حضرت امام ابوحنیفہؒ سے اختلاف فرمایا ہے۔ معانی الآثار میں بھی اس کی کافی نظائر موجود ہیں۔ تقلید کی مصطلح تعریف کے مطابق ایسے بزرگوں کو مقلد کہنا صحیح معلوم نہیں ہوتا بلکہ یہ رجحان تقلید سے بے اعتنائی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ مرغینانی صاحب ہدایہ، علامہ کاسانی مؤلف البدائع والصنائع اور علامہ سرخسی، قاضی خان، نسفی، ابنِ قدامہ، ابن تیمیہ، علامہ ابواسحاق، ابراہیم بن علی بن یوسف صاحب مہذب، اسی طرح زنجانی اور باجی، ابن رشد، شاطبی وغیرہم سب اپنے آئمہ کے مذاہب کو روایت اور درایت کی روشنی میں ثابت کرتے ہیں۔ ان کے طریقِ استدلال سے اختلاف کیا جا سکتا ہے مگر ان کے محقق ہونے میں شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس روش کے بعد انہیں اصطلاحاً مقلد کیسے کہا جائے۔ یہ تعریف ان پر کیسے صادق آتی ہے۔ محترم مضمون نگار مولانا عثمانی نے تقلید ثابت کرنے کے لیے ترکِ تقلید کی راہ اختیار فرمائی ہے۔ اس سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ تقلید کہاں ہے؟

اہلحدیث یا مخالفینِ تقلید

جو لوگ ترکِ تقلید کے مدعی ہیں یا انہیں غیر مقلد، لامذہب یا وہابی کہا جاتا ہے۔ آپ حضرات اور ان کی روش میں قطعاً فرق نہیں وہ اپنے موقف کی حمایت روایت اور درایت سے فرماتے ہیں آپ اپنے موقف کی عملاً کوئی امتیاز نہیں۔

فقہاء، محدثین ائمہ، درایت، حفاظ حدیث، آئمہ اصول سب ان کے خوشہ چین ہیں۔ ان کے علوم سے استفادے کے سوا کسی کو بھی چارہ نہیں پھر آپ مقلد ہیں اور وہ غیر مقلد معاملہ منکر سے بودن وہم رنگِ مستاں زیستن کا ہے۔ ایک عقیدت مند دریافت کرتا ہے کہ یہ تقلید کہاں ہے؟

آپ نے لفظِ تقلید کے متعلق تو فرمایا ہے کہ اس کا استعمال برمحل نہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ پوری اصطلاح ہی بے محل ہے کیونکہ تقلید کی تعریف میں تو عدم علم بطور جزو موجود ہے اور اس کی تصریح آئمہ کے ارشادات میں موجود ہے۔ ابن قیم فرماتے ہیں:۔

قال ابو عمرو وغیرہ من العلماء اجمع الناس علی ان المقلد لیس معدوداً من اھل العلم وان العلم معرفة الحق بدلیله وھذا کما قال ابو عمر رحمه الله فان الناس لا یختلفون ان العلم المعرفة الحاصلة عن الدلیل اما بدون الدلیل فانما ھو للتقلید

(اعلام الموقعین طبع دہلی ص ۶ ج ۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابنِ عبد البر وغیرہ اہلِ علم کے نزدیک علماء کا اجماع ہے کہ مقلد کا شمار اہلِ علم میں نہیں ہوتا۔ علم معرفت الحق مع الدلیل کا نام ہے۔ ابن عبد البر کی بات درست ہے علم اس معرفت کا نام ہے جو دلیل سے حاصل ہو اور دلیل کے بغیر تقلید ہے۔

جمہور شوافع کا خیال ہے کہ مقلد کو فتویٰ نہیں دینا چاہیئے اس لیے کہ وہ عالم نہیں احدہا انہ لا یجوز الفتویٰ بالتقلید لانہ لیس بعلم والفتویٰ بغیر علم حرام ولا خلاف بین الناس ان التقلید لیس بعلم وان المقلد لا یطلق علیہ لفظ العالم وھو قول اکثر الاصحاب وقول جمہور الشافعیہ (اعلام صفحہ ۲۰ ج ۱) اکثر شوافع کا خیال ہے کہ تقلید سے فتویٰ نہیں دینا چاہیئے۔ فتوے کے لیے علم ضروری ہے اور مقلد عالم نہیں ہوتا۔ اکثر احباب شافعی اور حنابلہ کا یہی خیال ہے کہ مقلد فتویٰ نہیں دے سکتا۔" ابن القیم نے اس ضمن میں اور مسالک کا بھی ذکر کیا ہے۔ غزالی فرماتے ہیں:

انما شان المقلد ان یسکت او یسکت عنہ (فیصل التفرقہ)

والتقلید لیس بعلم باتفاق اھل العلم (اعلام صفحہ ۲۱۴ ج ۱)

نیز دیکھیئے الکافیۃ الشافیہ ابن قیم ؎

العلم معرفۃ الہدیٰ بدلیلہ ۔۔۔ ماذاک والتقلید یستویان

اذا جمع العلماء ان مقلدا ۔۔۔ للناس والاعمیٰ ھما اخوان

"اہلِ علم کا اجماع ہے کہ تقلید علم نہیں علم ہدایت مع الدلایل کا نام ہے نہ تقلید علم ہے نہ مقلد عالم"۔

آپ حضرات بحمد اللہ عالم ہیں اور احساس کہتری سے مرعوب۔ جناب اگر تقلید زمانہ صحابہ یا تابعین میں ثابت فرمائیں گے تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ یہ زمانہ بھی نظر و فکر اور علم و بصیرت سے خالی تھا یہ کونسا تحفہ ہے جو جناب، صحابہ، تابعین اور آئمہ ہدیٰ کو دے رہے ہیں۔ اپنی نارسائیوں کا اعتراف مناسب تھا اپنی علمی کمزوریاں بھی کچھ سمجھ میں آتی ہیں لیکن یہ دعویٰ کہ ساری دنیا اور اکابرِ امت بھی تقلید کرتے تھے۔ آئمہ سلف کے متعلق یہ اندازِ فکر اچھا نہیں۔

متقدمین اور علماء کا حال

ایک طرف تقلید کے متعلق پہلے اور پچھلے علماء کی یہ تصریحات موجود ہیں۔ دوسری طرف اہلِ علم کا یہ حال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ وہ متون اور شروح میں اپنے مسلک کی حمایت کرتے ہوئے قرآن اور سنت سے استدلال فرماتے ہیں۔ بعض مقامات پر جب ائمہ کی بعض تصریحات کو قرآن یا سنت کے خلاف پاتے ہیں تو پوری جرأت سے تصریحات ائمہ سے اختلاف کرتے ہیں۔ امام محمد، امام ابو یوسف، حسن بن زیاد وغیرہ تلامذہ سرخسی، طحاوی رحمہم اللہ کی کتابوں میں ایسا مواد بکثرت موجود ہے جس میں اختلاف کر کے اپنی راہ الگ اختیار کی گئی ہے۔ کہیں نصوص کے فہم میں اپنے امام کی رائے کو معیار سمجھتے ہیں۔ اس کے بالمقابل دوسرے امام کی رائے کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ حالانکہ وہ مجتہد ہیں۔ یہ جرأت تو تحقیق ہی کی بنا پر ہو سکتی ہے۔

شروح حدیث اور متون فقہ کی شروح میں وہ پوری تحقیق کی داد دیتے ہیں۔ فریق مخالف پر الزامات اور معارضات کی بھرمار کرتے ہیں۔ یہ تحقیق ہے یا تقلید؟

اس کا تو یہی مطلب ہو گا کہ ان حضرات کو عالم ہونے کے باوجود اپنے علم پر بدگمانی ہے۔ وہ تقلید کی دلدل سے نکلنے کی جرأت نہیں فرماتے۔ یا علم و فہم کو تقلید کا نام دے کر عوام کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں۔ غرض تقلید کے مصطلح کے لحاظ سے تو ان حضرات کو مقلد کہنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

تقلید کہاں؟

ائمہ اجتہاد کو تقلید کی ضرورت نہ تھی۔ ان کا مقام تقلید کے بندھنوں سے بہت اونچا ہے۔ عامی ویسے محروم ہے۔ اس کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ العامی لا مذھب لہ

شامی فرماتے ہیں:

قلت وایضا قالوا العامی لامذھب لہ بل مذھبہ مذھب مفتیہ وعللہ صاحب التحریر بان المذھب انما یکون لمن لہ نوع نظر واستدلال ویصر بالمذاھب علی حسبہ الخ

(رد المختار ص ۲۹۷ ج ۴)

عامی کا کوئی مذہب نہیں۔ اس کا مذہب اپنے مفتی یا شہر کے امام کا مذہب ہو گا۔ دراصل تقلید تو وہ کرے گا جسے تھوڑی بہت بصیرت ہو۔ مذہب کی چھوٹی بڑی کتاب پڑھا ہوا ہو۔ کم علم طبقہ جیسے فقہیات ائمہ سے شدبود ہو وہ فقہ ائمہ کی معمولی واقفیت رکھتے ہوں۔ متون اور بعض متعارف مسائل کو جانتا ہو۔ یا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرسین کی مختصر سی تعداد جو مدارس میں پڑھاتے ہیں ان کو مناسب استعداد بھی ہے لیکن ان کو یقین دلایا گیا ہے کہ آئمہ اربعہ کے بعد تم کو ماخذ دین سے استدلال اور اخذ کا حق نہیں۔ تم اپنے علم کو لاعلمی سے تعبیر کرو۔ اور مقلد کہلاؤ۔ ان کی تعداد پانچ فی ہزار بھی شاید نہ ہو۔ یہی بیچارے تقلید کی تجربہ گاہ ہوں گے۔ اس کا نتیجہ بھی یہی ہوگا کہ یہ چند سو یا چند ہزار آدمی مقلد کہلا سکیں گے۔

اور ایک طالب علم ادب سے دریافت کرے گا کہ تقلید پر اجماع کب ہوا، کس نے کیا، کہاں کیا؟ اور ایک ایسی چیز جس کا خارجی وجود ہی عدم کی سرحدوں سے مل رہا ہے جس سے علماء اور عامی دونوں محروم ہوں کہاں ہے۔ یہ علم وعرفان کا ایسا گوشہ جس کی قبول اہل علم کو تو ضرورت ہے نہیں، عوام کی رسائی سے اس کا مقام ویسے ہی الگ ہے اجماعی وجوب کا اثر کونسی مخلوق پر پڑے گا۔ اگر اس کا انکار کر دیا جائے تو لوگ اس سے کہاں تک متاثر ہوں گے۔ مجتہد اور عامی اگر اس کے اثر سے بچ نکلیں تو اس کا حلقۂ اثر کہاں تک وسیع ہوتا اور پھر یہ وجوب شرعی ہوتا یا اضطراری؟

معنی میں لچک

خیال تھا کہ مولانا نے لفظ تقلید میں جس طرح لچک پیدا فرمائی ہے۔ ان کا ذہن بھی کچھ اپنی جگہ سے سرک کر حالات کی سازگاری میں تعاون کرے گا۔ مولانا کے ارشادات میں وہی مناظرانہ تشدد ہے۔ جو عموماً ہمارے علماء کا شیوہ ہے۔ علماء کا ایک طبقہ تقلید کو بدعت کہتا ہے مولانا اسے واجب فرماتے ہیں۔ اتفاق کہاں ہوگا؟

○

آسان اور مشکل

اس کے بعد کئی صفحات میں مولانا نے فرمایا ہے۔ کہ آسان مسائل میں تو تقلید کی ضرورت نہیں۔ لیکن مشکل ذو الوجوہ مسائل میں تقلید کے سوا چارہ نہیں۔ اسی ضمن میں مولانا کا ایک فقرہ عجیب ہے۔ " ان تمام معاملات میں اطاعت خالصتہً اللہ اور رسول کی کرنی ہے۔ اور جو رسول کی بجائے کسی اور کی اطاعت کرنے کا قائل ہو اور اس کو مستقل بالذات مطاع سمجھتا ہو، تو وہ یقیناً دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بالکل اسی قسم کا فقرہ ہے جو ہمارے بریلوی حضرات فرماتے ہیں۔ ہم اہل قبور اور خانقاہوں کو مستقل بالذات خدا نہیں سمجھتے بلکہ ان کو خدا کے نائب یا مجاز سمجھتے ہیں۔ پھر ادب، وسیلہ، شفاعت وغیرہ عنوانات کے ماتحت شرک کی شاہراہیں کھول دی جاتی ہیں۔ آپ اپنے دروس میں دیکھیں۔ آپ حضرات ہمیشہ نصوص کی تاویل فرماتے ہیں۔ ائمہ کے ارشادات اپنے مقام سے کبھی نہیں ہٹتے۔ اطاعت دراصل ائمہ کی ہوئی، پیغمبر تو قیامت کے دن سوچیں گے کہ نصوص کی ان حضرات نے کس طرح مرمت فرمائی اور ناحق تکلف میں امام کے ارشادات تو اپنی جگہ رہے۔ تاویل کا خنجر احادیث اور نصوص پر چلا۔ اس لیے مستقل بالذات کا تکلف فرماتے تو بہتر ہوتا۔

زمن بر صوفی و ملا سلامے　　　کہ پیغام خدا گفتند مارا

ولے تاویل شاں در حیرت انداخت　　　خدا و جبرئیل و مصطفٰے را

رہا آسان اور مشکل کا مسئلہ تو یہ دونوں چیزیں اضافی ہیں۔ ہر مشکل میں نسبۃً آسانی پائی جاتی ہے اور ہر آسانی میں مشکل کے پہلو پائے جاسکتے ہیں۔ اس لیے اس تقسیم کا تقلید پر کوئی نمایاں اثر نہیں پڑے گا نہ ہی اس قسم کی تشکیک کسی حقیقت کے لیے معیار بن سکتی ہے۔

بقول مولانا کے قرء کے معنی حیض بھی ہے اور طہر بھی۔ زمین کی پٹائی بھی۔ بعض ائمہ اسے جائز سمجھتے ہیں بعض اسے نادرست فرماتے ہیں۔ فاتحہ کے متعلق دو احادیث کا محمل صحیح ملنا مشکل ہے۔ حدیث من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ کا مفاد یہ ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے اور لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کا مطلب یہ ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ ضرور پڑھی جائے۔

اس میں اشکال ہے۔ حدیث کی مختلف وجوہ ہوسکتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس میں تقلید نے کیا سہولت پیدا کی۔

قرء کے دو معنی سے اپنی لاعلمی اور دوسرے بزرگ پر اعتماد کرکے آپ نے اس کا معنی حیض سمجھ لیا۔ شوافع نے امام شافعی پر اعتماد فرما کر اپنی لاعلمی کے بہانہ سے اس کا معنی طہر سمجھ لیا۔ اس سے نہ آیت کا معنی صاف ہوا نہ کوئی لغوی مشکل ہوئی۔ بلکہ حضرات احناف اور شوافع دونوں مضبوط مورچوں میں بیٹھ گئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ہمیشہ کے لیے جنگ شروع ہو گئی۔ کتب فقہ، ان کے شروح اور حواشی میدان کارزار بن گئے۔ قرآن کی خدمت و سنت کی توضیحات میں کچھ اضافہ ہوا لغت کو اضداد کے متعلق کوئی اصول مل سکا۔ آسان مقامات میں تقلید کی ضرورت نہ تھی یہ نسخہ بیکار تھا، مشکل میں جنگ بدستور جاری رہی۔ اس کوہ کنی و کاوش آری سے کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔

اگر انصاف اور حق پسندی سے کام لیا جائے تو ساری کوشش اکارت اور محنت بیکار گئی۔ جنگ بدستور رہی اور میدان و مقابلہ میں صلح کی کوئی صورت نہ نکل سکی۔

بالکل یہی حال اس جنگ کا رہا، اور سورہ فاتحہ کے وجوب اور فرضیت کا رہا۔ تنازعہ میں کی وہیں رہی تقلید اور ترک تقلید نتائج کے لحاظ سے یکساں اور برابر رہا۔ اگر تقلید سے اختلاف ختم ہو سکتا تھا تو پھر آپ حضرات ان موریوں میں کیوں تن گئے؟

رشتۂ الفت میں اگر ان کو پرو سکتا تھا تو
منتشر کیوں پھر تیری تسبیح کے دانے رہے

مولانا یقین فرمائیں۔ محض علماء سے استصواب ان کی آراء کو نصوص کی روشنی میں قبول کرنے کو نہ کوئی شرک کہتا ہے نہ گناہ۔ بحث اس وقت ہوتی ہے جب کسی عالم کے فہم کو واجب الاتباع قرار دیا جائے اور اس سے اختلاف کو شرعاً حرام قرار دیا جائے حتی کہ عالم اور مجتہد سے تعلق توڑ لیا جائے۔ عملاً مرتبۂ رسالت سے کون سی کمی رہ جاتی ہے۔

تقلید مطلق اور شخصی

مولانا نے یہاں تقلید کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ہر قسم کو ثابت کرنے کے لیے تقلید کی حدود سے عبور فرمانا پڑتا ہے۔ ہم حضرت مولانا کی اس جرأت پر ان کے شکر گذار ہیں اور سوچتے ہیں کہ تقلید کہاں ہے؟ بڑے ادب سے گذارش ہے کہ جناب جسے تقلید مطلق یا تقلید عام فرماتے ہیں یہ قطعاً متنازعہ فیہ نہیں جس کے لیے جناب فکر و نظر کی تکلیف فرماتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر شاگرد استاد سے متاثر ہوتا ہے اور ہر بے علم یا کم علم کو کسی عالم کی طرف توجہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہوتا ہے۔ بلکہ ہر عالم اعلم کی طرف اور مفضول افضل کی طرف بوقت ضرورت رجوع کرے گا۔ یہ فطرت کا تقاضا بھی ہے اور قرآن عزیز کا ارشاد بھی۔ اس حقیقت سے نہ کسی نے انکار کیا نہ اس کا انکار ممکن ہے۔ بلکہ متاخرین کے علم کی تو بنیاد ہی متقدمین کے علوم پر ہے۔ ہم لوگ اسے تقلید نہیں سمجھتے بلکہ یہ علمی استفادہ ہے۔ ہر ایک ذہن ... طور پر دوسرے کو مطمئن کرتا ہے۔ دوسرا ذہن تقلیداً نہیں بلکہ تحقیقی طور پر علم و فکر سے متاثر ہوتا ہے۔ اسے تقلید کہنا غلط ہے۔ اگر آپ اس اصطلاح پر مصر ہوں تو ہم اسے خارج از بحث سمجھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ نہ ابو یوسف اور محمد رحمہما اللہ امام ابو حنیفہ کے مقلد تھے نہ مزنی شافعی کے مقلد نہ اشہب اور ابن وھب، مالک کے مقلد۔ نہ ابوداؤد اور ابن قدامہ، ابن تیمیہ اور امام احمد کے مقلد۔ یہ ایک تلمیذ کا اپنے شیخ سے تاثر ہے جس کے نتیجہ میں بعض مسائل میں وہ اپنے شیخ سے متفق رہے اور بعض مسائل میں اپنے شیخ سے اختلاف کیا۔ اس کا جو نام آپ رکھیں یہ علمی استفادہ ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں۔

مولانا کا ارشاد:

"تقلید کی ان دونوں قسموں کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ ایک شخص براہ راست قرآن و سنت سے مسائل مستنبط کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو وہ جسے قرآن و سنت کا ماہر سمجھتا ہے اس کے فہم و بصیرت اور تفقہ پر اعتماد اور اس کی تشریحات پر عمل کرتا ہے" صفحہ ۱۰۱

کلمۃ حق اُرید بہ الخویہ کے سوا کچھ نہیں۔ اگر مستفید جاہل ہے تو وہ امام یا مسئول کی مہارت کیسے معلوم کرے گا۔ اگر مہارت علمی کا جائزہ لے سکتا ہے تو وہ اس کی تفقہ پر کیوں اعتماد کرے۔ اس کے باوجود حاصل تو یہی ہو گا کہ یہ اعتماد وہی لوگ کریں گے جن کو ذاتی بصیرت اور تفقہ سے حصہ نہ ملا ہو۔

اس کے بعد مولانا نے تقلید مطلق کے اثبات پر جن آیات اور احادیث سے استدلال کیا ہے اس پر گفتگو کی ضرورت نہیں۔ اس قسم کا اتباع اور اطاعت تو طبعاً درست ہے۔ گو ایک آیت بھی اس کی تائید نہ کرے لیکن یہاں پہنچ کر مولانا کے انداز میں خفیف سا بیدا ہو گیا ہے مزاج میں وہ وسعت نہیں رہی جو ابتدائی سطور میں تھی۔ مولانا اسی سطح پر اُتر آئے جس پر مرحوم مولانا مرتضیٰ حسن صاحب دیوبندی رہے اور اسی انداز کے لوگ اس موضوع پر گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت ۱: ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم (نساء ۸۳)

اگر وہ خوف امن کی مصنوعی اطلاعات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور دوسرے با اختیار صحابہ کے سامنے پیش کرتے تو وہ اس سے صحیح نتائج اخذ فرماتے۔

جصاص وغیرہ نے نقل اقوال کے سلسلہ میں علماء و فقہاء وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ لیکن سیاق اس عموم اور شمول سے ابار کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ مدینہ منورہ میں مرجف اور ارباب نفاق کی ایک خاصی تعداد موجود تھی جو امن اور خوف کی افواہیں اڑاتے رہتے تھے۔ اس سے بدمزگی اور بدامنی پیدا ہوتی۔ مسلمان بعض وقت سادہ لوحی سے ان افواہوں کا شکار ہو جاتے تھے جس سے بدامنی کا خطرہ ہو جاتا۔ اس حرکت سے اہل ایمان کو روکا گیا اور ہدایت فرمائی کہ ایسی باتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اولی الامر صحابہ کی خدمت میں پیش کرنا چاہیے۔

اولی الامر کے معنی میں علامہ جصاص کے رجحان کے لیے واقعی گنجائش ہو سکتی ہے لیکن سورہ نساء کی آیت میں قرآن کا تقاضا شرعی مسائل اور فقہی موشگافیوں کی بجائے سیاسی افواہوں اور ارجاف کی مساعی کو تاکام کرتا ہے اس لیے اس آیت کو مصطلح تقلید کی کسی قسم سے بھی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ غایت یہ کہ اس میں استنباط احکام کی اجازت دی گئی ہے۔ اور اسے اولی الامر اور ارباب استنباط کا فرض قرار دیا گیا ہے۔ اس رکوع کے بعد دور تک جنگ کے اثرات اور اہل نفاق کی شر پسندیوں کا تذکرہ چلا گیا ہے۔ اس لیے اولی الامر سے فقہاء و علماء مراد لینا صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ علامہ جصاص نے مناظرانہ انداز سے دفاع فرمایا ہے جو چنداں وزنی نہیں۔ مولانا اگر اس کے آگے دو تین رکوع ملاحظہ فرمائیں گے تو یقیناً میری گذارش کو صحیح تصور فرمائیں گے۔ لیکن ایام جنگ کے مخصوص حالات کو مولانا اشاعت دین کے پُر امن حالات پر مسلط فرمانا چاہیں تو وہ مختار ہیں۔

دوسری آیت میں ہدایت فرمائی گئی ہے کہ حالات کچھ بھی ہوں۔ ملک میں جنگ ہو یا صلح، تبلیغ اور اشاعت دین، تعلیم و تدریس اور تفقہ فی الدین کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ یہ اہل علم جنگ وغیرہ مشاغل سے واپس آنے والوں کو دین اور اسلام کی باتیں سکھانی چاہئیں اس میں تقلید مروج کی کوئی گنجائش نہیں۔ البتہ درس و تدریس، تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رکھنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ تاکہ جنگوں کے مشاغل اور کاروبار کے جھمیلوں میں دینی علوم ضائع نہ ہو جائیں۔ اور علم و دانش کی محفلیں ویران نہ ہو جائیں تقسیم کار کے طور پر کچھ لوگ اسلامی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قلمرو کی حفاظت کریں۔ اور کچھ قرآن و سنت میں تفقہ اور ضبط کے لیے اوقات عزیزہ وقف کریں جنگ سے واپسی پر عسکری حضرات بھی اپنی وسعت اور استعداد کے مطابق ان علوم سے استفادہ کریں۔ آپ ان تذکیر اور تدریس کی مجلسوں کو تقلید کا عنوان دینا چاہتے ہیں تو اس اصطلاح کی وضع میں آپ مختار ہیں حقیقۃً اس میں تقلید کا شائبہ بھی نہیں۔ کند ذہن اور ذہین آدمی اپنی استعداد کے مطابق اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔

جصاص فرماتے ہیں وفی ھذہ الآیۃ دلالۃ علی وجوب طلب العلم وانہ مع ذالک فرض علی الکفایۃ لما تضمنت من الامر بنفر الطائفۃ (ص۱۹۰ ج ۳) اس آیت سے طلب علم کی فرضیت ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے۔ علامہ جصاص کی تصریح بھی اس سے تقلید ثابت نہیں ہوتی۔ پھر کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ پورا طائفہ مجتہد ہو۔ اس لیے کہ کوئی سمجھدار آدمی اس سے مصطلح تقلید نہیں سمجھ سکتا۔

واتبع سبیل من اناب الی سے تقلید عام یا تقلید مطلق کا اثبات سینہ زوری اور علمی طغیانی کے سوا کچھ نہیں۔ بیشک من کے مفہوم میں عموم ہے لیکن صلہ میں انابت الی اللہ موجب اتباع سمجھا گیا ہے۔ جس کے مصطلح اجتہاد کو بڑی بات عرفی علوم کا جاننا بھی ضروری معلوم نہیں ہوتا۔ پھر جناب اسے تقلید مروج کے لیے کیسے مفید سمجھتے ہیں علیکم بالفقہ والمدولیۃ والانابۃ الی اللہ والابتھال الیہ مثل ھذہ المسائل التی قد انشقت بسببھا عصا الامۃ المرحومۃ وصاروا اشتاتا۔

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما۔ اس حدیث سے تقلید عام پر استدلال نہایت تکلف ہے۔ اگر مفت میں اجتہاد کی جرأت فرما کر حضرت اقتداء کے معنی تقلید مصطلح فرما سکتے ہیں تو اسی سے تقلید شخصی ثابت فرمائیں۔ پھر دو ائمہ اجتہاد کا نام تو صراحۃً موجود ہے۔ اگر اس قدر جرأت نہیں تو یہ تکلف بھی چھوڑ دیجئے۔ آپ ایسے اکابر رجال سے استدلال مذاق سا معلوم ہوتا ہے۔ یہ آپ کا ارشاد درست ہے یہاں اقتداء سے مراد صرف انتظامی امور نہیں بلکہ انتظامی اور دینی دونوں مراد ہیں اقتدی بفلان تسنن بہ و فعل فعلہ یعنی اطوار اور عادات اور افعال ہیں یہ تقلید اتباع اور تتبع پر لفظ بولا جاتا ہے جس طرح مقتدی افعال نماز میں امام کا اتباع بھی کرتا ہے۔ لیکن اگر امام طے شدہ راہ سے انحراف کرے تو اسے تسبیح اور تصفیق سے ٹوک بھی سکتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ایسے اہلِ علم قلم جانتے ہیں یہ مصطلح تقلید سے بالکل مختلف ہے۔ اس تقلید میں ایک عامی مجتہد پر تنقید اور اس کی روش پر اسے ٹوک سکتا ہے کاش! جناب نے اصلاح کے لیے جب قدم اٹھایا ہے تو پرانی مناظرانہ ماحول سے مختلف راہ اختیار فرماتے۔ یہ پرانی اور فرسودہ ہو چکی ہیں جو ہی لکھے جو بار ہا چبائے جا چکے ہیں چبائے جا رہے ہیں :-

تقلید مطلق کی مثالیں

جناب کا یہ ارشاد درست ہے۔ تقلید عام کی ایسی مثالوں سے جناب مستقل کتاب تیار فرما سکتے ہیں مگر ادبا گذارش ہے کہ ایسی کتاب کی بازار میں دو کوڑی قیمت نہیں ہو گی۔ جناب کے ارشاد فرمودہ چار دلائل کا تفصیلاً علمی محاسبہ کیا جائے تو آخر اس میں کیا ہے۔

فقیہ اور غیر فقیہ صحابی

اسی طرح صحابہ میں فقیہ اور غیر فقیہ کی تقسیم شرمناک ہے اور صحابہ کے متعلق ایسے خیالات کا اظہار رفض اور تشیع کا بقیہ ہے۔ ائمہ اصول نے قاضی عیسیٰ بن ابان کے اسی نظریہ کی تائید فرما کر اعتزال اور رفض کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ اس کے بالمقابل علامہ سرخسی کی رائے محقق اور درست ہے کشف الاسرار اور غایۃ التحقیق شرح حسامی میں اس مقام کو ملاحظہ فرمائیں۔ اصول کے طلبہ کو اس سوءِ ادب پر متنبہ فرمائیں۔ آپ حضرات اپنے مصارف پر مدارس میں اعتزال اور رفض کی آبیاری فرماتے ہیں۔ قرآن عزیز کا یہ ارشاد درست ہے وفوق کل ذی علم علیم (یوسف)،

صحابہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں وہ حضرات بلا تخصیص عالم اعلم کی طرف۔ اور مفضول افضل کی طرف رجوع فرماتے۔ بعض اوقات بحث و نظر میں محض توجہ سے ذہن صاف ہو جاتا نہ ہول دور ہو جاتا بات طویل نہ ہونے پاتی۔ بعض اوقات بحث و نظر کی نوبت آتی۔ حوالہ دینے کے بغیر مسئلہ صاف نہ ہوتا۔ آپ نے کسی قدر غلط فرمایا:

"اور شاید کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہ ہو جس میں انہوں نے مسئلہ کی دلیل پوچھی ہو"

کوئی پڑھا لکھا طالب علم جس کی دواوین سنت پر نظر ہو یہ جرأت نہیں کر سکتا جو جناب نے فرمائی۔ فاطمہ بنت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تنقید کا یہ حال ہے کہ حوالہ دینے پر بھی اطمینان نہیں لاندری احفظت ام نسیت۔ حضرت عمار اور حضرت عمرؓ کی تیمم جنابت پر گفتگو۔ حضرت عمار اپنا حوالہ دیتے ہیں حضرت عمر کی معیت تبلاتے ہیں۔ حضرت عمر مطمئن نہیں ہوتے۔ نہ ان کو اظہارِ حق سے روکتے ہیں۔ اس تحقیق و تفقہ کے دور میں آپ تقلید کی تلاش فرماتے ہیں۔ انا للہ

متعۃ الحج کے معاملہ میں حضرت عمر اور حضرت عثمان کی رائے سے جمہور صحابہ کا اختلاف حوالے سُن لینے کے بعد بھی ہر مجتہد اپنی رائے پر قائم رہا۔ آپ فرماتے ہیں حوالہ پوچھنے کا ایک واقعہ بھی نہیں پایا جاتا۔ ع

ایں چہ می بینم بہ بیداری است یا رب بخواب

آپ ایسے اکابر سے اس ذہول کی امید نہ تھی۔

استیذان کے متعلق حضرت ابوموسیٰ اشعری سے شہادت طلب کی۔ ابوموسیٰ اشعری مسجد پہنچے۔ وہاں سے ابی بن کعب ان کے ساتھ تشریف لائے۔ جب حوالہ کے ذریعہ ابوموسیٰ کی تصدیق ہوئی تو معاملہ ختم ہوا (دیکھو صحیح مسلم ص ۲۱۱ ج ۲)

آپ حضرات کے ہاں حدیث کا چونکہ صرف دورہ ہوتا ہے۔ سوچنے کا موقعہ کم ملتا ہے ورنہ آپ کے قلم سے یہ فقرہ نہ نکلتا۔ امید ہے آپ اس پر نظر ثانی فرمائیں گے؛

صحابہ تمام جس طرح عدول تھے اسی طرح وہ سب فقہاء بھی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نہ کوئی غیر فقیہ تھا نہ غیر عادل۔ قاضی عیسیٰ بن ابان بیچارہ کون ہے جو صحابہ رضی کو غیر فقیہ کہے۔ یہ حضرت خود معتزلہ کے پنجے میں پھنس گئے۔ اصول فقہ میں اعتزال کے جراثیم سب۔ بشر مریسی اور قاضی عیسیٰ بن ابان وغیرہ کی معرفت آئے۔ اہل علم کے قلم سے صحابہ کے متعلق ایسے الفاظ سن کر دل لرز جاتا ہے۔

آپ نے موطا امام مالک سے عبید بن ابی صالح کا قول نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے دور نخلہ کے لوگوں کے پاس ادھار پر گندم فروخت کی۔ پھر انہوں نے خواہش کی کہ اگر وہ متعین قیمت میں کمی کردیں۔ تو رقم نقد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے لیں۔ زید بن ثابت نے روک دیا وہ رُک گئے" لیکن حضرت! ایک عالم جب دوسرے عالم سے کوئی مسئلہ دریافت کرتا ہے، اس کا مقصد یا طمانیت ہوتا ہے یا ذہول کا علاج یا مزید تحقیق۔ صحیح بات معلوم ہونے پر ذہن اسے قبول کر لیتا ہے۔ بحث کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسے تقلید سمجھنا آپ ایسے عالم کی زبان سے بھلا معلوم نہیں ہوتا۔ آخر تقلید جسے آپ نے ان لوگوں کے لیے اجازت دی ہے" جو قرآن و سنت سے احکام مستنبط کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے" یہ کونسا مقدس تحفہ ہے جسے آپ صحابہ کے لیے ثابت فرما رہے ہیں۔ ابن القیم کی زبان میں اس کی نوعیت جہالت کی ہے ؎

العلم معرفة الهدى بدليله ۔۔۔ ما ذاك والتقليد يستويان

اذ اجمع العلماء ان مقلدا للنا ۔۔۔ س كا الاعمى هما اخوان

عہدِ صحابہ میں تقلید شخصی

مولانا نے اس عنوان کے تحت تین دلائل ذکر فرمائے ہیں۔ ان دلائل پر تنقیدی گذارشات سے پہلے تقلید شخصی کا مفہوم مولانا کے لفظوں میں سامنے رکھیں۔ اور غور فرمائیں۔ کہ یہ دلائل مولانا کے مقصد کے لیے کہاں تک مفید ہیں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ تقلید کے لیے کسی ایک عالم یا مجتہد کو معین کر لیا جائے اور ہر ایک مسئلے میں اس کی رائے اختیار کی جائے۔

پہلی دلیل

ان اهل المدينة سئلوا ابن عباس عن امرءة طافت ثم حاضت قال لهم تنفر قالوا لا نأخذ بقولك وندع قول زيد (بخاری مطبوعہ انصاری جلد ۱ صفحہ ۱۷۰)

اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس سے دریافت فرمایا کہ طواف افاضہ کے بعد اگر عورت کو ماہواری ایام آجائیں کیا طواف وداع کے لیے بیت اللہ میں ٹھہرے یا وطن واپس چلی جائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اسے انتظار کی ضرورت نہیں۔ وہ واپس چلی جائے۔ اہل مدینہ زید بن ثابت کے فتوے کی بنا پر یہ سمجھتے تھے کہ اسے طواف وداع تک ٹھیرنا چاہیئے۔ انہوں نے اس پر اصرار کیا کہ زید کا فتویٰ درست ہے ہم آپ کی بات نہیں مانتے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا مدینہ کے اہل علم سے دریافت کرو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان لوگوں نے حضرت امِ سلیم والدہ حضرت انس اور دوسرے اہلِ علم سے دریافت کیا۔ صحیح بخاری کے الفاظ اس طرح ہیں فکان فیمن سئلوا ام سلیم۔ جن اہلِ علم سے دریافت کیا گیا ان میں حضرت امِ سلیم بھی تھیں۔ ام سلیم نے حضرت صفیہ کی حدیث کا حوالہ دیا۔ کہ آنحضور علیہ السلام نے ان کو بلا طواف وداع واپسی کی اجازت مرحمت فرمادی تھی۔

بعض روایات میں اسے حضرت ابن عباس اور زید بن ثابت کی نزاع ذکر فرمایا۔ جس میں زید بن ثابت نے حضرت ابن عباس کو اپنے رجوع کی اطلاع دی۔

تعجب ہے ایک دارالعلوم کے صدر مدرس اسے تقلید شخصی کی دلیل سمجھیں۔ حالانکہ یہ تحقیق کا ایک شاہکار ہے۔ اختلاف سے پہلے وہ لوگ زید کے فتوے پر مطمئن تھے۔ اپنے معلومات پر اصرار اور اعتماد قدرتی بات ہے لیکن یہ اصرار مقلدانہ نہ تھا بلکہ وہ تحقیق کے لیے آمادہ ہوئے۔ حضرت امِ سلیم اور دیگر فقہاء صحابہ سے ان حضرات نے تحقیق کی۔ حضرت عائشہ رضی۔ ام سلیم رضی۔ صفیہ رضی۔ ابن عمر رضی۔ ابن عباس رضی ایسے فقہاء حدیث کے فتووں سے اس میں تحقیقی استفادہ کیا گیا۔ اپنے علم پر اعتماد کا نام مولانا تقلید رکھتے ہیں۔ اگر وہ حضرات مقلد ہوتے تو اپنے امام کے سوا کسی کی بات نہ سنتے۔ وہ تو پختہ کار محقق ٹھہرے۔ شبہ ہوتے ہی تحقیق کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ کئی مجتہدین کے آثار کی تلاش کی۔ بالآخر زید کا قول غلط نکلا۔ تمام حضرات نے حضرت عباس کا فتویٰ قبول فرمایا۔ زید بن ثابت نے خود اپنے رجوع کی اطلاع حضرت ابن عباس کو دی۔ آپ اسی مقام سے عمدۃ القاری بھی ملاحظہ فرمائیے۔ وہاں حافظ ابن حجر کی عبارات کے تواردکے بعد مزید بعض چیزیں لکھی ہیں جس سے مسئلہ کے فہم میں سہولت ہوتی ہے۔ حافظ عینی کو وہ دور کی بات نہیں سوجھی جو ہمارے دارالعلوم کے صدر صاحب کو سوجھی۔

پھر یہاں تلاش اور ٹٹول کسی رائے کی نہیں تاکہ تقلید کی جائے بلکہ یہ تمام مجتہدین نص کی تلاش فرما رہے ہیں۔ چنانچہ عینی، ثقفی کے حوالے سے ذکر فرماتے ہیں فرجعوا الی ابن عباس قالوا وجدنا الحدیث کما حدثتنا (عمدۃ القاری صفحہ ۷۷، جلد ۲) حدیث واقعی اسی طرح ہے جس طرح آپ نے فرمایا۔ اس وقت کے مجتہد خود اس تحقیق میں مشغول ہو گئے اور اس کے نتیجہ کی اطلاع مسکراتے ہوئے ابن عباس رضی کو دی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(فتح الباری ص۱۱) کہ آپ کے فتوے کے مطابق نص مل گئی۔ زید بن ثابت کے فتویٰ کی اہمیت ختم ہو گئی۔

تمنا صوفیہ تقلید کے متعلق خود جناب نے فرمایا۔ کسی ایک عالم کو متعین کر لیا جائے اور ہر ایک مسئلے میں اس کی رائے اختیار کی جائے (رفاران ص۱۷ مئی ۱۹۶۵ء) ایک مسئلہ میں آپ نے زید بن ثابت کی تقلید اور پھر شخصی ثابت فرمادی۔ سبحان اللہ! جب معاملہ نص کی تلاش کا ہے تو گناہ یا "شرک" کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ادباً گذارش

ایسا ذہین آدمی جو تقلید کو ایسی جگہ سے کشید کرتا ہے جہاں اس کا نام و نشان تک نہیں جہاں حافظ ابن حجر اور حافظ بدر الدین عینی خاموش ہو گئے اور ان کو بھی تقلید کی نہیں سوجھی۔ معلوم نہیں آپ حضرات صدیوں پہلے گذرے ہوئے مجتہدین کے کیوں منت کش ہوتے ہیں۔ اور اپنے متعلق آپ کو کیوں بدگمانی ہے کہ آپ میں کوئی صلاحیت نہیں۔ ہمت فرمایئے اور اپنے فہم و فراست پر بدگمانی نہ فرمایئے۔ اگر مجتہد مطلق نہ بن سکے تو تقلید سے بچ سکیں گے انشاء اللہ

وکم من عائب قولاً صحیحاً   وآفته من الفهم السقیم

ہاں تو حضرت زید بن ثابت کے فتویٰ پر اہل مدینہ کے اصرار کی وجہ پر بھی غور فرمایئے۔ اس وقت زید بن ثابت کے علم کی شہرت حضرت ابن عباس سے زیادہ تھی اور اس کے کئی وجوہ تھے۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ پہنچے زید بن ثابت کی عمر گیارہ سال کی تھی حضرت ابن عباس سے یہ معمر تھے۔ حضرت ابن عباس آنحضرت کے انتقال کے وقت آٹھ نو سال کے تھے۔

۲۔ حضرت زید بن ثابت کاتب وحی تھے اور مدت العمر آنحضرت کے ساتھ معتمد عمومی کے طور پر کام کرتے رہے۔ عموماً بیرونی خط و کتابت ان کی معرفت ہوتی تھی۔ آنحضرت کے حکم سے انہوں نے عبرانی زبان پڑھی تاکہ یہود کی دھوکہ بازیوں کا خطرہ نہ رہے۔

۳۔ ان کی علمی قابلیت اور دینی تجربہ اور علمی تبحر کی بنا پر اکابر صحابہ کی موجودگی میں حضرت ابو بکر نے انہیں قرآن مجید جمع کرنے کا حکم دیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ حضرت زید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے براہ راست شاگرد تھے۔

۵۔ حضرت ابوہریرہؓ حضرت انسؓ۔ ابوسعید خدریؓ سہیل بن حنیفؓ۔ طاؤس عطا بن یسار ایسے صحابہ اور تابعی ان کے شاگرد تھے۔

۶۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں۔ زید بن ثابت کے جنازہ میں حاضر ہوا۔ جب انہیں قبر میں رکھا گیا تو ابن عباس نے فرمایا۔ جو علم کے فقدان کا منظر دیکھنا چاہیے۔ وہ یہ نظارہ دیکھ لے۔ آج علم کی کثیر مقدار دفن کر دی گئی۔ ان کی موت کے دن حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا آج اس وقت کا عالم فوت ہو گیا۔ ممکن ہے اس خلا کو ابن عباسؓ پورا کر سکیں (تہذیب التہذیب صفحہ ۳۹۹ ج ۳)

زید بن ثابت کے ہوتے ہوئے اہل مدینہ کا ابن عباس کے متعلق تاثر قدرتی تھا۔ آپ نے اسے تقلید بنا دیا۔

دوسری دلیل

مولانا نے تقلید شخصی کی دلیل حضرت ابوموسیٰ اشعری کا ارشاد ذکر کیا ہے۔ جو انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق فرمایا لا تسئلونی مادام ھذا الحبر فیکم۔ ان الفاظ کا ترجمہ یہ ہے "جب تک عبداللہ بن مسعود موجود ہوں۔ مجھ سے کوئی مسئلہ مت پوچھو" مولانا نے اس کا مطلب یہ فرمایا ہے کہ "انہوں نے ہر مسئلہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیا" مولانا کرم غور فرمائیں۔ عبارت سے یہ مفہوم بالکل سمجھ میں نہیں آتا۔

یہ تو درست ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی موجودگی میں حضرت ابوموسیٰ سے نہ پوچھا جائے۔ لیکن ہر مسئلہ عبداللہ بن مسعود ہی سے پوچھا جائے اور کسی عالم سے نہ پوچھا جائے بڑی سطحی بات ہے۔ حضرت ابوموسیٰ سے ایسا فرمانے کی امید ہی نہیں کی جا سکتی۔ اس وقت اکابر صحابہ موجود تھے وہ ان کی طرف رجوع سے کیسے روک سکتے تھے۔ غایت یہی ہو سکتی ہے کہ افضل کے ہوتے مفضول کی طرف رجوع نہ کیا جائے۔ ہر مسئلہ اور صرف ابن مسعودؓ کی تخصیص پوری عبارت میں قطعاً نہیں۔ مولانا کا اجتہاد ہو سکتا ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب تک ہر مسئلہ اور ابن مسعود کی علی الاطلاق تخصیص ثابت نہ ہو تقلید شخصی کا اثبات مشکل ہے۔

پھر اس وقت کی روش یہ معلوم ہوتی ہے کہ بلا تقلید اور بلا تعیین علماء سے مسائل دریافت فرمائے جاتے چنانچہ انہوں نے حسب عادت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف بھی رجوع فرمایا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف بھی اور یہی عامی کا فرض ہے کہ وہ بلا تخصیص علماء کی طرف رجوع کرے اور علماء بلا تعیین انہیں اعلم اور افضل کے پاس بھیج دیں۔ پھر یہاں بھی عبداللہ بن مسعود کے قول کو اس لیے ترجیح دی گئی کہ انہوں نے حدیث ذکر فرمائی۔ رائے کا سوال ہی نہیں سو فرمائیے یہ تقلید کے لیے کیسے دلیل بنی؟ مولانا آپ ایک دارالعلوم کے مدرس ہیں آپ کو ایسی کچی باتیں نہیں لکھنی چاہئیں۔

نیز اس پر بھی غور فرمائیں کہ اگر زمانہ صحابہ میں عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت ایسے ائمہ اجتہاد موجود ہیں تو پھر انہیں ان کے اس مقام سے کس نے معزول کیا اور ان کی جگہ ائمہ اربعہ کو کس پیغمبر نے دی؟ صحابہ کا مقام تو ہر لحاظ سے اونچا سمجھنا چاہئیے کیا مجتہدین صحابہ کا مقام ائمہ اربعہ سے کم ہے؟

تیسری دلیل

حضرت مولانا نے حضرت معاذ بن جبل کی اس گفتگو سے استدلال فرمایا جو انہوں نے یمن جاتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائی۔ یقیناً اس میں قاضی کے لیے بہترین رہنمائی ہے۔ حکام اور قضاۃ کے لیے یہ عظیم الشان اساس ہے۔ لیکن تقلید کے لیے اس میں کوئی مقام نہیں۔ آپ غور فرمائیں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اس لیے یمن بھیجتے کہ اہل یمن انہیں مجتہد سمجھ کر ان کی تقلید کریں تو ان سے اس دریافت کی ضرورت نہ تھی کہ آپ فیصلہ کیسے کریں گے بلکہ حضرت معاذ کو ایک سرکاری دستاویز عنایت فرماتے کہ مجتہد صاحب تمہارے پاس تشریف لا رہے ہیں۔ تم سب ان کی تقلید کرنا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس سے بالکل مختلف ہے حضرت فرماتے ہیں:۔

عن معاذ ان رسول اللہ صلعم لما بعثہ الی الیمن قال کیف تصنع ان عرض لک قضاء قال اقضی بما فی کتاب اللہ قال فان لم یکن فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ صلعم قال فان لم یکن فی سنۃ رسول اللہ صلعم قال اجتھد برائی ولا آلو قال فضرب رسول اللہ صلعم علی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدرہ وقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ یرضی بہ رسول اللہ (اعلام الموقعین صہ، طبع ہند)

"یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے دریافت فرمایا تم پیش آمدہ جھگڑوں میں کیسے فیصلہ کرو گے۔ انہوں نے اپنا طریق بتایا کہ میں پہلے قرآن عزیز کی طرف رجوع کروں گا پھر سنت کی طرف، پھر اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا۔"

اس کا تعلق حکم اور قضاء سے ہے افتاء سے نہیں۔ تقلید کا تعلق بظاہر افتار سے ہے۔ ابن قیم فرماتے ہیں قد جوز النبی صلعم للحاکم ان یجتہد برایہ وجعل لہ علی خطاہ فی اجتہادہ اجرا (اعلام صفحہ ۱) "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم کو اجازت دی ہے کہ وہ اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرے پھر آپ نے تقلید کی جو تعریف فرمائی ہے ہر مسئلہ میں اس کی رائے پر پابند ہونا مرقوم ہے یہاں اس کا ذکر نہیں۔

حضرت معاذؓ کے اجتہاد اور رائے کے متعلق اہل یمن کیا طریق عمل اختیار کریں۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حرف بھی ارشاد نہیں فرمایا۔ قضار کی صورت میں رفع نزاع کے لیے حاکم کا حکم قبول کرنا ہو گا مگر اس کے خلاف اپیل دوسرے علمار کی طرف رجوع ہو تو اس سے حضرت معاذؓ کے اثر میں قطعاً نہیں روکا گیا۔

حضرت معاذ کا دوسرا اثر اسے واضح کرتا ہے۔ حضرت معاذ فرماتے ہیں "فتنے ہوں گے۔ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن اس پر عمل نہیں کریں گے۔

فیتخذ مسجدا ویبتدع کلاما لیس من کتاب اللہ ولا من سنۃ رسول اللہ فایاکم وایاہ فانہ بدعۃ وضلالۃ قالہ معاذ ثلاث مرات (اعلام صلا ج ۱)

پھر ایک مسجد بنائے گا اور اس میں نئی باتیں کرے گا جو نہ قرآن میں ہیں نہ سنت میں تم اس سے بچنا یہ بدعت اور گمراہی ہے۔ معاذ نے یہ کلمات تین بار فرمائے۔

اس سے ظاہر ہے کہ معاذ قضا کے بغیر رائے کو بدعت سمجھتے ہیں۔ حکم اور قضار کی مجبوریوں کے علاوہ رائے کا استعمال حضرت معاذ کے نزدیک بدعت ہے۔ حضرت! قرون خیر میں تقلید کا مطلب یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگا کہ اس وقت قلتِ علم کا مرض عام تھا یہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین پر بہت بڑا ظلم ہے۔ آپ نے ان بزرگوں کی توہین فرمائی ہے۔ ان بزرگوں کے علم و تفقہ کو محلِ نظر قرار دیا۔ اگر تقلید مصطلح ان ایام میں بھی موجود ہو تو علم و اجتہاد کا مثالی دور کونسا ہو گا۔ ابن قیمؒ مسلکاً جناب سے مختلف سہی مگر ان کی غزارتِ علمی اور نکتہ رسی سے امید ہے انکار نہیں ہو گا فرماتے ہیں۔

فانا نعلم بالضرورة انه لم يكن في عصر الصحابة رجل واحد اتخذ رجلا منهم يقلده في جميع اقواله فلم يسقط منها شيئا واسقط اقوال غيره فلم ياخذ منها شيئا و نعلم بالضرورة ان هذا لم يكن في التابعين ولا تابعي التابعين فليكذبنا المقلدون برجل واحد سلك سبيلهم الوخيمة في القرون الفضيلة على لسان رسول الله صلعم وانما حدثت هذه البدعة في القرن الرابع المذموم على لسانه صلى الله عليه وسلم (ص۲۲ اعلام ج۱)

یعنی ہم قطعاً جانتے ہیں کہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین میں ایک بھی ایسا آدمی نہیں ملے گا جو کسی عالم کی تمام باتیں قبول کرے اور کسی دوسرے عالم کی کوئی بات نہ مانے۔ حضرات مقلدین ہمیں جھٹلانے کے لیے قرونِ خیر میں ایک آدمی بتا دیں جو اس کمزور راہ پر چلا ہو۔ بلکہ یہ بدعتِ تقلید چوتھی صدی میں پیدا ہوئی جس کی آنحضرت صلعم نے مذمت فرمائی ہے۔"

مولانا آپ عالم ہیں، ایک علمی درس گاہ میں مدرس ہیں۔ آپ جو چاہیں فرمائیں لیکن صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے ساتھ یہ مذاق نہ فرمائیں۔ آپ نے تقلید کے لیے یہی وجہ جواز بتائی ہے کہ جو شخص قرآن و سنت سے براہ راست احکام کو مستنبط کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اصل کے اعتبار سے اس کے لیے تقلید کی دونوں قسمیں جائز ہیں (فاران صفحہ ۷ مئی ۱۹۶۵ء)

آپ قرونِ مشہود بالخیر کی یہ خوبی بیان فرماتے ہیں کہ وہ بھی کنز و قدوری کے اتباع کی طرح حشویت میں ملوث اور نظر و استنباط سے محروم تھے محض فقہاء اور اہل علم کی مساعی پر وقت گذارتے تھے۔ نصوص قرآنیہ اور بزرگوں کی آراء کا اتباع اصل ظاہر پرستی اور ظاہریت ہے، صحابہ اس سے پاک تھے۔ ان کی نظر نہایت عمیق تھی اور ظاہریت اور حشویت کا نام تک نہ تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطلق تقلید کی بندش

مولانا نے تقلید مطلق کی بندش کو بہت سراہا ہے۔ اور ائمہ اجتہاد کے لیے دعا فرمائی ہے کہ ان پر رحمتوں کا مینہ برسے۔ اس لیے کہ انہوں نے مطلق تقلید کو بند فرما دیا۔ مضمون کے اس حصے سے تعجب ہوتا ہے کہ اس پایہ کے اہلِ علم بھی اس قدر سطحی باتیں کر جاتے ہیں۔ ولو دلو قاله غيرك

مولانا کا خیال ہے کہ تقلید مطلق کی بندش سے دنیا میں "خواہش پرستی" کے دروازے بند ہو گئے اور تقلید مطلق کی صورت میں یہ مرض مستقبل میں یقیناً عام ہو جاتا اور یہ ائمہ اجتہاد کی دوراندیشی تھی۔ انہوں نے اسے روک دیا۔ ملخصاً۔

لیکن مولانا کا یہ ارشاد کئی وجوہ سے غلط ہے امید ہے مولانا غور فرمائیں گے۔

(۱) آپ نے اس پر مشہور ائمہ اجتہاد کا کوئی حوالہ نہیں دیا کہ کس نے تقلید مطلق کو روکا؟ کب روکا؟ آپ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا ایک حوالہ دیا ہے۔ اگر آپ کے ہاں وہ ائمہ اجتہاد میں شمار ہونے لگے ہوں تو مبارک ہے۔ پہلے تو اکابرِ دیوبند اس کے قائل نہ تھے۔ بوقتِ ضرورت ان کے علوم سے استفادہ تو فرماتے رہے مگر انہیں کبھی مجتہد نہیں سمجھا گیا۔

(۲) جو عبارت آپ نے نقل فرمائی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دین میں ہوا پرستی درست نہیں۔ انسان کو پرہیزگار اور متقی ہونا چاہیئے۔ ہوا پرست نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ ہوا پرستی شخصی تقلید میں بھی ہو سکتی ہے۔ کوئی حنفی مسلک کو اس لیے اختیار کرے کہ اس میں منشیات اور مسکرات کے استعمال کے متعلق خاصی نرمی ہے۔ مسکرات کی چار پانچ قسمیں ممنوع ہیں جن پر اس وقت خمر بولا جاتا تھا۔ باقی کے متعلق احناف کے ہاں وہ تشدد نہیں۔ شیخ علامہ حسن جبرتی مفتی مصر ۱۱۸۰ھ فرماتے ہیں کہ انگوری شراب کے کئی نام ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل کا استعمال درست ہے:

اما الجمهور فهو نسبة الى الجمهور نظرا الى الاستعمال والحميدى نسبة الى حميد لكنه

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صنعه واليعقوبي ويسمى ابا يوسفي لان ابا يوسف رحمه الله اتخذه لهارون وكان اتخذه له تخلصا مما هو حرام الشرب فهي اسم للمثلث اذا صب عليه ماء حتى ارق وترك حتى اشتد تعلم مما ذكر ما ان المثلث خالص العصير وان البختج وملعطف ممزوج بالماء بعد ذهاب ثلثيه و صيرورته مثلثا وهي حلال الشرب بعد الاشتداد والقذف بالزبد اذا شربت دون القدر المسكر للتقوى للعبادة لا من سبيل اللهو والطرب والا فهي حرام الشرب (الاقوال المعربة عن احوال الاشربه صفحه ۴۰ مطبوعه مصر)

جمہوری کی نسبت استعمال کی وجہ سے جمہور کی طرف ہے اور حمیدی کی نسبت حمید کی طرف ہے یہ اسی نے بنائی تھی۔ یعقوبی کو ابو یوسفی بھی کہتے ہیں۔ اس لیے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے یہ خلیفہ ہارون کے لیے بنائی تھی تا کہ وہ حرام شراب سے بچ جائیں۔ یہ دراصل مثلث شراب کا نام ہے جس میں پانی ڈال کر دو تہائی پانی جلا دیا جائے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مثلث اور بختج انگور کے شیرہ میں پانی ملا کر اور جلا کر اسے مثلث کر دیا جاتا ہے تیزی اور جھاگ کے باوجود اس کا پینا درست ہے بشرطیکہ اتنا نہ پیا جائے جس سے مستی آجائے اور قوت کے لیے استعمال کی جائے اور مشغلہ کے طور پر استعمال کی جائے تو حرام ہے۔

پورا رسالہ چند اوراق میں ہے۔ اسی میں شراب کی اقسام کی تفصیل موجود ہے۔ اور اس کی حلت اور حرمت کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس میں شراب خوری کے متعلق خاصی گنجائش ہے۔

اسی طرح شرح وقایہ میں ہے:۔

فان اقربه او شهد عليه بعد زوال الريح او تقيأها او وجد ريحها منه اى علم الشرب من تقيأ او وجد ريح الخمر منه بلا اقرار او شهادة او رجع عن اقراره شرب الخمر او السكر اواقر سكران لا (صفحه ۳۰۰)

اگر ملزم اقرار کرے کہ میں نے شراب پی ہے یا دو گواہ موجود ہوں۔ لیکن منہ سے بدبو نہ آئے یا شراب کی قے کرے یا اس کے منہ سے بدبو آئے مکمل اقرار اور شہادت نہ ہو یا ملزم اقرار کے بعد انکار کر دے۔ یا اقرار ہی بے ہوشی کی حالت میں ہو ان تمام صورتوں میں حد نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر مستی کی تعریف میں حضرت امام نے بڑی وسعت رکھی ہے۔ ان حالات میں نشہ کے عادی حضرات کے لیے حنفی مذہب میں بڑی گنجایش ہے۔ اس قسم کی نصوص ہدایہ مطبوعہ بمبئی ص ۳۱۱/۲ طحطاوی مطبوعہ مصر ص ۴/۲ اور ۴ در مختار مطبوعہ ہند ص ۳۰۰ شامی طبع مصر ص ۲۵۴ ج ۳ ملاحظہ ہوں۔

طول سے بچنے کے لیے ان کتب کی عبارات قلم انداز کی جاتی ہیں۔

ملک العلماء علامہ کاسانی ۵۸۷ھ نے بڑی صراحت سے فرمایا

واما الاشربة التی تتخذ من الاطعمة کالحنطة والشعیر والدخن والذرة والعسل والتین والسکر ونحوها فلا یجب الحد بشربها لان شربها حلال عندهما وعند محمد وان کان حراما لکن هی حرمة محل الاجتهاد فلم یکن شربها جنایة محضة فلا تتعلق بها عقوبة محضة ولا بالسکر منها وهو الصحیح لان الشرب اذا لم یکن حراما اصلا فلا عبرة بنفس السکر کشرب البنج ونحوه واللہ سبحانه وتعالیٰ اعلم اھ البدائع والصنائع ملک کاسانی (البدائع ص ۴۰ ج ۷)

جو شراب گندم، جو، باجرا، چنا، شہد، انجیر، شکر وغیرہ سے بنتی ہے اس پر کوئی حد نہیں۔ اس لیے کہ اس کا پینا شیخین کے نزدیک حلال ہے۔ امام محمد اسے حرام فرماتے ہیں لیکن یہ اجتہادی مسئلہ ہے۔ اس کا پینا قطعی جنایت نہیں۔ اس پر سزا بھی نہیں ہوگی۔ بلکہ اگر مستی بھی آجائے تو بھی سزا نہیں ہوگی یہی صحیح مذہب ہے کیونکہ جب پینا حرام نہ ہو تو پھر مستی کا کوئی اعتبار نہیں جس طرح بھنگ وغیرہ میں کوئی سزا نہیں اھ۔

بعض علماء نے فرق فرمایا تھا کہ شراب کی بعض قسموں کا پینا ہی حرام ہے بعض میں پینا حرام نہیں لیکن مستی حرام ہے۔ سزا تب ہوگی جب مستی آجائے۔ علامہ کاسانی کے نزدیک شراب کی ان اقسام کا پینا بھی درست ہے اور مستی پر کوئی سزا نہیں۔

شراب کی ان اقسام کے متعلق جواز یا عدم جواز کے وجوہ سے بحث نہیں۔ یہ مباحث حدیث اور فقہ کی شروح اور متون میں بھرے پڑے ہیں۔ گذارش صرف اس قدر ہے کہ احناف کے ہاں مشروبات میں بڑی لچک ہے۔

اب کوئی اس لیے حنفیت کو اختیار کرے کہ اس میں شراب اور منشیات کے متعلق کافی لچک ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ کی عبارت کے مطابق اس نیت سے تقلید شخصی بھی حرام ہوگی۔

آپ نے شیخ الاسلام کی عبارت پر غور نہیں فرمایا۔ گو شیخ نے ایک دو جگہ تقلید کا ذکر کیا ہے۔ مگر اس میں وہ ہوا پرستی کو روکنا چاہتے ہیں۔ یہ تقلید کی راہ سے ہو یا ترک تقلید کی راہ سے۔ آپ نے مطلق تقلید کی بندش پر ہن برسانا شروع فرما دیا۔ شیخ کی عبارت سے کہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ ہوس پرستی تقلید مطلق سے آتی ہے یا شخصی سے یا ترک تقلید سے۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو شیخ الاسلام کی کتابوں پر عبور نہیں ہے۔ ورنہ یہ انداز اختیار نہ فرماتے۔

○

علامہ قاضی خان نے اشربہ کے باب کو اس تفصیل سے لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے شاید ان کے ہاں شراب کی مکمل لیبارٹری موجود تھی۔ مختلف اقسام اور اس کے مختلف نسخے اور ان کی حلت اور حرمت پر بڑی سیر حاصل بحث فرمائی ہے مطبوعہ مصر کے نسخے پر صفحہ ۲۰۸ سے صفحہ ۲۲۰ جلد ۳ تک یہی مضمون ہے ذاتی طور پر اپنی ناقص رائے کا رجحان تو حضرت امام شافعی کی طرف ہے۔ دختِ رز کے ساتھ ادنیٰ نسبت بھی ناگوار ہے۔ لیکن اس کے باوجود ائمہ اجتہاد پر بدگمانی کے لیے کوئی وجہ جواز نہیں۔ اس مقام پر معمولی سی تفصیل کی بھی اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ مولانا کی عبارت سے مغالطہ ہوتا تھا۔ مولانا تقلید شخصی کو ہوا پرستی کے دروازے کا قفل سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ہوا پرستی کی سوتیں تقلید شخصی ہی میں موجود ہیں۔ بلکہ ساری فقہوں میں ایسی جزئیات ملتی ہیں۔ جو ہوا پرستی کے لیے راستہ بن سکتی ہیں۔

اسی طرح فواحش اور بدکرداری کی سزا کے متعلق اپنے ہاں بڑی لچک ہے۔ فقہ حنفی میں لواطت پر حد نہیں۔ بہائم کے ساتھ برائی کرے اس پر حد نہیں۔ محرمات ابدیہ کے ساتھ نکاح کے بعد بے حیائی کرے آپ کے ہاں وہ حد سے بچ سکتا ہے۔ مضمون کے پھیلاؤ سے بچنے کے لیے کتب فقہ کی نصوص اور الفاظ نظر انداز کر دیے گئے۔ ورنہ معلوم ہے کہ فقہ حنفی میں ہوا پرستی کے لیے کافی چور دروازے کھل سکتے ہیں اس لیے تقلید میں ہوا پرستی کی بندش کے لیے کوئی انتظام نہیں۔ اگر نیت درست نہ ہو تو ہوا پرستی ہر طرح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو سکتی ہے۔

پاکستان میں فواحش

یہ معلوم ہے کہ پاکستان میں اکثریت حضرات احناف کی ہے۔ بعض علاقوں میں دور دور تک احناف ہی پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ سب حضرات تقلید شخصی کے سختی سے پابند ہیں لیکن جس قدر ملک میں سینما تھیٹر موجود ہیں اور جتنے رقص و سرود کے کلب موجود ہیں ان کے منتظم عموماً حنفی حضرات ہیں۔ اگر تقلید شخصی ہوا پرستیوں کا علاج ہے تو آج ہوا پرستیوں کے یہ محل جابجا کیوں موجود ہیں۔ پورا ملک ہوا پرستی کی گرفت میں ہے۔ بقول مولانا تقلید مطلق بند کر دی گئی۔ اب سارے ملک میں تقلید شخصی کا دور دورہ ہے۔ پھر یہ فواحش کیوں ہیں حجاز میں شوافع، نجد میں حنابلہ، سوڈان، الجزائر اور افریقہ میں مالکی ان ہوا پرستی کے کارخانوں پر قابض اور متصرف ہیں۔ تقلید شخصی بھی عام ممالک پر محیط اور فواحش بھی اقطار عالم پر محیط ہو رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تقلید مطلق سے پرہیز اور تقلید شخصی کے رواج کا یہ نسخہ مفید ثابت نہیں ہوا۔ اسی طرح آج کل دنیا میں حلال اور حرام کا امتیاز بھی اٹھ رہا ہے۔ اگر جناب کا تجزیہ تقلید شخصی کے متعلق درست ہوتا تو آج دنیا تقویٰ سے بھرپور ہوتی لیکن معلوم ہے کہ دین کھیل ہو رہا ہے۔

مضحکہ خیز مثال

تقلید مطلق کی مضرت کے متعلق حضرت مولانا نے دو مثالیں دی ہیں۔ ایک خون سے وضو ٹوٹنے کی۔ احناف کے ہاں خون سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ شوافع کے نزدیک نہیں ٹوٹتا۔ آپ کو فکر ہے کہ سردیوں میں ہوا پرست لوگ شافعی مسلک پر عمل کریں گے۔ دوسری مثال میں فرمایا عورت کو مس کرنے سے احناف کے ہاں وضو نہیں ٹوٹتا شوافع کے ہاں ٹوٹ جاتا ہے۔ ہوا پرست اس وقت سردی میں حنفی مذہب پر عمل کریں گے۔ درس میں بیٹھ کر طلبہ کے حلقہ میں شاید یہ مثالیں سن لی جائیں۔ ہم تو دیکھتے ہیں پکے حنفی رات گذر جاتی ہے، دن بسر ہو جاتا ہے نماز کے قریب نہیں جاتے۔ اور محفلِ میلاد کے جلوس میں امسال رات کی دیپ مالا میں عورتوں کے ساتھ عاشقان رسول نے وہ کیا جس کے ذکر سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ منٹگمری، گوجرانوالہ اور لاہور کے واقعات دیکھنے والوں سے سنیئے۔ یہ بھی پکے مقلد تھے جو وہابیوں کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے نقط گالیاں دیتے تھے۔ احناف اور شوافع کا تنازعہ اس احساس کے سامنے کچھ حقیقت ہی نہیں رکھتا، پھر یہ محبانِ رسول اور عاشقانِ تقلید نماز کی تکلیف کئے بغیر نہایت خشوع اور خضوع سے سو گئے اور تقلید شخصی انہیں اس خواہش سے روک نہ سکی۔

مولانا! کاش یہ اربابِ تقلید کسی امام کے مسلک پر عمل کر کے نماز پڑھ لیتے۔ خواہش پرستی کو روکنے کے لیے تقلید شخصی بالکل ناکام ثابت ہوئی ہے

پھر مولانا! یہ خواہش پرستی نیت کا مسئلہ ہے اسے تقلید یا ترک تقلید سے کوئی تعلق نہیں۔ غلط ارادہ مقلد اور غیر مقلد دونوں کر سکتے ہیں اور ہوا پرستی ان کا شیوہ بن سکتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی رائے ایسے معاملات میں واضح ہے۔ ابن قیمؒ فرماتے ہیں میں نے شیخ الاسلامؒ سے سنا فرماتے تھے مجھے بعض فقہاء حنفیہ نے کہا۔ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنا مذہب بدل لوں۔ اس لیے کہ یہ عموماً صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ میں نے بعض شافعی علماء سے مشورہ کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ تمہارا مذہب بدلنے سے اصل مذہب تو نہیں بدلے گا۔ مذاہب کی ہیئت نوٹے ہو چکی ہے۔ تمہارا رجوع بے فائدہ ہے بعض صوفیوں نے مشورہ دیا ہے کہ میں عجز کے ساتھ اللہ سے دعا کروں۔ آپ فرمائیں آپ کی کیا رائے ہے؟ شیخ الاسلام نے فرمایا۔ مذہب کے تین حصّے کر لیجیے پہلی قسم جس میں حق واضح ہو اور کتاب و سنت سے توافق ظاہر ہو۔ شرح صدر سے اس کے مطابق فتوے دو۔ دوسری قسم مرجوح ہو اور دلائل اس کے خلاف ہوں اس کے مطابق نہ فتویٰ دو نہ کوئی حکم کرو۔ اسے ذہن سے اُتار دو۔ تیسری قسم جس میں دلائل کی کشش دونوں طرف موجود ہو۔ اس میں جس طرح طبیعت چاہے فتویٰ دو یا اسے نظرانداز کر دو۔ وہ حنفی عالم شیخ کے جواب پر مطمئن ہوئے اور فرمایا۔ جزاک اللہ (اعلام الموقعین منیریہ صفحہ ۲۰۶ جلد ۴)

آپ شیخ الاسلام کے ارشاد پر غور فرمائیں۔ وہ ایک حنفی عالم کو مشورہ دیتے ہیں کہ مذہب کا اپریشن کر کے اس کے تین حصّے کر دیجیے۔ اور شرح صدر سے صرف اس حصّہ کو اختیار کیجیے جو کتاب و سنت کے صراحۃً مطابق ہو۔ آج کے دیوبند کو میں دیکھتا ہوں جس جمود کی یہ حضرات دعوت دے رہے ہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر شیخ الاسلام کے مشورہ پر عمل کے لیے آپ سے عرض کیا جائے تو اکابر سے اعراض تک آپ حضرات پر رعشہ طاری ہو جائے۔ حضرت مرحوم و مغفور استاذ الاساتذہ شیخ انور شاہ صاحب کے لختِ جگر اپنے مغفور والد کے متعلق جس قسم کا لٹریچر شائع فرما رہے ہیں۔ اولاً تو یہ قطعی غلط ہے اگر یہ کہانیاں صحیح ہیں تو شاہ صاحب کی رفعتِ مقام محلِ نظر ہوگی اور ان کا علم و فضل مشکوک۔

تقلید یا حنفیت چنداں محلِ نظر نہیں۔ محلِ نظر آپ کا جمود ہے۔ جو بریلی اور دیوبند کے اکابر امر اعراض میں یکساں ہے۔ مجھے امید ہے آپ کی اس لفظی نرمی پر بھی وارننگ دی گئی ہوگی یا دی جائے گی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا ایک اور ارشاد ملاحظہ فرمایئے۔ فتاوٰی ابن تیمیہ رج ۲ صفحہ ۳۸۷) امام سے دریافت کیا گیا کہ نماز وتر یا بارش میں نماز جمع کرنے کے سلسلہ میں آیا شافعی حنفی کی یا حنفی شافعی کی تقلید کر سکتا ہے۔ شیخ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:۔

الحمد للہ نعم یجوز للحنفی وغیرہ ان یقلد من یجوز الجمع من المطر لاسیما و مذھب جمھور العلماء کمالک والشافعی واحمد وقد کان عبد اللہ بن عمر یجمع مع ولاۃ الامور بالمدینۃ اذا جمعوا فی المطر ولیس علی احد من الناس ان یقلد رجلا بعینہ فی کل ما یامر بہ وینھی عنہ ویستحبہ الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما زال المسلمون یستفتون علماء المسلمین فیقلدون تارۃ ھذا وتارۃ ھذا فاذا کان المقلد یقلد مسئلۃ یراھا اصلح فی دینہ او القول بھا ارجح او نحو ذلک جاز ھذا باتفاق جماھیر علماء المسلمین لم یحرم ذلک لا ابو حنیفۃ ولا مالک ولا الشافعی ولا احمد اھ

ہاں حنفی کے لیے درست ہے جمع نماز اور اس قسم کے مسائل میں شافعی کی تقلید کرے۔ کیونکہ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد جمہور اہلِ علم کا یہی مذہب ہے۔ عبد اللہ بن عمر مدینہ منورہ میں امراء کے ساتھ بارش کے وقت نماز جمع کیا کرتے تھے۔ اور کسی آدمی پر یہ ضروری نہیں کہ تمام اوامر اور نواہی میں کسی معین آدمی کی تقلید کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور مسلمان ہمیشہ اہلِ علم سے دریافت فرماتے رہے۔ کبھی اس کی تقلید کرتے کبھی اس کی جسے دینی طور پر پسند فرماتے یا راجح سمجھتے۔ یہ جمہور ائمہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے نزدیک درست ہے نہ اسے حضرت امام ابو حنیفہ نے حرام کہا نہ مالک اور نہ ہی شافعی اور احمد نے۔ اھ

اسی انداز سے امام نے تقلید کا تذکرہ فرمایا۔ فتاویٰ جلد ۲ صفحہ ۳۷۶ - ۳۷۸ - ۳۸۱ - ۳۸۲ وغیرہ مقامات ملاحظہ فرمائیں۔ امام کے مسلک کی وضاحت جناب کے سامنے آجائے گی۔ اگر آپ حضرات امام ابن تیمیہ کی حنبلیت اور ان کے خیال کے مطابق اس مسئلہ کا فیصلہ فرمائیں تو یقیناً یہ مسئلہ مابہ النزاع نہیں رہے گا۔ جس انداز سے ابنائے دیوبند اس مسئلہ کو اچھال رہے ہیں۔ اگر حضرت امام ابو حنیفہ رح بھی زندہ ہوں تو یقیناً اسے ناپسند فرمائیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا جو حوالہ آپ نے نقل فرمایا وہ ایک فنی حوالہ ہے۔ جسے امام نے ایک خاص ضرورت کے ماتحت ذکر فرمایا ہے۔ اس سے ان کی ذاتی تحقیق معلوم نہیں ہو سکتی۔ ذاتی تحقیق کے لیے متذکرہ مواقع ملاحظہ فرمائیں۔ امام کا علمی مقام واقعی بہت بلند ہے۔ نیز اس حوالہ میں تقلید مطلق کی بندش کا بھی کوئی تذکرہ نہیں۔ جناب غور فرمائیں تو یہ حوالہ بالکل بے سود ہے۔ اور مقصد کے لحاظ سے عبث محض۔ اصل مقصد یہی ہے کہ دین اور ائمہ دین کو تلعب اور ہوا پرستی کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے۔ یہ نیت کا معاملہ ہے اسے نہ تقلید شخصی روک سکتی ہے نہ ترک تقلید اس کا موجب ہو سکتی ہے آپ واقعات پر غور فرمائیں۔ تقلید شخصی کا عام رواج بقول شاہ ولی اللہؒ اور حافظ ابن القیمؒ چوتھی صدی کے بعد ہوا۔ قرون مشہود لہا بالخیر میں سارا افتاء ترک تقلید یا بقول مولانا تقلید مطلق پر رہا یہی وہ دور ہے جس میں اہل اللہ، آئمۂ اجتہاد، ائمہ محدثین، صلحاء اور اتقیاء کی کثرت ہے۔ اور جب سے آپ کے اس نسخہ کا استعمال شروع ہوا یہی وقت حسب ارشاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ظہور فتن کا دور ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے فواحش اور فتن کا دور فرماتے ہیں۔ اور جناب ان پر رحمتوں کے مُن برسانے کے آرزو مند ہیں۔ بظاہر ارشاد نبویؐ کے خلاف امید نہیں کی جا سکتی کہ دعا قبول ہو اور نسخہ حضرت سے تو ظاہر ہے خواہش پرستی نہیں رک سکی۔

○

شاہ ولی اللہ صاحب اور تقلید

مولانا نے صفحہ ۱۹ میں فرمایا ہے کہ صحابہ اور تابعین کے وقت تقلید مطلق اور تقلید شخصی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں پر عمل رہا تھا یعنی بقول جناب ورنہ حقیقت اس کے خلاف ہے" بعد میں جب یہ زبردست خطرہ سامنے آیا تو تقلید کو تقلید شخصی ہی میں محصور کر دیا گیا الخ۔ اس کے بعد جناب شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے چند اقتباسات درج فرمائے ہیں۔ جن میں کہیں تقلید کو جائز فرمایا کہیں واجب۔

واقعہ یہ ہے کہ شاہ صاحب کی زندگی کے مختلف ادوار ہیں۔ شاہ صاحب کا سیال قلم ان تمام ادوار میں اپنا کام کرتا رہا۔ ہر وقت کے تاثرات شاہ صاحب کے قلم سے ظاہر ہوتے رہے۔ شاہ صاحب کا جو حصہ تصوف کے متعلق ہے اس میں ایسا مواد ملتا ہے جس سے بریلویت کی خاصی تائید ہوتی ہے۔ بریلوی حضرات کو شاہ صاحب اور ان کے خاندان پر اعتماد نہیں۔ ورنہ شفاء العلیل وغیرہ سے بدعی خیالات کی خاصی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

اہل حدیث اور حضرات دیوبند تو شاہ صاحب کے عقیدتمند ہیں۔ جہاں تک اہل حدیث کا تعلق ہے یہ جاننے کے باوجود کہ شاہ صاحب کا رجحان احناف کی طرف بعض جگہ نمایاں ہے ان کے ہاں شاہ صاحب کے احترام اور ان سے عقیدت میں فرق نہیں آیا۔ شاہ صاحب جمود کے سخت مخالف ہیں۔ آج جو بیداری اور حریتِ فکر ملک میں موجود ہے اس کی ابتدا حضرت مجدد الف ثانی سے ہوئی لیکن اسے کھل کر نمایاں حضرت شاہ صاحب نے فرمایا۔ اسی بیداری کی تحریک نے شاہ اسماعیل شہید اور ان کے مخلص رفقاء میں ترک تقلید کی صورت اختیار کر لی جسے مولانا سید نذیر حسین صاحب اور ان کے تلامذہ نے پروان چڑھایا جس سے اس وقت لاکھوں آدمی متاثر ہیں۔ جو ملک میں حریتِ فکر اور طریقۂ سلف کی تلقین فرما رہے ہیں۔ مولانا نے شاہ صاحب سے تین اقتباس درج فرمائے ہیں۔ دو رسالہ انصاف سے ایک حجۃ اللہ سے۔ مگر شاہ صاحب نے انصاف کے دونوں اقتباسات میں تقلید کو وقتی طور واجب فرمایا شرعی واجب نہیں فرمایا جس کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ اس وقت ان حالات میں تقلید ضروری ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"پہلی دوسری صدی میں لوگ معین انسان کی تقلید پر جمع نہ تھے۔ دوسری صدی کے بعد اثر بڑھنے لگا وکان ھو الواجب فی ھذا الزمان "اس وقت یہی واجب تھا" فرمایئے کیا اواجبات شرعیہ کا وجوب وقتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے یا دائمی؟ دوسرے اقتباس میں صرف و نحو کا تذکرہ فرماتے ہیں یہ پہلے واجب نہ تھا ثم صار فی یومنا هذا معرفتهما واجبة۔ لیکن آج کل صرف نحو پڑھنا واجب ہے۔ گویا تقلید شخصی کا وجوب صرف نحو کے وجوب کی طرح وقتی ہے اور ضرورت کے لیے حضرت مولانا اور دانش مند حضرات غور فرمائیں وجوب شرعی کا یہی حال ہے اور ایسے وقتی وجوب کا اگر کوئی انکار کرے۔ یا اسے یقین ہو کہ اب حالات کے تقاضے بدل چکے ہیں۔ تو شرعاً وہ کہاں تک مجرم ہے۔ اس کے ساتھ ہی دافعات آپ کو یقین دلائیں گے کہ ترکِ تقلید کے متعلق اس وقت جو خطرات تھے بحمد اللہ آج وہ بالکل بدل چکے ہیں جناب کے لب و لہجہ کی یہ تبدیلی اسی حقیقت کی غماز ہے۔ کہ اب وہ حالات نہیں رہے سوقت اور اس کے مقتضیات اصحاب عزائم کی مساعی کی وجہ سے بالکل یا زیادہ تر بدل چکے ہیں۔ حجۃ اللہ کے اقتباس میں تو شاہ صاحب نے اسے تعبیری جواز سے فرمایا ہے۔ اگر مولانا اور آپ کے رفقاء شاہ صاحب کے ارشاد کو اس کی اصل روح میں سمجھیں تو یہ وجوب تقلید کی کھلی مخالفت ہے ان فی ذالک لذکریٰ لمن کان له قلب او القی السمع وهو شهيد

میں ان اقتباسات کو ترکِ تقلید کی تائید سمجھتا ہوں اس لیے ان کے سباق و سیاق پر مفصل بحث کی ضرورت نہیں خیال کرتا۔

اب شاہ صاحب کا ایک ارشاد عرض کر رہا ہوں جو جناب کے اس ارشاد کی پوری نقیض ہے کہ "تقلید کو تقلید شخصی میں محصور کر دیا گیا" شاہ صاحب شعرانی کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں۔ ثم نقل عن جماعة عظيمة من علماء المذاهب انهم كانوا يعملون ويفتون بالمذاهب من غير التزام مذهب معين عن زمن اصحاب المذاهب الى زمانه على وجه يقتضى كلامه ان ذالك امر لم يزل العلماء عليه قديما وحديثا حتى صار بمنزلة المتفق عليه فصار سبيل المومنين الذى لا يصح خلافه۔ الخ (عقد الجید طبع مصر صفحہ ۵۲)

اہلِ علم کی عظیم جماعت مذہب معین کے بغیر فتویٰ دیتی رہی اور ان پر عمل فرماتی رہی اور یہ سلسلہ ائمہ مذاہب سے لے کر شعرانی کے وقت تک جاری رہا۔ شعرانی کا منشاء یہ ہے کہ علماء کی یہ روش ہمیشہ سے ہمیشہ تک رہی ہے اور طریقہ متفقہ اور اجماعی ہوگیا جس سے اختلاف طریق مومنین سے اختلاف کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مترادف ہے۔" اسی کے قریب قریب عقد الجید صفحہ ۲۸ میں فرمایا۔ پھر اسی طرح عزبن عبد السلام سے نقل فرمایا (صفحہ ۴۰ عقد الجید)

میں نے ابھی عرض کیا ہے کہ شاہ صاحب کا مطلب وجوب تقلید سے وجوب شرعی نہیں بلکہ ان کا مطلب وقتی ضرورت ہے اس کے لیے شاہ صاحب کے مندرجہ ذیل ارشاد پر غور فرمائیے۔ واشهد لله وبالله انه كفر بالله ان يعتقد فى رجل الامة فمن يخطئ ويصيب ان الله كتب على اتباعه حتما وان الواجب على هو الذى يوجبه هذا الرجل على ولكن الشريعة الحقة قد ثبتت قبل هذا الرجل بزمان الخ (تفہیمات ج ۱ صفحہ ۲۱)

میں یہ عقیدہ رکھنا کفر سمجھتا ہوں کہ ایک ایسا آدمی جس سے خطا اور صواب دونوں سرزد ہو سکتے ہیں وہ جو مجھ پر واجب کرے وہ واقعی واجب ہو گا۔ شریعت حقہ تو اس بزرگ سے مدتوں پہلے علماء کے حافظوں اور فقہاء کے ذہنوں میں موجود ہے۔"

شاہ صاحب نے آگے چل کر تقلید کی جائز صورت کا تذکرہ فرمایا لیکن یہ شرعی وجوب نہیں۔ یہی گذارش اس اقتباس سے مقصود ہے۔

شاہ صاحب جس قسم کی تقلید پسند فرماتے ہیں اس کی وضاحت وہ خود بھی فرماتے ہیں وتشاء فى قلبى داعية من الملاء الاعلى تفصيلها ان مذهبى ابى حنيفة والشافعى هما مشهوران فى الامة المرحومة ...... الى ان قال وان الحق الموافق لعلوم الملاء الاعلى اليوم ان يجعلا كمذهب احد يعرضان على الكتب المدونة فى حديث رسول الله (تفہیمات ج ۱ صفحہ ۲۱) یعنی ملاء اعلیٰ سے میرے دل میں ایک داعیہ ڈالا گیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ شافعی اور حنفی دو مذہب اُمت میں مشہور ہیں۔ ملاء اعلیٰ میں یہ حقیقت ثابتہ ہے کہ ان دونوں کو ایک کر کے کتاب و سنت کی کتب مدونہ پر پیش کیا جائے۔

گذارشات کی طوالت کا خطرہ نہ ہو تو شاہ صاحب کے اس قسم کے ارشادات میں کئی اوراق جمع ہو سکتے ہیں۔ شاہ صاحب اس تقلید کو قطعاً ناپسند فرماتے ہیں جس کی دعوت آج کل دیوبندی کیمپ کی طرف سے دی جا رہی ہے اور شاہ صاحب اسی لفظ کا استعمال بھی مختلف معانی میں فرماتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ اس کے اصطلاحی معانی کے پابند نہیں ہیں۔ حجۃ اللہ۔ انصاف۔ عقد الجید۔ بدور بازغہ۔ خیر کثیر۔ تفہیمات اوّل وثانی۔ انتباہ۔ الوصیت وغیرہ پر مکرر نظر فرمائیں۔ آپ یقین فرمائیں گے کہ شاہ صاحب کا موقف کس قدر صاف اور وہ مروج تقلید سے کس قدر بیزار ہیں ؎

عرضِ ان رازاں یں معنی خبر نیست   کہ سلطانِ جہاں با ماست امروز

تقلید پر شبہات

حضرت مولانا نے اس عنوان کے نیچے ان اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش فرمائی ہے۔ جو بعض حلقوں کی طرف سے وجوبِ تقلید پر کیے گئے ہیں یا ان دلائل کا جواب دینے کی سعی فرمائی ہے جو مروجہ تقلید کے خلاف مثبت طور پر دیے گئے ہیں۔

پہلی آیت

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ۔ جب ان کو کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل کیا اس کی اطاعت کرو وہ کہتے ہیں ہم تو اس چیز کی اطاعت کریں گے جس پر ہم نے بزرگوں کو پایا۔ گو ان کے بزرگ اس کے فہم سے ناآشنا ہوں نہ ہی وہ سیدھی راہ کو پاسکے ہوں۔

مولانا فرماتے ہیں یہ باپ دادوں کا ذکر ہے جو احکامِ الٰہی کا برملا رد کرتے ہوں۔ دوسرے وہ باپ دادے جو عقل اور ہدایت سے کورے تھے۔ آخر میں مولانا فرماتے ہیں: "اس سے کوئی اہلِ حق انکار نہیں کر سکتا کہ جن ائمہ مجتہدین کی تقلید کی جاتی ہے ان سے کتنا ہی اختلافِ رائے کیوں نہ ہو، مگر ہر اعتبار سے ان کی جلالتِ قدر ہر ایک کو مسلّم ہے اس لیے اس تقلید کو کافروں کی تقلید پر منطبق کرنا بڑا ظلم ہے۔"

جواباً گذارش ہے کہ مجھے مولانا سے پورا اتفاق ہے کہ موجودہ تقلید اہلِ کفر کی تقلید سے کسی قدر مختلف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ آئمہ مجتہدین کی جلالت قدر ہر لحاظ سے مسلم ہے۔ ان کا علم، زہد، تقویٰ، شبہات سے بالا ہے۔ ان کی ذات علم و ایمان کے لحاظ سے قطعاً زیر بحث نہیں، بلکہ ان کے علمی احسانات امت پر اس قدر ہیں کہ ان کے متعلق سوءِ ظن بے ادبی ہی نہیں بلکہ نمک حرامی ہے۔ لیکن اب زیر بحث چند چیزیں ہیں۔

۱۔ آیا قرآن و سنت میں کوئی نام بطور مجتہد یا امام صراحۃً مرقوم ہے؟

۲۔ پھر ان تمام بزرگوں کا علم یکساں تھا یا حسب ارشاد قرآن عزیز وفوق کل ذی علم علیم ان کے علمی درجات میں تفاوت ہے؟

۳۔ پھر ان پاکباز بزرگوں کے سامنے آیا احادیث کے جو ذخائر مختلف ممالک میں موجود تھے کیا شائع ہو چکے تھے یا کچھ مخفی تھے؟

۴۔ پھر آیا یہ سارے بزرگ اجتہادی مسائل میں متفق ہیں ان کی فقہیات میں باہم کوئی اختلاف نہیں؟

ظاہر ہے کہ ان تمام سوالیہ گذارشات کا جواب نفی میں ہے نہ شارع نے ان کا نام بطور امام لیا ہے نہ ہی ان کا علم یکساں ہے۔ نہ ہی سنت کے تمام ذخائر اس وقت موجود تھے۔ نہ ہی ان کے اجتہادات اختلاف سے خالی ہیں۔ پھر ایک عامی فقدان علم یا کم علمی کی وجہ سے ان تمام اجتہادات کو قبول کرے گا جو ان میں سے کسی ایک بزرگ نے فرمائے جس کو اس نے امام یا مقتدیٰ تصور کیا۔ دوسرے امام کے تمام اجتہادات کو نظر انداز کرے گا جن میں اس نے اس کے امام سے اختلاف کیا ہو۔ آپ نے پہلے فرمایا تقلید مطلق کو اس لیے روک دیا گیا کہ اس سے خواہش پرستی کا خطرہ پیدا ہو سکتا تھا اور ممکن ہے کہ حلال و حرام کا امتیاز اٹھ جائے (فاران ۱۷ مئی ۱۹۶۷ء)

آپ کے اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ آئمہ مجتہدین کے اجتہادات اور فقہیات میں ایسا مواد موجود ہے جس سے نفس پرستی کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ گو یہ درست ہے کہ مروجہ تقلید بت پرستی کی تقلید سے مختلف ہے لیکن اس میں یہ خطرہ موجود ہوگا کہ نفس پرستی میں ملوث ہو کر مقلد حلال و حرام کے امتیاز کو کھو بیٹھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں یہ خطرہ بھی ہوگا کہ عامی کسی صریح نص کی مخالفت کر بیٹھے جس کا معتقد فیہ امام کو علم نہیں ہو سکا اور وہ اس سے مخفی رہی۔ اگر اسے مختلف علماء سے مل کر تحقیق کی اجازت دی جائے جناب کے حسب الارشاد تقلید مطلق بلکہ بلا تخصیص علماء کی طرف مراجعت کو خارج البلد نہ کیا جائے۔ تو عوام اور خواص ان خطرات سے بچ سکتے ہیں۔

بنا بریں عموم الفاظ کی بناء پر آیت مرقومۃ الصدر، بل نتبع ما الفینا علیہ آباءنا) اس تقلید کو بھی شامل ہوگی گو حکم اور مرتبہ میں فرق ہوگا۔ شیخ صالح بن محمد بن نوح فلانی تقلید کی مذمت میں اس مضمون کی بہت آیات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

ومثل هذا في القرآن كثير من ذم تقليد الآباء والرؤساء وقد احتج العلماء بهذه الآيات في ابطال التقليد ولم يمنعهم كفر اولائك من الاحتجاج بها لان التشبيه لم يقع من جهة كفر احدهما وايمان الآخر وانما وقع التشبيه بين التقليدين بغير حجة للمقلد كما لو قلد رجل فكفر وقلد اخر فاذنب وقلد اخر في مسئلة دنياه فاخطاء وجههما كان كل واحد ملوما على التقليد بغير حجة لان كل ذالك تقليد يشبه بعضه بعضا وان اختلفت الآثام فيه اھ (ايقاظ الهمم للفلاني ص۳۵) یعنی ان آیات سے تقلید کی مذمت ثابت ہوتی ہے۔ علماء نے ان آیات سے تقلید کا باطل ہونا ثابت کیا ہے۔ ان آیات کا کفار کے متعلق ہونا استدلال سے مانع نہیں ہوا۔ کیونکہ یہاں کفر و اسلام میں تشبیہ نہیں ہے تشبیہ اس میں ہے کہ کوئی بات بلا دلیل قبول کی گئی ہے۔ کوئی تقلید کی وجہ سے کافر ہوا۔ کوئی گنہ گار ہوا کسی نے دنیوی معاملات میں تقلید کر کے خطا کی سب قابلِ ملامت اس لیے ہوں گے کہ بلا دلیل کسی کی بات قبول کر لی۔

سوال کفر و اسلام کا نہیں۔ سوال یہ ہے کہ جہاں تحقیق کی ضرورت تھی اور اپنے مقام کے لحاظ سے ممکن بھی تھی۔ عامی، امام کا مذہب دریافت کرنے کی بجائے قرآن و سنت سے کیوں روشنی حاصل نہ کرے اور شریعت کا مسئلہ کیوں نہ پوچھے۔ سائل کے جواب میں یا اس کے فہم اور راہ شناسی میں کہیں بھی شبہ پیدا ہو لا یعقلون اور لا یهتدون کی علت پائی جائے گی جس سے تقلید کا مذموم پہلو واضح ہو جائے گا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ عبدالبر نے بھی اس مقام کی وضاحت اسی انداز سے فرمائی (دیکھئے جامع بیان العلم صفحہ ۱۱۵-۱۱۸ ج ۲)

دوسری دلیل

تقلید کے خلاف دوسری دلیل آیت اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ بیان کی جاتی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں "ہم انہیں شارح سمجھتے ہیں شارع نہیں"۔ لیکن ادباً گذارش ہے کہ ہم اس آیت میں عدیؓ بن حاتم کی روایت سے زیادہ کچھ نہیں چاہتے۔ آپ خدارا سنجیدگی سے غور فرمائیں۔ مناظرانہ انداز اختیار نہ کریں۔ صورت حال میں سر مو فرق نہیں۔

ہمارے ہاں متونِ فقہ بالکل نصوص کے ہم پایہ سمجھے جاتے ہیں۔ ہمارے مقلد علماء تاویل جب کریں گے نصوص کی کریں گے۔ امام کا قول ظاہر پر محمول ہوگا یعنی ہاتھ کی صفائی کا تجربہ نصوص پر ہوگا۔

شوافع بنتِ زنا سے نکاح کو جائز فرمائیں گے حالانکہ اس کی شناعت ظاہر ہے۔ اور احناف نے شراب کی حد کے متعلق جس وسعتِ ظرف کا ثبوت دیا ہے ندامت سے سر جھک جاتا ہے۔ اس میں بالذات یا بالواسطہ کی آڑ بریلوی حضرات سے مستعار لی گئی ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ ائمہ اجتہاد کے ساتھ عقیدت کے غلو کی وجہ سے سوچنے کی طرف طبیعت مائل نہیں ہو سکی۔

خطبہ جمعہ

معلوم ہے کہ احناف کرام جمعہ کے خطبہ کا ترجمہ جائز نہیں سمجھتے۔ ہندوستان میں جب بعض دوسرے مسالک نے خطبہ اپنی زبان میں کہنا شروع کیا تو احناف کرام کو نظر ثانی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ بات سیدھی تھی، مصالح کے ماتحت ترجمہ شروع کر دیتے یا پھر نقصان گوارا فرما کر بدستور خطبہ عربی میں کہتے۔ ہوا یہ کہ حضرات دیوبند نے جمعہ کے تین خطبات بنا دیئے۔ ایک خطبہ اپنی زبان میں دو عربی میں۔ آئندہ نسلیں اسے شاید بدعتِ حسنہ کہا کریں گی۔ یہ محض اکابر کی رائے کے احترام میں غلو کا نتیجہ ہے۔ ادھر ایجاد بندہ کے انداز سے ایک سادہ آدمی سوچے گا کہ تقلید کہاں ہے؟ ائمہ کی محبت میں غلو نے بدعت کی ایجاد پر مجبور کر دیا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیام رمضان

بداھتہً معلوم ہے قیام رمضان مع وتر ۹-۱۱-۱۳ کا ذکر صحیح احادیث میں موجود ہے۔ بیس یا اس سے زیادہ کا تذکرہ کسی صحیح مرفوع حدیث میں نہیں آیا۔ بعض صحابہ تابعین بیس، اڑتیس، اکتالیس رکعت تک پڑھتے رہے۔ نوافل کی کثرت مستحسن ہے۔ زیادہ کو کسی نے بُرا نہیں کہا۔ ابن ھمامؒ کی تطبیق کہ آٹھ سنت نبوی اور باقی نوافل مناسب تطبیق ہے جس پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ متاخرین نے سنّتِ نبوی پر عمل کی بجائے آیمہ کے عمل کو سنت پر ترجیح دینے میں غلوّ سے کام لیا۔ کبھی تہجد اور قیام رمضان کو الگ الگ فرمایا گیا۔ کبھی آٹھ رکعت کو بدعت اور غیر ثابت کہنے کی جسارت فرمائی گئی۔ بعض نے حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے اعتراف کیا کہ نماز تو ایک ہی ہے۔ رمضان میں تراویح سے الگ تہجد ثابت نہیں لیکن سنت صحابہ بیس ہے (مولانا سید انور شاہ صاحب)

اس غلو اور پریشان خیالی میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی سے لے کر آج کے نو آموز طلبہ تک مبتلا ہیں۔ اکابر پرستی کے سوا اس کی کوئی وجہ نہیں۔ بات واضح تھی جس طرح بیس نوافل پر کوئی اعتراض نہ تھا آٹھ یا دس پر بھی اعتراض نہ کیا جاتا کل یعمل علی شاکلتہ

اس کے باوجود حضرت مولانا محمد تقی صاحب عثمانی کے ساتھ کچھ اور رفقا ایسے ہوں گے جو اکابر پرستی کے اس غلو کو طبعاً ناپسند فرماتے ہوں تو وہ یقیناً عموم آیت سے مستثنیٰ ہوں گے لیکن اس سے غالی حضرات کی نفی نہیں کی جا سکتی۔ عز بن عبدالسلام فرماتے ہیں :-

ومن العجب العجیب ان الفقہاء المقلدین یقف احدھم علی ضعف ماخذ امامہ بحیث لا یجد لضعفہ مدفعا وھو مع ذلک یقلدہ فیہ ویترک من شھد الکتاب والسنۃ والاقیسۃ الصحیحۃ لمذھبھم جمودا علی تقلید امامہ بل یتحیل لدفع ظاھر الکتاب والسنۃ ویتاولھا بالتاویلات البعیدۃ الباطلۃ نضالا من مقلدہ - الخ (حجۃ اللہ ص ۱۲۴) یعنی یہ عجیب بات ہے فقہاء مقلدین اپنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام کے ماخذ کے ضعف کو سمجھتے ہیں اور کوئی اس کا صحیح دفاع نہیں کر سکتا۔ مگر اس کے باوجود اس کی تقلید کرتا ہے اور کتاب وسنت اور قیاس صحیح کو ترک کر دیتا ہے۔ تقلید پر جمود کی وجہ سے اور نہ ظاہر کتاب وسنت کو ترک کرنے کے لیے حیل تلاش کرتا ہے۔ اور امام کی حمایت میں دور از کار تاویلات کرتا ہے۔" اھ

آیت کا مصداق اربابِ تقلید میں موجود ہے۔ آپ اگر محفوظ ہیں تو اللہ تعالےٰ آپ کو مزید بچنے کی توفیق دے۔ مگر جس جامد نظریہ کی جناب حمایت فرما رہے ہیں یا دعوت دے رہے ہیں۔ قدماء احناف نے اس کا کبھی اظہار نہیں کیا۔ نہ ہی تقلید شخصی کے لیے اس پابندی کو پسند فرمایا جس کا تذکرہ جناب نے ان ارشادات گرامی میں کیا۔ امام طحاویؒ (۳۲۱ھ) حنفیت کے بہت بڑے مؤید ہیں۔ ان کا ارشاد میری گذارش کی تائید میں ہے۔ امام طحاوی، قاضی کے آداب میں امام محمدؒ کا ارشاد گرامی ذکر فرماتے ہیں۔

وان کان انما قضی به بتقلید الفقیه بعینه ثم تبین له ان غیره من اقوال الفقهاء اولیٰ مما قضی به نقضه وقضی بما یراه فیه وبه ناخذ ولا ینبغی له ان ینقض قضاء من تقدمه من القضاة اذا کان مما یختلف فیه الفقهاء اھ (مختصر الطحاوی ص۳۲۷) اگر قاضی نے کسی معین فقیہ کی تقلید میں فیصلہ کیا۔ پھر اسے معلوم ہوا کسی دوسرے فقیہ کا قول اس سے بہتر ہے تو اسے چاہیئے کہ پہلا فیصلہ توڑ کر صحیح فیصلہ کرے۔ طحاوی فرماتے ہیں۔ ہمارا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن وہ متقدمین قضاۃ کے اس فیصلہ کو نہیں توڑ سکتا جس میں فقہاء کا اختلاف ہو۔"

دیکھیئے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جس جامد تقلید شخصی کی جناب نے دعوت دی ہے۔ قدماء احناف بھی اس سے آشنا نہ تھے۔ مختصر الطحاوی کا صفحہ ۳۲۷ پورا قابلِ ملاحظہ ہے۔ میں نے طول سے بچنے کے لیے نقل نہیں کیا۔

اور پھر جناب نے جس شدت اور وثوق سے تقلید شخصی کی تبلیغ فرمائی ہے اس میں انتہائی خطرات ہیں۔ عصبیت اور باہم بغض وعداوت کی آبیاری ہو گی۔ اس روش پر غور فرمایئے ؎

فاحفظ وقیت فتحت قد ملك هوة
کم قد هوی فیها من الانسان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقوالِ ائمہ تقلید کے رد میں

ائمہ اجتہاد تقلید کے رد میں متفق ہیں اور انہوں نے صراحۃً اپنی اور غیر کی تقلید سے تاکید آرد کا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔ یہ حکم ان لوگوں کے لیے نہیں جو صلاحیتِ اجتہاد سے محروم ہیں۔ بلکہ ان لوگوں کے لیے ہے جن میں اجتہاد کی صلاحیت پائی جاتی ہو۔ ارشادِ گرامی موجبِ تعجب ہے۔ مجتہد تو تقلید کا مکلّف ہے ہی نہیں اسے روکنا عبث ہے۔ دراصل مخاطب وہ لوگ ہیں جو مقامِ اجتہاد کو نہیں پہنچے لیکن وہ دین کی سوجھ بوجھ رکھتے ہیں جیسے جناب یا اس قسم کے دوسرے علماء۔ عامی کا تو یوں ہی کوئی مذہب نہیں۔ وہ بے چارہ ائمہ اجتہاد سے کہیں زیادہ محلے کی مسجد کے امام کا مقلد ہوتا ہے۔ اسے کیا معلوم کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کیا فرماتے ہیں۔ اس کی زندہ مثال ہمارے عوام ہیں اور بریلوی علماء عوام ان مزخرفات کو حنفی مذہب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان پریشان خیالیوں کی حضرت امام ابوحنیفہؒ کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی۔ اب صورتِ حال یوں ہے کہ مجتہد کو تقلید کی ضرورت ہے نہیں، آپ اور ہم ایسے لوگوں کو خود ائمہ نے روک دیا۔ عامی بیچارے کا کوئی مذہب ہی نہیں وہ تو ان علماء کا مقلد ہے جن کو تقلید سے حکماً روک دیا گیا ہے فاین التقلید؟

چوتھے شبہ میں آپ نے شاہ ولی اللہ صاحب کا حوالہ دیا ہے۔ ہم بھی شاہ صاحب کے مسلک کی وضاحت اوپر کر آئے ہیں ومن استزاد فلدینا مزید۔

پانچویں شبہ کے جواب میں مولانا نے فرمایا ہے کہ تذکیر کی آیات آسان ہیں اور احکام کی آیات مشکل۔ یہ بڑا ایرانا مغالطہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن اور سنت میں علی الاطلاق مشکل مقامات بھی ہیں اور آسان بھی لیکن یہ بالکل بے معنیٰ ہے کہ اسے مجتہد کے سوا سمجھنا ممکن نہیں۔ آپ حضرات مدارس میں پڑھاتے ہیں۔ کتابوں پر شروح اور حواشی لکھتے ہیں۔ آپ کے مخالفین بھی اپنی بساط کے مطابق یہی کچھ کرتے ہیں۔ ان کے لیے ائمہ اجتہاد نے فرمایا ہے۔ اپنی سمجھ کے مطابق کتاب وسنت پر عمل کرو اور ہماری تقلید سے بچو خذوا الاحکام من حیث اخذوا (احکام کو قرآن و سنت سے سمجھو) لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا مسئلہ مشکل ہو یا آسان مواخذہ استعداد اور نیت کے مطابق ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر میں قرآن کے مشکل ہونے کے متعلق مولانا نے شرح السنۃ سے ایک روایت نقل فرمائی ہے۔ انزل القرآن علی سبعۃ احرف لکل آیۃ منہا ظھر وبطن ولکل حد مطلع (مشکوٰۃ) صاحب مشکوٰۃ نے اسے شرح السنۃ کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ اصحاب تخریج نے کبیر کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ یہ اصل غیر مطبوع ہیں۔ مفسر ابن جریر نے اس کی دو اسانید ذکر فرمائی ہیں۔ دونوں بیکار، ضعیف اور مقطوع ہیں۔ سبعہ احرف کا حصہ صحیح احادیث میں موجود ہے۔ وہ آپ کے لیے مفید نہیں۔ اور ظاہر و باطن کا حصہ مخدوش ہے۔

تقلید میں اعتدال یا جمود

مولانا نے جامد تقلید کو ناپسند فرمایا ہے اور اعتدال کو پسند! ع

عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت است

ہم نے جناب کے ان ارشادات کو بغور پڑھا ہے۔ مولانا تھانوی رح کے ملفوظات بھی نظر سے گذرے ہیں۔ بڑے ادب سے گذارش ہے کہ تا حال آپ کے ارشادات میں اعتدال ناپید ہے جب آپ جمود اور اعتدال کے درمیان کوئی خطِ اعتدال کھینچیں گے ہم انشاء اللہ ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں گے۔ لیکن اس خطِ اعتدال کی سمتوں کا تعین حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی ہدایت کے مطابق فرمایا گیا تو یقین جانیے کہ بے اعتدالی سے اعتدال کبھی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ آپ کے اس مشورہ سے اتفاق ہے کہ اعتدال ہر معاملہ میں بہتر ہے۔

○

کیا فقہ خود ساختہ قانون ہے؟

مولانا نے افسوس کا اظہار فرمایا ہے کہ بعض لوگ تقلید کی مخالفت کرتے ہوئے فقہا کو برا بھلا کہنے سے نہیں چوکتے۔ اگر کسی نے ایسا کیا ہے تو یقیناً یہ حرکت انتہائی مذموم ہے۔ اسی طرح بعض حضرات تقلید کی تائید فرماتے ہوئے آئمہ حدیث پر کیچڑ اچھالنا شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمائے کرام اُمت کی مشترکہ امانت ہیں۔ اُن کے متعلق بدگوئی، بدزبانی کسی قیمت پر برداشت نہیں ہونی چاہیئے۔ آج مدرسہ دیوبند کے مولانا انظر غالباً سید انور شاہ کے لختِ جگر ائمہ حدیث کے مقام کی رفعتوں کو خاک میں ملانے کا شغل فرما رہے ہیں۔ یہ علامہ زاہد کوثری مرحوم کا بویا ہوا بیج ہے جسے بارآور کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کافی عرصہ سے دیوبند کے اکابر اور اصاغر مشقِ ستم میں مشغول ہیں۔ جس کا نتیجہ منکرینِ حدیث کی تائید کے سوا کچھ نہیں۔ ہمارے ہاں پاکستان کے بعض نوآموز مصنفین اسی بدزبانی کی سنّت کا احیاء کر رہے ہیں۔ حوالوں میں قطع و برید اور بدزبانی یہی ان کے خصائص ہیں۔ اللہ تعالٰے ان حضرات کو اصلاح کی توفیق بخشے۔

اس کے بعد مولانا نے چند مسایل کا ذکر فرمایا ہے۔ بہتر تھا مولانا اصول تک محدود رہتے اور فروعی مسایل کا ذکر نہ فرماتے۔ یہ فروع غمازی کر رہے ہیں کہ ابن محترم ان دیرینہ مباحث کو زندہ فرمانا چاہتے ہیں جن پر عرصہ تک طبع آزمائی ہوتی رہی ہے۔

پہلا مسئلہ

مولانا نے پہلا مسئلہ نماز میں ہاتھ باندھنے کا ذکر فرمایا ہے جس میں ائمہ اجتہاد نے تین راہیں اختیار فرمائی ہیں (۱) ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا (اہلِ حدیث اور شوافع) (۲) ہاتھ کھلے رکھنا (موالک) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا (احناف)

جہاں تک میرا ناقص مطالعہ ہے نماز تینوں طرح ہو جاتی ہے۔ موالک کے عمل کی تائید کسی حدیث سے نہیں ہوتی۔ خود امام مالک رح نے موطا میں ہاتھ باندھنے کی حدیث کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ بھی صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکا کہ موالک میں ہاتھ کھلے رکھنے کا رواج کیسے ہوا۔ میرے علم میں موالک کے اس عمل کو خودساختہ کبھی نہیں کہا گیا۔

احناف کے اس عمل کو کسی نے خودساختہ کہا ہو میرے علم میں نہیں۔ یہ درست ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کو مسلکِ اہلِ حدیث میں راجح سمجھا گیا ہے۔ جس حدیث سے مولانا نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے لیے استدلال فرمایا ہے۔ یہ بالاتفاق ضعیف ہے۔ مولانا نے بھی اس کے ضعف کو قریباً تسلیم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا ہے۔ یہ حدیث ابوداؤد کے بعض نسخوں میں ہے۔ اسی طرح علی صدرہ کی روایت ابوداؤد کے بعض نسخوں میں موجود ہے۔

تحت السرہ کی روایت گو کلام فرع ہے لیکن وہ بجمیع اسانید ضعیف ہے اس کی تمام اسانید کا انحصار عبدالرحمان بن اسحاق واسطی پر ہے جو باتفاق آئمہ رجال ضعیف ہے۔

فوق الصدر کی بعض روایات میں بھی ضعف ہے لیکن دو احادیث اس میں صحیح ہیں۔

پہلی حدیث۔ حدثنا یحیی بن سعید عن سفیان حدثنا سماك عن قبیصة بن هلب عن ابیه رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم ینصرف عن یمینه وعن یساره ورأیته یضع هذه علی صدره ووصف یحیی الیمنی علی الیسری فوق المفصل (مسند امام احمد ۲۲۶ ج ۵)

دوسری حدیث۔ ابن خزیمہ سے منقول ہے جس کا تذکرہ حافظ ابن حجر نے بلوغ المرام میں فرمایا :- عن وائل بن حجر قال صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فوضع یده الیمنی علی یده الیسری علی صدره رواه ابن خزیمه (مع سبل السلام ص۱۵ ج ۱) حافظ ابن خزیمہ سے اس کی تصحیح بھی منقول ہے۔ ان دونوں احادیث کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا اور دونوں ہاتھ سینے پر رکھے۔ مزید بحث عون المعبود (ص ۲۷۶ ج ۱) میں ملاحظہ فرمائیں۔

تحقیق یہ ہے کہ یہ احادیث تحت السرۃ کی روایت سے زیادہ صحیح ہیں۔ اس لیے اہل حدیث اس مسلک کو راجح سمجھتے ہیں۔ امام احمد سے فوق السرہ اور تحت السرہ دونوں طرح منقول ہے۔

واختلف فی موضع الوضع فعنه فوق السرة وعنه تحتها وعند ابوطالب سئلت احمد این یضع یده اذا کان یصلی قال علی السرة او اسفل وکل ذالك واسع عنده (بدائع الفوائد ص۹۱ ج ۳) یعنی دونوں ہاتھ باندھنے کے مقام میں اختلاف ہے۔ ابوطالب امام احمد سے نقل فرماتے ہیں کہ اس میں وسعت ہے۔ دونوں امر درست ہیں۔

امام شافعی بھی فوق السرہ ہی کو پسند فرماتے ہیں۔ تحت السرہ کے متعلق جس قدر آثار ہیں۔ ان میں کوئی صحیح نہیں۔ تاہم آپ کے مسلک کو خود ساختہ کہنا مناسب نہیں۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی بنیاد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضعیف آثار پر ہے۔ اس لیے اہل حدیث کا مسلک بلحاظ سند اصح ہے لیکن اسی مقام پر بعض حضرات بے حد غلو کرتے ہیں۔ اور یہ غلو دونوں طرف سے ہو رہا ہے جس کی اصلاح ضروری ہے۔ تحت السرہ کے قائلین بعض حضرات ہاتھوں کو اس قدر لٹکا دیتے ہیں کہ تحت السرہ کی بجائے فوق العانہ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں یعنی زیر ناف تک پہنچ جاتے ہیں، اور فوق السرہ کے قائل تحت العنق یعنی گلے کے قریب باندھتے ہیں۔ یہ دونوں صورتیں نہایت بدنما اور مکروہ محسوس ہوتی ہیں۔ رہا ادب اور تعظیم وہ تو سینہ پر ہاتھ باندھنے سے ہوتا ہے۔ ہاتھ نیچے تک لٹکا دینا تو ادب کے خلاف ہے۔ نہیں بلکہ مکروہ معلوم ہوتا ہے۔ تلاوت کے وقت سلام کے بعد ادب کے لیے عموماً ہاتھ سینہ پر ہی رکھے جاتے ہیں۔ زیر ناف رکھتے آج تک ہم نے کسی کو نہیں دیکھا۔

رفع الیدین عند الرکوع

اس مسئلہ میں واقعی آپ کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ محض تحکم اور سینہ زوری سے کام لیا گیا ہے۔ میرا خیال تھا۔ کہ مولانا عثمانی انصاف پسندی سے اس کا اقرار کریں گے۔ صفائی سے فرمائیں گے کہ احناف واقعی اس مسئلہ میں تہی دست ہیں۔ لیکن مولانا نے جو طریق گفتگو اختیار فرمایا ہے اس سے انہوں نے اپنے محاسن میں کوئی اضافہ نہیں فرمایا۔ اہل علم جانتے ہیں۔ صدیوں کے متنازعہ مسائل جن پر امت کے اعلام بار ہا طبع آزمائی فرما چکے ہوں ایسے بے سہارا تو نہیں ہو سکتے۔ کوئی نہ کوئی غلط یا صحیح سہارا تو ضرور ہو گا۔ آپ نے ان سے ایسے مشہور مسائل کا انتخاب فرمایا جن پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ مناسب تھا کہ پرانے نوالے چبانے کی کوشش نہ کی جاتی۔ بلکہ آپ اس میں کوئی نئی تحقیق سامنے لاتے۔ ورنہ ان مسائل میں تو فریقین ایک دوسرے کی انتہا کو خوب سمجھتے ہیں۔ اب آپ نے طبع آزمائی کے لیے ان مسائل کو انتخاب فرمایا تھا اس لیے مجھے بھی اس کے متعلق عرض کرنا ہو گا۔

میں نے عرض کیا ہے اس مسئلہ میں آپ فی الواقعہ تہی دست ہیں اور دلائل کے لحاظ سے کمزور۔ آپ نے اس وقت دو احادیث ذکر فرمائی ہیں پہلی حدیث کی نقل میں آپ نے اپنے پہلے بعض بزرگوں کی تقلید میں بڑی جسارت سے کام لیا ہے۔ ورنہ اس حدیث میں نہ رفع الیدین عند الرکوع کا بالکل ذکر ہی نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکابر حنفیہ رحمہم اللہ محض سینہ زوری سے اس کا تذکرہ فرماتے ہیں اور آپ حضرات ان پر اعتماد فرما کر جرأت فرما دیتے ہیں۔ ورنہ دیانتداری کا تقاضہ یہ ہے کہ اس ضمن میں اس کا تذکرہ ہی نہ کیا جائے۔ مگر جناب نے جو فرمانا تھا فرما دیا ہے ؏

○

پہلی حدیث

صحیح مسلم میں اس حدیث کو چار طرق سے روایت فرمایا ہے۔ تحویلات کو میں نے نظر انداز کر دیا ہے۔

ابوداؤد میں بھی معمولی اختلاف کے ساتھ قریباً یہی اسانید منقول ہیں۔ بعض میں متن مختصر ہے اور بعض میں مفصّل۔ حدیث ایک ہے۔ اس کی روایت کے الفاظ واضح ہیں۔ عن جابر بن سمرۃ کنا اذا صلینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ واشار بیدہ الی الجانبین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علام تومئون بایدیکم کانھا اذناب خیل شمس انما یکفی احدکم ان یضع یدہ علی فخذہ ثم یسلم علی اخیہ من علی یمینہ وشمالہ (ص۱۸۱ صحیح مسلم ج ۱) یعنی جابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کرتے تو ہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے اور دونوں طرف ہاتھوں سے اشارہ کرتے۔ آپ نے فرمایا تم یہ اشارے کیوں کرتے ہو جیسے تیز گھوڑے دم ہلاتے ہیں تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ ران پر ہاتھ رکھو۔ پھر اپنے بھائی کو سلام کہو۔

یہ تمام احادیث جابر بن سمرہ ہی سے مروی ہیں۔ تمام کا مضمون ایک ہی قسم کا ہے۔ بیّن طور پر معلوم ہوتا ہے واقعہ میں کوئی فرق نہیں۔ اجمال اور تفصیل کا فرق ہے۔ آپ ایسے اصلاح پسند حضرات کو ایسی سطحی بات نہیں فرمانی چاہیئے۔ امام بخاری فرماتے ہیں لا یحتج بھذا الا من لا حظ لہ من العلم (اس حدیث سے وہی استدلال کرے گا جسے علم سے کوئی حصہ نہیں ملا)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر یہ استدلال صحیح سمجھا جائے تو اس کا اثر تکبیرات عیدین، تکبیر افتتاح، تکبیر قنوت پر بھی پڑے گا۔ ابن حبان فرماتے ہیں۔ انما امروا بالسکون فی الصلوٰۃ عند الاشارۃ بالتسلیم دون الرفع الثابت عند الرکوع (عون المعبود ص۲۸۲ ج ۱) یعنی یہ سکون کا حکم سلام کے وقت تھا۔ رفع الیدین عند الرکوع کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔

امام بخاری فرماتے ہیں فلیحذر امرؤ ان یتقول علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تقول اور جھوٹ سے ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیے (عون ص۲۸۲ ج ۱)

مسلم اور ابوداؤد کے اس مقام کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ معاملہ واضح ہے لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید۔

دوسری حدیث

دوسری حدیث عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے۔ عبداللہ فرماتے ہیں فلم یرفع یدیہ الا مرۃ واحدۃ (ابوداؤد ص۲۶ ج ۱) آپ نے صرف ایک دفعہ ہاتھ اٹھائے۔ قال ابوداؤد ھذا مختصر من حدیث طویل ولیس ھو بصحیح علی ھذا اللفظ (ص۲۶ ج ۱) اندریں صورت پہلی حدیث کا موضوع سے تعلق نہیں۔ دوسری باتفاق آئمہ حدیث ضعیف ہے۔ قال ابن مبارک لم یثبت عندی قال ابوحاتم ھذا حدیث خطأ قال احمد بن حنبل ویحیی بن آدم ھو ضعیف وتابعھما البخاری علی ذالک قال ابوداؤد ولیس بصحیح قال الدارقطنی لم یثبت (عون المعبود ص۲۶ ج ۱) ابن مبارک فرماتے ہیں۔ حدیث ثابت نہیں۔ ابوحاتم فرماتے ہیں۔ یہ حدیث خطا ہے۔ امام احمد، یحیی بن آدم اور امام بخاری فرماتے ہیں یہ حدیث ضعیف ہے۔ امام دارقطنی کہتے ہیں یہ ثابت نہیں۔ ابن حبان فرماتے ہیں۔ اہل کوفہ کے پاس رفع الیدین کے خلاف ایک یہی حدیث ہے اور یہ فی الحقیقت انتہائی ضعیف ہے۔

عاصم بن کلیب اور محمد بن جابر کے دونوں طریق باتفاق آئمہ ضعیف ہیں۔ امام ترمذی کی تحسین ان کی خاص اصطلاح ہے جس میں اعتماد اور ثقاہت کا لزوم نہیں کما ھو مبسوط فی کتب المحدثین۔ امام ترمذی اس حدیث کے متعلق صراحت فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود کی حدیث ثابت نہیں قال عبداللہ بن المبارک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قد ثبت حدیث من یرفع و ذکر حدیث الزھری عن سالم عن ابیہ ولم یثبت حدیث ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یرفع الا فی اول مرۃ (ترمذی صفحہ ۲۰ ج ۱ مع تحفہ) یعنی امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں۔ ابن عمر کی حدیث رفع الیدین کے متعلق بواسطہ زہری ثابت ہے اور عبداللہ بن مسعود کی حدیث کہ آنحضرت نے صرف پہلی دفعہ رفع الیدین کی ثابت نہیں۔"

محمد بن نصر مروزی فرماتے ہیں اجمع علماء الامصار علی مشروعیۃ ذالك الا اھل الکوفۃ (۲۱۹ تحفۃ الاحوذی ج ۱) یعنی تمام اسلامی ممالک کے اہل علم نے رفع الیدین کی مشروعیت پر اتفاق فرمایا اہل کوفہ کے سوا۔ اھ

امام بخاری نے جزء رفع الیدین میں حضرت حسن اور حمید بن ہلال سے ذکر فرمایا کہ صحابہ رفع الیدین کرتے تھے اور اس سے کسی کو استثناء نہیں کیا۔ امام بخاری فرماتے ہیں۔ رفع الیدین کا ترک کسی صحابی سے بھی ثابت نہیں۔ اور اسی طرح علماء حجاز، علماء مکہ، علماء عراق شام بصرہ اور یمن اور بہت سے علماء خراسان سے منقول ہے۔ سعید بن جبیر، عطاء بن ابی رباح، مجاہد، قاسم، سالم بن عبداللہ، عمر بن عبدالعزیز، نعمان بن ابی عیاش، حسن ابن سیرین، طاؤس، مکحول، عبداللہ بن دینار، نافع مولا عبداللہ بن عمر، حسن بن مسلم اور قیس بن سعد اور بہت سے علماء کا یہ معمول تھا۔ اسی طرح امام درواسے بھی رفع الیدین مروی ہے۔ اس وقت نہ اس مسئلہ کا استیعاب مطلوب ہے کہ کس کس نے اس پر عمل کیا نہ مناظرہ مقصود ہے۔ بلکہ جناب ایسے منصف مزاج عالم کو توجہ دلانا مطلوب ہے کہ اس مسئلہ میں فقہاء عراق کا مدار دلائل سے زیادہ تقلید پر ہے۔ سید تصیبی سے یہ حدیث علماء عراق میں قبول کا مقام نہیں حاصل کر سکی۔ متقدمین اللہ ان پر رحم فرمائے ممکن ہے ان دلائل کی اہمیت معلوم نہ فرما سکے ہوں۔ آپ ایسے انصاف پسند، معاملہ فہم بزرگوں کو بحث میں یہ انداز نہیں اختیار کرنا چاہیئے۔ متاخرین فقہاء عراق نے از راہ انصاف متقدمین کے کئی مسائل کا انکار فرمایا۔ اس مسئلہ کو بھی اسی قسم میں شامل فرمانا چاہیئے۔ یہ ساری تفصیل جزء رفع الیدین للبخاری اور عون المعبود و تحفہ اور دیگر شروح حدیث میں مرقوم ہے۔

اسی طرح براء بن عازب کی حدیث جو بروایت یزید بن ابی زیاد مروی ہے۔ اس میں لم یرفع یدیہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الا اوّل مرۃ ثابت نہیں۔

خلاصہ

جو روایات معلوم ہیں ان کی حالت تو یہی ہے جو مرقوم ہوئی۔ معلوم نہیں وہ سات آٹھ روایات کہاں ہیں جن کا جناب نے ذکر فرمایا۔ آپ رفع الیدین نہ کریں آپ کو اختیار ہے ہم بھی اسے غرض نہیں سمجھتے لیکن اگر آپ یہ فرمائیں کہ یہ ترک کسی مستند حدیث سے ثابت ہے تو علم و روایت پر ظلم ہوگا یا یہ فرمائیں کہ ترک رفع بھی سنت ہے یہ بڑی بے انصافی ہوگی۔ ایسا ترک جس کے پیچھے دلایل ناپید ہوں قطعاً سنت نہیں ہو سکتا اوّل تو متروک کو سنت کہنا ہی محلِ نظر ہے۔ ایک ہی فعل پر عمل اور ترک دونوں سنت ہوں مضحکہ خیز ہے۔ جہاں ایک طرف دلایل کے انبار ہوں اس کے بالمقابل ترک کو سنت کہنا قطعاً معقول نہیں۔ اکابر دیوبند سے بعض مستند علماء نے دونوں کو سنت فرمایا ہے۔ ہمیں ان کی اس روش پر تعجب ہے۔ عفا اللہ عنہم۔ شاہ ولی اللہ صاحب کا ارشاد بھی یہی ہے کہ دونوں سنت ہیں لیکن آخر میں فرماتے ہیں والذی یرفع احب الی ممن لا یرفع فان احادیث الرفع اکثر واثبت (ص حجۃ اللہ البالغہ) یعنی رفع الیدین کرنے والا ہ کرنے والے سے زیادہ پسندیدہ ہے اس لیے کہ رفع الیدین کی احادیث زیادہ بھی ہیں اور صحیح بھی۔ اھ

○

جلسہ استراحت

جلسہ استراحت استحبابی امر ہے۔ تاہم اگر احباب انصاف کی نگاہ سے دیکھتے تو کم از کم جلسہ استراحت کے ترک کو ترجیح نہ دیتے۔ انصاف پسندی کا تقاضا یہ تھا کہ جناب دونوں احادیث کے مفہوم اور اسناد پر نگاہ ڈالتے جلسہ کی تائید میں مالک بن حویرث کی حدیث اپنے مفہوم میں واضح ہے اذا کان فی وتر من صلوٰته لم ینهض حتی یستوی جالسا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے بیٹھ کر کھڑے ہوتے) امام ترمذی فرماتے ہیں حدیث مالک بن الحویرث حدیث حسن صحیح (ترمذی ج ۱ ص ۲۳۷) متن بھی صاف ہے حدیث بھی صحیح ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوہریرہ کی حدیث جس سے آپ نے جلسۂ استراحت کے ترک پر استدلال فرمایا ہے معنی میں واضح نہیں۔ قدموں کے صدور پر کھڑا ہونے میں قیام کی ہیئت واضح فرمائی ہے جلسۂ استراحت کی نفی نہیں تطبیق ہو سکتی ہے جب جلسہ استراحت سے اُٹھتے تو قدموں کے صدر پر بوجھ ڈال کر اُٹھتے اس سے جلسہ استراحت کی نفی نہیں ہوتی صرف قیام کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ روایت بھی ضعیف ہے اس میں خالد بن ایاس کے متعلق ترمذی فرماتے ہیں خالد بن ایاس ضعیف عند اهل الحدیث (ترمذی ص۳۸ ج۱) خالد بن ایاس ائمہ حدیث کی نظر میں ضعیف ہے۔ اس قسم کے دلائل تقلید ہی کے دامن میں پناہ لے سکتے ہیں تحقیق پسند آدمی ایسی احادیث پر اعتماد نہیں کر سکتا آپ نے صحیح بخاری کا بھی حوالہ دیا ہے اگر کوئی واضح اور صحیح حدیث ہو تو اس کا حوالہ دیں۔ جہاں تک میرا ناقص علم ہے صحیح بخاری میں ترک جلسہ استراحت کے متعلق کوئی حدیث نہیں متعصب علماء کی طرح سینہ زوری ہو سکتی ہے۔ ویسے جلسہ استراحت کے متعلق احادیث میں جس طرح صراحت موجود ہے۔ اس کے خلاف کوئی صراحت نہیں عن مالك بن الحويرث الليثي انه رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي فكان اذا كان في وتر من صلوته لم ينهض حتى يستوي جالسا قال ابو عيسى مالك بن الحويرث حديث حسن صحيح (جامع ترمذی ص۳۸ ج۱) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طاق رکعتوں سے اُٹھتے تو اطمینان سے بیٹھ کر کھڑے ہوتے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔" آپ نے جو حدیث ذکر فرمائی ہے اس میں اجمال ہے۔ مالک بن حویرث کی حدیث جلسہ استراحت واضح اور مفصل ہے۔

آخری قعدہ میں تورک

یہ درست ہے اہل حدیث، شوافع، حنابلہ وغیرہ آئمہ سنت آخری قعدہ میں تورک کو پسند فرماتے ہیں یعنی بایاں پاؤں بچھا دیا جائے اور ران پر بوجھ ڈال دیا جائے۔ اور دایاں پاؤں کھڑا رہے۔ ابوحمید ساعدی کی حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔ افترش رجله اليسرى واقبل بصدر اليمنى على قبلته الخ (ترمذی ص۳۹ ج۱ باب وصف الصلوٰۃ) میں ابوحمید کی حدیث مفصل ذکر فرمائی۔ اس کے الفاظ زیادہ صاف ہیں حتى اذا كانت الركعة التي تنقضي فيها صلوته اخرج رجله اليسرى وقعد على شقه

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منتور کا نثم سلم (ص ۲۴۹ ج ۱) آخری رکعت پر جب نماز ختم فرماتے تو بائیں پاؤں کو ایک طرف نکال کر ران پر بیٹھ جاتے اور سلام کہہ دیتے۔ اھ"

ان واضح احادیث کی بنا پر اہل حدیث تورک کو ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن تورک نہ کرنے کی وجہ سے نماز کو فاسد نہیں کہتے۔ ممکن ہے کراچی میں کسی اہل حدیث طالب علم نے آپ سے یہ کہہ دیا ہو۔ جہاں تک علماء اور سنجیدہ حضرات کا تعلق ہے اس وجہ سے نماز فاسد نہیں کہتے۔ البتہ آپ نے جس حدیث سے استدلال فرمایا ہے وہ مجمل ہے اور ابو حمید کی روایات مفصّل اور واضح ہیں والمفصل یقضی علی المجمل۔

قرأت فاتحہ خلف الامام

یقیناً اہل حدیث کے نزدیک راجح یہی ہے کہ سورۂ فاتحہ امام مقتدی سب پر فرض ہے۔ اس مسئلہ میں دیرینہ اختلاف ہے اس لیے فقہائے عراق نے اس پر کافی طبع آزمائی فرمائی ہے۔ لیکن یہ سارے مباحث سلبی قسم کے الزامات ہیں۔ ایجابی طور پر جو احادیث محل نزاع میں صریح ہیں وہ صحیح نہیں، جو صحیح ہیں وہ صریح نہیں یعنی مطلق قرأت کے متعلق ہیں ان میں فاتحہ کا ذکر نہیں۔ محترم مغفور سید انور شاہ صاحب نے ان سلبی اور الزامی راہوں کی کافی نشان دہی فرمائی ہے۔ لیکن اصل موضوع ہنوز تشنہ ہے۔ واقعی امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کے متعلق سب سے پختہ دلیل علمائے عراق کی تقلید ہے۔ آپ خود غور فرمائیں۔ آپ نے حضرت جابر کا اثر ذکر فرمایا۔ آپ کو کوئی مرفوع روایت نہیں ملی۔ امام طحاوی وغیرہ نے اس کا رفعاً ذکر فرمایا ہے لیکن کوئی طریقہ صحیح نہیں۔ غیظ و غضب کی کوئی بات نہیں۔ اظہار واقعہ کو آپ غیظ و غضب سمجھتے ہیں۔ آپ مختار ہیں۔ اہل حدیث نے آپ کو بعض کمزور مقامات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ رد یا قبول آپ کے اختیار میں ہے۔ غیظ و غضب کا کسی کو حق نہیں ویسے اس مسئلہ میں رفع الیدین سے آپ کی پوزیشن کسی قدر اچھی ہے۔ اس موضوع پر طرفین نے بہت کچھ لکھا ہے اس لیے طول اور تفصیل کی ضرورت نہیں۔

آخری دو رکعتیں

حضرت مولانا انصاف پسندی کے دعویٰ کے باوجود بعض مقامات پر بے حال ہو گئے ہیں طبیعت پر ضبط نہیں فرما سکے۔ مولانا نے یہ تو قبول فرما لیا ہے۔ کہ آخری دو رکعتوں میں خاموش رہنا حدیث سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو ثابت نہیں لیکن اس کے خلاف بھی کوئی صریح حدیث نہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فاقرءوا ما تیسر من القرآن سے استنباط فرمایا۔ حضرت امام کے استنباط کی وضاحت مولانا نے مناسب نہیں سمجھی، اس لیے اس کے متعلق گذارش کرنا مشکل ہے۔ البتہ احادیث میں صراحت موجود ہے۔ کہ فاتحہ سب رکعات میں ضروری ہے۔ امام بیہقی نے جزء القرأۃ میں مسیئی الصلوٰۃ کی حدیث کو کئی طرق سے روایت فرمایا ہے۔ اس میں فاتحہ کا ذکر کرنے کے بعد آخر میں صراحت فرمائی ہے۔ کذالک افعل فی صلواتک کلھا (ص۱۲) پوری نماز اسی طرح ادا کر (یعنی مع سورہ فاتحہ)

آپ نے ترمذی (ص۴۲ ج ۱) سے جو اثر حضرت جابر کا نقل فرمایا ہے اس میں بھی یہ الفاظ مرقوم ہیں۔ یقول من صلی رکعۃ لم یقرء فیھا بام القرآن (جو شخص ایک رکعت بھی ام القرآن کے بغیر پڑھے تو اس کی رکعت نہیں ہوگی مگر امام کے پیچھے) اس میں رکعت کی صراحت سے ظاہر ہے کہ قرأۃ ہر رکعت میں ہے۔ آپ کو اپنے حلقوں میں اس پر نظر ثانی کرنی چاہیئے۔ امام شافعی کا حکم نصوص پر مبنی ہے۔ واقعی کوئی رکعت قرأۃ سے خالی نہیں ہونی چاہیئے۔

زبان سے نیت

جہاں تک خیال ہے اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ نیت دل کا فعل ہے۔ اس کا زبان سے کوئی تعلق نہیں۔ ائمہ اربعہ رحمھم اللہ اس پر متفق ہیں۔ جس التزام سے یہ فعل کیا جاتا ہے اس کا تقاضا ہے کہ عوام کو اس غلطی پر متنبہ کیا جائے۔ یہ عجیب ہے کہ جناب جہلاء کے فعل اور عمل کی خواہ مخواہ ذمہ داری اٹھاتے بلکہ وکالت فرماتے ہیں۔ رہا انسانی دھندوں کا معاملہ سو زبانی نیت اور جہر بالقرأۃ وغیرہ میں بھی اس سے مخلصی نہیں ہوتی۔ اس کے لیے آپ ایک بدعت کی اجازت دے رہے ہیں۔ اس سے پرہیز فرمائیے اور عوام کو ترغیب دیجئے وہ سنت پر عمل کریں۔ زبان کے لحاظ سے نیت کا تعلق جوارح سے نہیں۔ خصت النیۃ فی غالب الاستعمال بعزم القلب علی امر من الامور (مصباح المنیر ص۳۰۲ ج ۲) نیت کا لفظ عموماً دل کے عزم پر بولا جاتا ہے۔ نویت نیۃ۔ نواۃ عزمت (تہذیب الصحاح ج ۲ ص۱۰۸۲)

اوپر کے علمی حلقوں سے عوام کی وکالت پر تعجب ہو رہا ہے۔ اس قسم کی وکالت عموماً بریلوی حضرات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا کرتے تھے۔ آپ حضرات اسی سطح پر آ گئے حافظوا علی نیاتکم میں انما الاعمال بالنیات سے کوئی خاص زیادت نہیں۔ نیت بہرحال عمل کے لیے ضروری ہے۔ اس وقت بھی عوام اسے نماز کے واجبات سے سمجھتے ہیں۔ ابن قیم کی نیابت آج بھی ضروری ہے۔

قربانی نماز سے پہلے

حضرت العلام نے یہ مسئلہ اس انداز سے لکھا ہے گویا حضرت مولانا معترضین کے موقف سے قطعی بے خبر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اہل حدیث گاؤں اور شہر دونوں میں عید واجب سمجھتے ہیں۔ انہیں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس مقام پر بھی اختلاف ہے۔ بلکہ قربانی کا اختلاف اس کی فرع ہے۔ حدیث من ضحیٰ قبل الصلوٰۃ فانما ذبح لنفسہ ومن ذبح بعد الصلوٰۃ فقد تم نسکہ (مسلم) یعنی جس نے نماز عید کے پہلے قربانی کی اس نے اپنی ذات کے لیے قربانی کی جس نے نماز کے بعد قربانی کی اس کی قربانی درست ہے۔

اس حدیث کے مخاطب اہل حدیث کے نزدیک شہری اور دیہاتی سب لوگ ہیں۔ اس میں احناف کے ہاں حضرت علیؓ کے اثر سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ وھو کما تریٰ لا تقوم بہ حجۃ والتفصیل فی سر من رای فی بحث الجمعۃ فی القریٰ۔ للعلامۃ بقا غازی پوری۔

مفقود الخبر کی بیوی

مفقود الخبر کے مسئلہ میں قدماء احناف کو قدماء حنابلہ اور ابن حزم ایسے ظاہری حضرات کی حمایت بھی حاصل ہے۔ یہ حضرات بھی تقریباً وہی فرماتے ہیں جو قدماء احناف نے فرمایا۔ اس میں قابل غور مسئلہ عورت کے حقوق اور جذبات ہیں۔ قرآن کا ارشاد ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا۔ نیز ایلاء میں چار ماہ سے زیادہ مرد کے حقوق کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن عزیز نے عورت کے حقوق اور جذبات کا پورا خیال رکھا ہے۔ محض علماء کی فقہی موشگافیوں کے پیش نظر اس بیچاری کو صبر کی تلقین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرکے اسے امتحان میں ڈالا گیا ہے۔ اگر تقلید میں جمود نہ ہوتا تو یقیناً یہ بے انصافی کبھی گوارا نہ کی جاتی جناب نے جو آثار اپنے مذہب کی حمایت میں پیش فرمائے ہیں وہ اس اصول کے خلاف ہیں جس کی رہنمائی قرآن عزیز نے فرمائی۔

پھر اس نئے سال کی تحدید کے لیے کوئی مرفوع صحیح روایت بھی سنت کے دفتروں میں موجود نہیں صرف اکابر کی آراء ہیں۔

الحیلۃ الناجزۃ میں مولانا تھانویؒ اور ان کے رفقاء نے بڑا کرم فرمایا کہ پرانے جمود کو توڑ کر شوافع، موالک اور حنابلہ کی فقہیات سے بعض جزئیات کو قبول فرما لیا۔ حالانکہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ سخت قسم کے جامد تھے۔ اللہ نے ان سے یہ کام لیا جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

اتباع سنت اور ترکِ تقلید کی دعوت کا اس سے زیادہ کوئی مطلب نہیں کہ یہ جمود ترک کر دیا جائے اور انسانی مصالح کو تقلیدی مصالح پر مقدم رکھا جائے۔ الحیلۃ الناجزۃ میں ان فتووں کے حاصل کرنے میں جو طریق اختیار فرمایا گیا۔ یعنی قرآن اور سنت کی نصوص کے مفہوم کو جسے مولانا تھانویؒ اور ان کے رفقاء کار خود بھی صحیح سمجھتے تھے اسے شوافع اور موالک کی تصدیق سے قبول کیا گیا۔ یہ جمود کی ناپسندیدہ مثال ہے۔

ہم نے بھی درس نظامی مشہور اساتذہ سے پڑھا ہے۔ قرآن و حدیث اتنا مشکل نہیں جس قدر آپ حضرات اسے سمجھ رہے ہیں۔ اس لیے مسایل کے اظہار میں حِیل کو چھوڑ بیٹے اور ایمۂ اربعہ کے ساتھ مساوی محبت رکھیے۔ متاخرین فقہاء نے مفقود کے مسئلہ میں اپنی رائے بدل لی۔ متقدمین احناف نے قرآن، حدیث، فقہ کی تعلیم پر اُجرت کے متعلق بھی اجازت مرحمت فرمائی۔ ہر زمانہ میں ضرورۃً ایسی تبدیلیاں ہوتی رہیں آج معلوم نہیں یہ جمود کیوں ضروری سمجھا جا رہا ہے۔

الحیلۃ الناجزۃ میں دوسرے مذاہب سے استفادہ فرمایا گیا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ غیر مقلد بننے کے لیے کتنے مسایل میں تحقیق اور دوسرے مذاہب سے استفادہ ضروری ہے۔ اگر مولانا کا یہ ارشاد درست ہے کہ فقہاء نے فقہی مسایل اور نئے اجتہادیات کا پوری دیانتداری سے جائزہ لیا تو یقیناً ایمۂ حدیث اور فقہاء محدثین نے بھی فقہ الحدیث کا استنباط پوری دیانتداری سے کیا ہے۔ لہٰذا ان کے متعلق بھی زبان درازی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محبوب ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے مفقود الخبر کے باب میں حدیث لقطہ کا ذکر فرمایا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ضرورت داعی اور حالات کا تقاضا ہو تو ایک سال کے بعد بھی اسے عدت موت کی اجازت دی جا سکتی ہے اگر ایسا عمل میں آجائے تو اُمید ہے محترم مولانا اور مدیر فاران اس پر سنجیدگی سے غور فرمائیں گے۔

مضمون کے آغاز اور آخر میں مولانا نے جس صلح پسندانہ اور مخلصانہ جذبات کا اظہار فرمایا ہم اس کے لیے ان کے شکر گذار ہیں۔ اسی طرح مدیر فاران کی اصلاح کوشی کو بھی ہم عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

لیکن گذارش ہے کہ ان خیالات کا تذکرہ دروس، مجالسِ وعظ، جمعہ کے خطبات اور عمومی خطابات میں ہونا چاہیے۔ تاکہ عوامی ذہن صاف ہو اور ان اختلافات کو محض دلایل کی روشنی میں دیکھا جائے۔ اگر کوئی آدمی دیانۃً دوسرے کے خیالات سے متاثر ہو کر انہیں قبول کر لے تو اسے نہ مستحق تعزیر سمجھا جائے نہ اس سے نفرت کی جائے۔ جہاں تک واقعات کا تعلق ہے۔ ابتک عصبیت آپ حضرات ہی کی طرف سے آئی ہے۔ ایک مثال ملاحظہ فرمائیے۔

وقف على اصحاب الحديث لا يدخل فيه الشافعي اذ لم يكن في طلب الحديث ويدخل الحنفي كان في طلبه اولا اه (الدر المختار ج ۳ صفحہ ۶۷۵ طبع مصر) یعنی اگر کسی شخص نے اصحاب الحدیث کے لیے کوئی چیز وقف کی ہو تو شافعی اگر حدیث کا طالب علم نہ ہو تو اس وقف میں شامل ہو جائے گا۔ اس کی دلیل یہ بتائی ہے۔ لكونه يعمل بالمرسل ويقدم خبر الواحد على القياس (حوالہ مذکور) اس لیے کہ مرسل پر عمل کرتے ہیں اور خبرِ واحد کو قیاس پر مقدم سمجھتے ہیں۔"

اس دلیل کی قدر و قیمت اہلِ علم سمجھ سکتے ہیں کہ مرسل کی قیمت بلحاظ حدیث کیا ہے اور خبرِ واحد کے ساتھ علماء اصول فقہ نے جو سلوک کیا ہے معلوم ہے۔ حالانکہ مسلک اہلِ حدیث، احناف اور شوافع دونوں سے مختلف ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں:۔

ذكر في فتح القدير ان الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين واموالهم ويكفرون الصحابة حكمهم عند جمهور الفقهاء واهل الحديث حكم البغاة وذهب بعض اهل الحديث الى انهم مرتدون قال ابن المنذر لا اعلم احدا وافق اهل الحديث على تكفيرهم اه (شامی ص ۴۵۲ ج ۳) یعنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن ہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں کہ خوارج جو مسلمانوں کا قتل جائز سمجھیں اور صحابہ کو گالی دیں جمہور فقہاء اور اہل حدیث کے نزدیک وہ باغی ہیں بعض اہل حدیث نے انہیں مرتد کہا ہے ابن منذر کہتے ہیں۔ باقی فقہاء اہل حدیث سے متفق نہیں ہیں۔

شامی کے اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل حدیث ایک مستقل مکتبِ فکر ہے۔ کیا یہ تعصب نہیں کہ شوافع کو وقف سے الگ کر دیا گیا۔ حالانکہ شوافع کا شغف سنت کے ساتھ احناف سے زیادہ ہے۔

تعصب کی ایک اور بدبودار مثال ملاحظہ فرمائیے۔

شرح العقاید النسفیہ کے حاشیہ نظم الفرائد میں محشی مولانا احمد حسن صاحب سنبھلی نے ائمہ سنت کے عقیدہ تفویض کا تذکرہ بواسطہ امام شوکانی فرمایا۔ پھر شدتِ غضب کی وجہ سے بدزبانی پر اتر آئے اور ائمہ تفویض کے متعلق بے حد غلیظ لہجہ اختیار فرمایا۔ آخر میں فرماتے ہیں۔ وخلفاء هذه الملة اربعة ابن تيمية ابن القيم والشوكاني فيقولون ثلاثة رابعهم كلبهم واذا انضم اليهم ابن حزم وداود الظاهري صار واستة ويقولون خمسة سادسهم كلبهم رجما بالغيب وخاتم المكلبين مثله كمثل الكلب ان تحمل عليه يلهث وان تتركه يلهث بشتم على اهل الحق في التنزيه الخ (ص ۱۰۲)

یہاں ابن تیمیہ، ابن قیم، شوکانی، ابن حزم، داؤد ظاہری، نواب صدیق حسن خاں کے متعلق جس طرح بدزبانی کی ہے مجھے اس کے ترجمہ کا بھی حوصلہ نہیں۔ یہ کوثر کی زبان آپ حضرات کی طرف سے آئی ہے۔ اس سے آگے صفحہ ۱۰۴ کے حاشیہ میں اس سے بھی زیادہ بدزبانی کی گئی ہے۔ میرا تو تجربہ ہے جب تک دنیا میں تقلید شخصی موجود ہے۔ اہل علم کی آبرو محفوظ نہیں رہ سکتی۔ آپ حافظ ابن العربی کی احکام القرآن ملاحظہ فرمائیے۔ خود مالکی ہیں لیکن امام شافعی کا تذکرہ کس حقارت سے فرماتے ہیں۔ کتب اصول میں امام شافعی اور داؤد ظاہری کو جہل کی طرف منسوب کرنے میں تامل نہیں کیا گیا (نور الانوار ص ۲۹۸) تقلید میں محبت کا افراط اور غلو ضروری ہے اور اس کا اثر مخالف پر جو ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔

حضرات غرباء اہل حدیث کا تشدد اور غلو اور مصنف تلاش حق کے بعض غیر متوازن اور مبالغہ آمیز فقرات کی تلخی ناخوشگوار معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس کا پس منظر بھی اکثریت کا تشدد آمیز رویہ ہے۔ ورنہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کون نہیں جانتا حضرت شیخ مولانا سید نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ مدت العمر جمعہ احناف کی اقتدا میں ادا فرماتے رہے۔ اس وقت علماء احناف سے ان کے مراسم بڑے اچھے تھے لیکن جب سید صاحب محترم حج کے لیے تشریف لے گئے تو حاجی امداد اللہ صاحب مرحوم مولانا رحمۃ اللہ مرحوم اور مولانا خیرالدین مرحوم نے حرم بیت اللہ میں ان سے کیا معاملہ کیا۔ جامع الشواہد ایسی کتاب کے اتہامات مرحوم پر تھوپ کر گرفتار کرا دیا۔ پھر تحقیق کے بعد مرحوم جب بری ثابت ہوئے۔ تو معافی کا شاخسانہ کھڑا کر دیا۔ لدھیانہ کا ایک ذہین خاندان اس بزم کشی میں شریک رہا۔ مولانا عبدالعزیز، مولانا عبدالقادر، مولانا محمد، یہ سب حضرات اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے ان مظالم میں شریک تھے۔ آج بھی بریلوی حضرات کی غلط کاریوں سے اتنا شکوہ نہیں جس قدر ابنائے دیوبند سے ہے۔ پاکستان میں دیوبندی علماء سے ایک نوجوان اور نو آموز گروہ اور خود دیوبند سے جو لٹریچر شائع کیا جا رہا ہے نہ اکابر دیوبند کی عزت میں اس سے اضافہ ہوتا ہے نہ ہی اسے علم و دیانت کے معیار پر پرکھا جا سکتا ہے۔ اہلحدیث کے ساتھ انتہائی تعصب کی بو اس لٹریچر سے آتی ہے۔ اہلحدیث اور فقہاء مذاہب کا اختلاف فہم کا اختلاف ہے۔ اس کو نفرت کا رنگ دینا پھر اسے عوامی مجالس میں اس طرح رکھنا پھر اسے عوامی مجالس میں اس طرح رکھنا کہ اس کا فیصلہ عوام کریں نہ ہی یہ فعل مستحسن ہے نہ ہی اس کوشش سے کوئی مفید نتیجہ برآمد ہوگا۔

مدیر فاران کا یہ خیال درست ہے حنفی ہو یا اہلحدیث کوئی ان میں اسلام سے خارج نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ جو راہ میں نے اختیار کی ہے اقرب الی السنۃ ہے۔ ان مباحث میں زیادہ سے زیادہ یہی سکونِ قلب حاصل ہو سکتا ہے ٭

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہلحدیث کی اقتدا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوالخیرات جناب محمود احمد صاحب رضوی

(بریلوی رضاخانی) مدیر رضوان کے جواب میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل حدیث کی اقتدا۔

رضوان لاہور مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۵۱ء کے نماز نمبر میں بعض اختلافی مسایل کا تذکرہ مزاحیہ انداز میں گل دختار کے عنوان سے کیا گیا۔ سنجیدہ مزاح بُری چیز نہیں لیکن دینی مسایل میں مزاح اچھی چیز نہیں ہے بلکہ قرآن نے اسے جہالت قرار دیا ہے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِیْنَ۔ معلوم نہیں ادارہ رضوان نے دینی مسایل میں یہ طریق کیوں اختیار کیا ہے۔ "رضوان" رضاخانی احناف کا ترجمان ہے یہ حضرات فہم مسایل میں فقہ حنفیہ سے کہیں زیادہ اعتماد مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے طریق فکر پر رکھتے ہیں۔ فقہ حنفیہ کے ساتھ ان کا تعلق محض عوام کے ساتھ رابطہ کی بنا پر ہے۔ ورنہ حضرت امام والاہمام کے علم و تفقہ سے انہیں چنداں دلچسپی نہیں۔ جہاں اجتہاد کی طغیانی کا یہ عالم ہو کہ عقاید کے اثبات میں قیاس سے کام لیا جاتا ہو بلکہ نصوص قطعیہ کو نظر انداز کرنے میں بھی پرہیز نہ ہو وہاں حضرت امام کے طریق فکر کی کیا وقعت ہے اور جہاں اثبات عقاید میں ظنیات سے بہرہ اور اخبار احاد ایسی واجب التعمیل نصوص میں بھی احتیاط کا دامن چھوٹنے نہ پایا ہو رحمہ اللہ ورضی اللہ عنہ وعن سایر الائمۃ المجتہدین والفقہاء والمحدثین الذین ھم زفادۃ الدین وہاں مقابیس اور اوہام کی اس بے اعتدالی اور طغیانی کا پیوند کیونکر لگ سکتا ہے۔

اکل حلال میں جہاں اس قدر پابندی ہو کہ مقروض کی دیوار کے سایہ سے استفادہ کرنے میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احتیاط پیش نظر رہی ہو وہاں اس خفیت کا جوڑ کیونکر لگے گا جس سے جمعرات کی صبح ہی سے مسجد کے در و دیوار پر ٹکٹکی بندھ جائے کہ حلال و حرام سے پیٹ کا دوزخ بھر لیا جائے۔ جہاں پھیپس اور اس کی گٹھیا کی بیماری پر عرس و میلاد کی نذریں ماننے کی تلقین ہوتی ہو۔ پیٹ پہنائی تشبیہ سے میلوں دراز ہو امام ابو حنیفہ ایسے بے طمع آدمی سے ان کا تعلق کہاں تک قائم رہ سکتا ہے۔ کہاں جیل کی صبر آزما موت کہاں قوالیوں کے طواف۔ لیکن چونکہ اہل حق پر طعن کے لیے فقہ حنفی کی آڑ لی گئی ہے اور فقہی فروع کو بہانہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ اس لیے ارباب توجہ ہمیں اس طریق گفتگو میں معذور تصور فرمائیں۔ مقصود اسی طریق فکر کی وضاحت ہے جسے اہلحدیث اور دوسرے ائمہ سلف نے ترجیح دی ہے لیکن ادارہ رضوان نے اسے مذاق میں ٹالنے کی کوشش کی ہے کسی پر طعن مقصود ہے نہ تنقیص ؎

گفتگوئے عاشقاں در باب رب
جذبہ عشق است نے ترک ادب

وہابی

مدیر رضوان نے اہل حدیث کے لیے وہابی کا لقب اہل حق کے لیے اختیار کیا ہے اللہ کا شکر ہے کہ اس سب و شتم کا پورا دھارا خود بخود ہی کسی اور طرف پھر گیا ہے اور اہل حق اس بے ہودہ گوئی سے محفوظ ہو گئے۔ کما قال علیہ السلام والصلوٰۃ کیف یصرف اللہ عنی شتم قریش یسبون مذمما وانا محمد ؎

فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا
بلبل ہمیں کہ قافیہ گل بود بس است

یہاں بحمد اللہ نہ کوئی وہابی ہے نہ نجدی نہ حنفی ہے نہ سہروردی۔ ان وقتی اور اختراعی نسبتوں سے نہ محبت ہے نہ نفرت نہ کسی سے عشق ہے نہ بغض۔ حقیقت اسی قدر ہے کہ کتاب اللہ اور سنت سے وابستگی ہے۔ وہ بھی اس انداز سے کہ اس کے رد و قبول میں کسی غیر نبی کو کوئی معیاری اہلیت حاصل نہیں ہے کوئی طریق فکر ذہن پر محیط نہیں جس کی پابندی کتاب و سنت کے فہم میں حائل ہو۔ آنحضرت صلے اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ وسلم اور ان کے ارشادات گرامی سے تعلق کی نوعیت ایسی ہے کہ اس میں کسی ایسے واسطہ کی گنجائش نہیں جسے فسق و تقویٰ یا کفر و اسلام کا معیار قرار دیا جائے۔ فکر و نظر، استنباط و استدلال کے لحاظ سے تمام ائمہ ھدیٰ اور اسلافِ امت سے استفادہ خدا تعالیٰ کی نعمت ہے جس کا کبھی انکار نہیں ہوا۔ آج جس قدر علوم و معارف موجود ہیں تمام ائمہ فقہ و حدیث کا فیضان ہے جس کا شکریہ ہم پر فرض ہے اور ہر وقت دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن پاکباز اور مقدس بزرگوں کی قبروں کو رحمت سے بھر دے۔ مدیر رضوان نے بڑا کرم فرمایا کہ جس قدر کفر کا ذخیرہ ان کے دل میں موجود تھا اسے ظاہر نہیں فرمایا بلکہ اہل سنت والحدیث کی اقتداء سے روکنے پر کفایت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کتمانِ کفر کی جزا عنایت فرمائے لیکن یہاں ان کے کفر سے گھبراہٹ نہیں بلکہ ان کے مصنوعی ایمان سے ہے۔ کیونکہ بریلوی اور رضائی ایمان سے کفر شاید حقیقت ایمان ہے۔ مدیر رضوان کی حنفیت کا آغاز قریباً مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی سے ہوا اور ہمارے ایمان کا آغاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی سے ہوا۔ اگر ایسے حضرات ہماری مساجد میں تشریف نہ لائیں تو ہمیں کوئی شکایت نہ ہوگی اور ہم سے حلف مؤکد لیجئے کہ ہم آپ کو اپنی اقتداء کے لیے کبھی دعوت نہیں دیں گے۔ اور شاید گذشتہ سالوں میں بھی کبھی نہ دی ہوگی۔ ہماری مساجد بحمد اللہ اس گئے گذرے دور میں بھی آپ کی اکثر مساجد سے زیادہ آباد ہیں یہاں اہل توحید کی بحمد اللہ اتنی کثرت ہے کہ حضرات اہل بدعت اور عباد القبور کی ضرورت ہی نہیں۔ یوں بھی اہل سنت جس طمانیت سے نماز ادا فرماتے ہیں آپ کو اُن کی اقتداء ویسے ہی گراں پڑے گی۔ اس لیے ہماری یہ رائے ہی نہیں بلکہ مخلصانہ مشورہ ہے کہ آپ کسی اہل سنت کی اقتداء نہ فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے لا یقبل اللہ لصاحب بدعۃ صرفاً ولا عدلاً یعنی بدعتی کے فرض اور نفل دونوں اللہ تعالیٰ منظور نہیں فرماتا۔ آپ ہی فرمایئے ایک غیر مقبول نماز کی امامت سے ہمیں کیا حاصل ہے۔ اس لیے آپ اگر اہل توحید کی اقتدا نہیں فرماتے تو اطمینان رکھیے یہاں سے بھی کوئی پیغام بھیجنے کی کوشش نہیں کی جائے گی ع

پیش ایں کس برو کہ حسن بیدار نیست

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلائل

البتہ ان دلائل کے متعلق گذارش کرتا جن سے عوام کو مغالطہ ہوسکتا ہے۔ ہمارا فرض ہے۔ محترم رضوانی صاحب نے اہل حدیث کی اقتداء کے ناجائز ہونے میں پانچ مسائل کا تذکرہ کیا ہے۔

حضرت مجدد الوقت مجتہد العصر مولانا الشیخ سید نواب صدیق حسن خاں صاحب کی کتاب "الروضۃ الندیہ" کے کسی اردو ترجمہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

"پانی کتنا ہی کم ہو نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے۔"

فتویٰ سنیے: سوچیے یہ لوگ ایک لوٹے پانی میں ایک قطرہ پیشاب گر جائے تو اس کو پاک کہتے ہیں اور اس سے وضو کرکے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ بتائیے ہماری نماز ایسے پانی سے وضو کے ساتھ کیسے ہوسکتی ہے۔

اب ہماری گذارشات سنیے:

(۱) در بہیہ کے نام سے نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ کی کوئی کتاب نہیں۔ البتہ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس نام کی ایک کتاب ہے جس پر نواب صاحب مرحوم نے شرح لکھی ہے۔

(۲) ائمہ متفق ہیں کہ رنگ، بو، مزا اگر نجاست کی وجہ سے بدلے تو پانی پلید ہو جائے گا۔ پانی کم ہو یا زیادہ بہرحال ایسا پانی پلید ہو جائے گا۔ امام شافعی فرماتے ہیں اگر پانی قلتین ہو یا اس سے زیادہ اس میں اگر نجاست گرے تو جب تک اوصاف ثلاثہ (رنگ، بو، مزہ) نہ بدلے پانی پاک ہوگا۔ کیونکہ یہ کثیر پانی ہے نجاست کے اثر کو قبول نہیں کرتا۔

احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر عشر در عشر ہو یعنی دہ در دہ۔ وہ ما ر جاری ہے یا ما ر کثیر کے حکم میں ہے اس میں نجاست کا اثر نہیں ہوگا پانی پاک رہے گا جب تک نجاست، رنگ، بو، مزہ کو نہ بدل دے۔

امام مالک فرماتے ہیں۔ تھوڑے یا زیادہ پانی کی کوئی قید نہیں۔ اصل چیز اوصاف کا تغیر ہے جب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک رنگ، بو اور مزہ نہ بدلے پانی کم ہو یا زیادہ اس پر نجاست کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

قال محی السنۃ التقدیر بعشر فی العشر لا یرجع الی اصل شرعی یعتمد علیہ (شرح الوقایۃ جلد ا صفحہ ۸۷)

محی السنت فرماتے ہیں وہ دردہ کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔

مولانا عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

والتقدیر الذی ذکرہ الحنفیۃ فی عدم سرایۃ النجاسۃ الی العشر فی العشر لیس لہ اصل شرعی بخلاف تقدیر الشافعیۃ بالقلتین فانہ ثابت بالحدیث الصحیح وکذا تقدیر المالکیۃ بالتغییر (عمدۃ الرعایۃ صفحہ ۸۷)

حنفیہ نے جو دہ در دہ کا اندازہ ماء کثیر کے لیے فرمایا ہے۔ اس کے لیے کوئی شرعی دلیل نہیں، لیکن شافعیہ نے جو قلتین کا اندازہ فرمایا ہے سو وہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اسی طرح موالک کا اندازہ "تغیر" اوصاف ثلاثہ بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

مولانا رضوی "وہابیوں" پر اس لیے ناراض ہیں کہ وہ پیشاب کے ایک قطرہ سے پیالہ کو پلید نہیں سمجھتے، ایسے پانی سے اگر وضو کیا جائے تو رضا تی حنفیوں کی نماز کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔

اولاً یہ گذارش ہے کہ اگر دو مٹکوں میں ایک پیالہ پیشاب گر جائے تو جناب کی نماز کو تکلیف نہ ہوگی۔ اور اقتدار گوارا فرمالی جائے گی۔ یعنی قلتین کی تحدید جناب کو منظور ہے تو پھر "وہابیوں" سے مصالحت کے لیے ایک مجلس بلالی جائے۔

(۳) اگر کوئی مالکی اپنے مذہب کے موافق پاک پانی سے وضو کرے تو رضائی نماز ہوگی یا نہیں۔ اگر آپ ان کی نماز نہ ہونے پر بضد ہوں تو چاروں اماموں کی حقانیت کا کیا مطلب ہوگا۔

(۴) جواز اقتدار میں کوئی عقیدہ تو حایل نہیں صرف پانی ہی کی دقت ہے، تو اس کا ایک اور بھی حل ہو سکتا ہے۔ آپ کی مسجد کے حوض یا سبیل سے وضو کر کے اگر وہابی امام بنے تو اس پر تو کوئی اعتراض نہیں۔ جناب کے اس ارشاد کا مطلب میں تو یہی سمجھتا ہوں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۵) جناب نے سنا ہو گا کہ حضرت امام ابو یوسفؒ نے ایک حمام سے وضو فرمایا جس میں چوہا مر چکا تھا۔ آپ نے نماز پڑھ لی اور فرمایا کہ ہم اپنے حجازی بھائیوں کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ کیا امام ابو یوسف وہابی تو نہیں تھے؟

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے حدیث قلتین کو صحیح فرمایا ہے حالانکہ اس کے اسناد میں جو بحث ہے وہ اہلِ علم سے مخفی نہیں۔ احناف نے اس حدیث کے متعلق جو معنوی الجھن پیدا کی ہے وہ بھی معلوم ہے۔ پھر بھی مولانا عبدالحی مرحوم اسے صحیح فرماتے ہیں۔ اس لیے میں انتظار کروں گا کہ اس اضطراب کو آپ ہی دور کریں۔

امام شوکانی اور سید صدیق حسن خاں رحمہما اللہ تعالیٰ کا رجحان واقعی حضرت امام مالکؒ کے مسلک کی طرف ہے وہ پانی کی مقدار کو نجاست اور طہارت میں کوئی اہمیت نہیں دیتے بلکہ وہ اس کا انحصار کیفیت پر ہی فرماتے ہیں۔ پانی کم ہو یا زیادہ رنگ، بو، مزہ بدل جائے تو اسے پلید سمجھتے ہیں ورنہ ان کی نظر میں وہ پانی پاک ہے اور ان کی دلیل نص حدیث ہے۔

• الماء طهور لا ينجسه شئ الا ما غلب على طعمه او ريحه او لونه۔ اِلّا کے بعد جو زیادہ ہے باتفاق محدثین ضعیف ہے لیکن اس کی تاکید اجماع ائمہ سے ہے۔ اس لیے امام مالکؒ، امام شوکانیؒ اور نواب صدیق حسن خاں کی تائید میں نص صریح صحیح بھی اور اجماع بھی ہے۔ پانی کی طہارت صریح اور صحیح نص سے ثابت ہے اور زیادۃ کی تائید اجماع سے۔ رضائی حضرات شاید نہ جانتے ہوں۔

○

(۶) معاملہ یہیں ختم نہیں ہوتا۔ حدیث الماء طهور لا ينجسه شئ بروایت ابو سعید خدری، ابوداؤد، احمد، ترمذی میں موجود ہے۔ امام ترمذی اسے حسن فرماتے ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے امام احمد کی روایت میں ہے انه يستقى لك من بير بضاعة یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی بیر بضاعہ کا پانی استعمال فرماتے تھے۔ شافعی، نسائی، ابن ماجہ، دارقطنی، حاکم اور بیہقی نے اسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح فرمایا۔ یحیٰی بن معین، ابن حزم اور حاکم نے بھی اس کی تصحیح فرمائی۔ ابن قطان نے اس کے بعض طرق پر کلام کرنے کے بعد فرمایا وله طریق احسن من هذا یہ حدیث احسن طرق سے بھی مروی ہے۔ ابن مندہ فرماتے ہیں۔ اس کی سند مشہور ہے۔ ابو سعید خدری کے علاوہ یہ حدیث حضرت جابر، ابن عباس، سہل بن سعد، حضرت عائشہ اور حضرت ثوبان سے بھی مروی ہے۔ اگر نواب صدیق حسن خاں نے صحیح حدیث اور اجماع کی بنا پر یہ مسلک اختیار فرمایا ہے۔ تو آپ نے اقتدا ہی کی نفی فرما دی اب اگر بریلوی حضرات نے نواب صاحب کی اقتدا چھوڑ دی، تو بے چارے نواب صاحب کیا کریں گے۔

(۷) اور یہ قصہ صرف نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور وہابیوں پر ہی ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ ائمہ سلف کی ایک مقتدر جماعت کا یہی مسلک ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

والحدیث یدل علی ان الماء لا ینتجس بوقوع شئ فیه سواء کان قلیلا او کثیرا ولو تغیرت اوصافه او بعضها لکنه قام الاجماع علی ان الماء اذا تغیر احد اوصافه بالنجاسة خرج من الطهوریة فکان الاحتجاج به لا بالزیادة کما سلف فلا ینجس الماء بما لاقاه ولو کان قلیلا الا اذا تغیر وقد ذهب الی ذالك ابن عباس وابو هریرة والحسن البصری وابن المسیب وعکرمه وابن ابی لیلی والثوری وداؤد الظاهری والنخعی وجابر بن زید ومالك والغزالی (نیل الاوطار ج ۱ ص ۱۹۷)

حدیث سے ظاہر ہے کہ پانی کم ہو یا زیادہ کسی چیز کے گرنے سے پلید نہیں ہوتا۔ گو اس کے اوصاف بھی بدل جائیں لیکن اجماع سے ثابت ہے کہ تمام یا بعض صفات کے بدلنے سے پانی پلید ہو جاتا ہے بشرطیکہ اس میں کوئی پلید چیز گرے۔ پس یہ استدلال اجماع سے ہے حدیث کی زیادت سے نہیں پس پانی پلید نہیں ہو گا جب تک اس کی یہ تین اوصاف نہ بدل جائیں۔ حضرت ابو ہریرہ حسن بصری، ابن مسیب، عکرمہ، عبدالرحمٰن ابن ابی لیلے، امام سفیان ثوری، داؤد ظاہری، امام نخعی، جابر بن زید، امام مالک اور امام غزالی کا بھی یہی مذہب ہے۔

محترم رضوی صاحب کو اگر فاتحہ، میلاد شریف یا عرس اور دیگر اسباب شکم پروری سے کبھی فرصت ملے تو غور فرمائیں۔ حدیث صحیح، اجماع امت اور ائمہ سنت کی ایک بڑی تعداد نواب صدیق حسن خاں صاحب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وہابیوں کے ساتھ ہے فرمائیے۔ ان بزرگوں کی اقتدا بھی درست ہے یا نہیں۔

(۸) محترم رضوی صاحب! اجتہادی مسایل میں کسی کے مسلک کا اختیار کرنا یا ترجیح دوسری چیز ہے اور مخالف مسلک کی تکفیر یا اقتداء کا عدم جواز بالکل دوسری چیز ہے۔ یقیناً تھوڑے پانی کی نجاست کے بھی بہت سے ائمہ قایل ہیں۔ پھر ماء قلیل کی تحدید میں بھی بہت زیادہ اختلاف ہے جس میں فیصلہ کرنا تقلید کی بناء پر تو شاید ممکن ہو جائے مگر دلیل کی بنا پر سخت مشکل ہے وللناس فی تقدیر القلیل والکثیر اقوال لیس علیہا اثارۃ من العلم (نیل ص ۳۷ ج ۱) قلیل اور کثیر پانی کی مقدار میں لوگوں کے بہت اقوال ہیں جن کی کوئی دلیل نہیں۔

جب ان تحدیدات کی تائید کتاب و سنت کی کسی نص صریح سے نہیں ہوتی۔ تو پھر اتنا نعرہ کیوں دیا جاتا ہے آپ سوچیں نجس پانی کا استعمال حرام ہو گا۔ کسی پانی کو پلید ثابت کرنے کے لیے آپ کو ایسے دلایل کی ضرورت ہوگی جو حرمت و حلت کے اثبات میں کامیاب ثابت ہو سکیں۔ ایسے ادلہ جو ائمہ اجتہاد میں محل اختلاف ہیں ان کے مفہوم میں اختلاف۔ طریق ثبوت میں اختلاف۔ تعیین مقاصد میں اختلاف، ان مظنون فرقہ وارانہ دلایل کی بنا پر آپ حرمتِ اقتداء کا فتویٰ کس جرات سے دے رہے ہیں، یہ نہ علم کی شان ہے نہ دیانت کا تقاضا۔ اس کی غایت صرف اسی قدر ہو سکتی ہے کہ جس پانی کو آپ پلید سمجھتے ہیں اسے مت استعمال فرمایئے۔ پوری احتیاط سے اپنے مسلک کی پابندی فرمایئے لیکن نہ آپ کسی دوسرے کو مجبور فرما سکتے ہیں نہ اس پر کوئی فتویٰ لگا سکتے ہیں۔ شوافع، موالک اور حنابلہ کا مقام اپنے ائمہ کے ساتھ احناف سے کم نہیں۔ عقیدہ، طریقِ فکر، صحتِ مسلک کے متعلق یقین بالکل مساوی ہے اگر وہ بھی یہی روش اختیار کریں جو آپ نے اختیار فرمائی ہے تو ملت میں تفریق کی ایسی راہ کھلے گی کہ غیر مقلد آپ کا مضحکہ اڑائیں گے عقل و دانش کی محفلوں میں آپ کے لیے کوئی مقام نہ ہوگا۔ پہلے ہی سے آپ کا فرقہ تنگی نظر اور فقدان فکر میں ضرب المثل ہے۔ پابندی رسوم، حلوے اور جلیبی کی تلاش میں کافی بدنام ہے۔ مزید تفریق بین المومنین کی ذمہ داری لینے سے پرہیز فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو فہم صحیح کی توفیق دے۔

(۹) مناسب ہوگا کہ آپ کے مسلک کی بھی چھان پھٹک کر لی جائے۔ دوسرے پر حملہ کرنے سے پہلے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کے شیش محل کا امتحان ہو جائے کہ وہ کہاں تک مضبوط ہے۔ جس کے سہارے پر دوسروں کی اقتدا، حرام فرمائی جا رہی ہے۔ وہ سہارا سہارا ہے بھی یا نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ احناف کا مسلک پانی کے متعلق نہ روایتہً درست ہے نہ درایتہً۔ نہ نصوص اس کی مؤید ہیں نہ عقل۔ یہ مسلک محض عوام کی عقیدت مندانہ حمایت سے چل رہا ہے۔ تعجب ہوتا ہے کہ آپ حضرات کو اپنے مخالفین پر فتویٰ دینے کی جرأت کیسے ہوتی ہے؟

○

ماء کثیر کی تعیین عشر فی العشر یعنی دہ در دہ کا اندازہ بالکل بے ثبوت ہے۔ متاخرین حنفیہ نے یہ اندازہ گھڑ لیا ہے۔ قرآن اور حدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ شارح وقایہ نے اسے ثابت کرنے میں جس قدر زور صرف کیا ہے۔ اس کا اصل مطلب پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اگر جناب نے اسے ثابت کرنے کی کوشش فرمائی۔ تو تفصیلاً عرض کیا جائے گا۔ محی السنۃ کا قول پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ صاحب در المختار صفحہ ۱۲۶ بھی امام محی السنۃ سے اس باب میں متفق ہیں کہ یہ تحدید ثابت نہیں۔ بلکہ امام الائمہ حضرت امام ابو حنیفہ سے بھی یہ بات ثابت نہیں۔ ماء کثیر، ماء جاری، غدیر وغیرہ کے متعلق ائمہ احناف میں کسی قدر اختلاف ہے بعض نے فرمایا۔ جاری پانی وہ ہے جو تنکوں کو بہا کر لے جائے۔ بعض نے فرمایا جس میں تکرار نہ ہو۔ اسی طرح غدیر (تالاب) کے متعلق ارشاد ہے۔ جس کو ایک طرف سے اگر حرکت دی جائے تو دوسری طرف سے نہ ہلے۔ لیکن حرکت غسل سے ہو یا ہاتھ سے یا وضو سے۔ اس میں حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف سے مختلف روایات ہیں جس سے ظاہر ہے کہ مسئلہ منصوص نہیں بلکہ اجتہاد و تفقہ کی پیداوار ہے۔ اسی طرح دہ در دہ کا مسئلہ بھی متاخرین نے پیدا کر دیا۔ مولانا رضوی خود ہی سوچیں کہ اس قسم کے فقہی اختلافات کی بنا پر اقتدا سے روکنے کا فتویٰ دانشمندی نہیں۔ بلکہ جس طرح ائمہ نے ان مسائل میں اختلاف کا حق دیا ہے اور شریعت میں اپنے اجتہادات کو ٹھونسنے کی کوشش نہیں فرمائی۔ اب بھی تنگی نہ فرمائی جائے بلکہ اپنے مسلک اور تحقیق کی پابندی کے بعد دوسرے فقہی اختلافات میں رواداری برتی جائے۔ بریلوی حضرات تو سارے ہی تقریباً کم ظرف ہیں۔ دیوبندی حضرات میں اس قسم کی کم ظرفی مولانا تھانوی اور مولانا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انور شاہ رحمہما اللہ کے حصہ میں آئی تھی۔ مولانا عبدالحی لکھنوی کا مسلک اس باب میں زیادہ صاف اور واضح ہے رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

غالباً آپ حضرات اس کی تو اجازت مرحمت فرمائیں گے۔ کہ اگر کوئی شخص امام ابو یوسف یا امام محمد کے مسلک کی پابندی کرے تو اس کی نماز ہو جائے گی اور اقتدار بھی درست ہی ہو گی۔ اسی طرح امام شافعی، امام مالک یا امام احمد بھی طہارت میں اپنے مسلک کے مطابق نماز ادا کریں یا امامت فرمائیں تو ان کی نمازوں کو بھی آپ آسمان تک پہنچانے کی فرشتوں کو اجازت دیں گے۔ اگر آپ اتنی لچک پیدا کریں۔ تو وہابیوں کی فکر مت کریں۔ وہ آپ کے ان وسایل سے بے نیاز ہیں۔ ان کا معاملہ براہ راست خدا تعالےٰ کی رحمت سے ہو گا۔ اور ان کا امام شفاعت کے وقت ان کو انشاء اللہ نہیں بھولے گا۔ اللھم صل علی محمد وبارك وسلم۔

(۱۰) طہارت کے مسئلہ میں کوئیں اور تالاب کا فرق بھی عجیب ہے۔ گویا یہاں پہنچ کر پانی کی مقدار سے ظرف کی ھیئت کو پاکیزگی اور نجاست میں زیادہ دخل ہے۔ فرض کیجیے کہ ایک کوئیں میں اتنا پانی ہے جس سے کئی تالاب دہ در دہ بھر سکتے ہیں لیکن جب یہ پانی تالاب میں ہو تو کوئی پلیدی اس میں اثر نہیں کر سکتی۔ لیکن یہ تمام اور اس سے کئی گنا زیادہ پانی کسی گہرے اور وسیع کوئیں میں آ جائے تو وہ چند تولے نجاست کا بھی متحمل نہ ہو گا۔ گویا گول برتن، مربع یا مستطیل برتن سے جلدی پلید ہو سکتا ہے صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ومسایل الٰابیر مبنیۃ علی اتباع الاٰثار دون القیاس (ھدایہ اولین صہ ۲) کوئیں کی نجاست میں قیاس کو دخل نہیں یہ مسایل سماعی ہیں۔

پاک اور پلید کا مسئلہ حلال و حرام کے قریب قریب آیا اس میں محض آثار صحابہ کفایت کر سکتے ہیں اور ان کی بنا پر حرمت اقتدار کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے۔ آیا یہ ممکن ہے کہ ان اھم مسایل کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی مروی نہ ہو۔ سارا معاملہ صحابہ پر چھوڑ دیا جائے جو حسب عقیدہ اہل سنت معصوم نہیں ہیں اور پھر آپ ہیں کہ بے سوچے سمجھے فتویٰ دینا شروع کر دیتے ہیں ع

ما ھکذا یا سعد تورد الابل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر ان آثار کی اسانید پر بھی کبھی آپ نے غور فرمایا شاید ہی ان میں کوئی سند صحیح طور پر صاحب روایت تک پہنچ سکے۔ بشرط صحت ان آثار کا مفاد زیادہ سے زیادہ تنزیہہ ہو سکتا ہے۔ ان کی بنا پر کوئی تشریعی حکم نہیں دیا جا سکتا لیکن آپ کے ہاں اکفار و تکفیر اور افتدار پر پابندیاں ایک دل لگی ہے اور دل خوش کن مشغلہ ؎

والکفر عند کم رخیص سعرہ حصوا بلاکیل ولا میزان

میری گذارش اس قدر ہے کہ یہ فتویٰ بازی ان دلایل کی بنار پر دیا نتہً بھی مناسب نہیں اور آپ کی پارٹی علمی طور پر بھی اس کی اہل نہیں کہ ایسے اہم اور ذمہ دارانہ مسایل میں جسارت کر سکے۔ آپ حضرات کے لیے اعراس، موالید، اسقاط، ختم، ساتواں، چالیسواں، جمعرات ایسے مفید مشاغل کیا کم ہیں۔ آپ خواہ مخواہ ایک علمی ذمہ داری کے لیے میدان میں تشریف لے آتے ہیں۔

(۱۱) کوئیں کی پاکیزگی، ڈولوں کی مقدار اور تعداد میں جو تفاوت رکھا گیا ہے وہ بھی محض آثار ہی ہیں۔ کتاب اللہ یا سنت صحیحہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ ایک کوئیں میں چڑیا یا چوہا یا مولا وغیرہ گر جائیں تو آپ کے ہاں بیس ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہو گا۔ خاموشی سے تقلیداً مان لینا تو اور بات ہے۔ ذرا سوچیے انیس[19] ڈول نکلنے تک تو کنواں بالکل ناپاک ہو گا۔ بیسواں ڈول ساری پلیدی لے کر باہر آجائے گا اور آپ یقین کریں گے اور مطمئن ہوں گے کہ اب کنواں بالکل پاک ہے۔ لیکن اس بیسویں ڈول سے جو پلیدی کا بقیہ لے کر آ رہا ہے جس قدر قطرے کوئیں میں گریں گے کنواں پھر سے پلید نہ ہو گا۔

در اصل ان تمام آثار کی بنیاد نزاہت اور طبعی کراہت پر ہے۔ آپ نے اسے تشریعی حکم قرار دے کر پانی کے چند قطروں سے پاک اور پلید کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی، چہ عجب!

اتنی کمزور عبارت اور بودے دلایل کے ہوتے ہوئے آپ اہل حدیث اور موالک پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان کا مسلک استدلال کے لحاظ سے کافی مضبوط ہے۔ یہ مسئلہ کس قدر صاف اور معقول ہے کہ پانی کم ہو یا زیادہ۔ کنوئیں میں ہو یا تالاب میں۔ تالاب دہ در دہ ہو یا چھوٹا اس میں نجاست گرے اور اس کے بعض یا کل اوصاف یعنی رنگ، بو اور مزہ کو بدل دے تو پانی پلید ہو جائے گا۔ اور اس میں اگر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزید اتنا پانی داخل کیا جائے جس سے یہ اوصاف درست ہو جائیں گے یعنی رنگ، بو اور مزہ درست ہو جائے یا اس نجاست کی مقدار کو اتنا کم کیا جائے کہ اس کا بظاہر کوئی اثر نہ رہے تو پانی پاک ہوگا۔ اتنے صاف مسئلہ پر آپ ان اوچھے ہتھیاروں سے حملہ آور ہوتے ہیں۔ ع

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

یوں بمادرانہ طور پر صلح صفائی سے مساجد کی امامت کا محکمہ آپ کے سپرد کر دیا جائے۔ مردہ نوبی، فاتحہ خوانی، اسقاط، چالیسواں وغیرہ کا ٹھیکہ آپ لے لیں تو یہ دوسری بات ہے مگر آپ اپنے دل کی تقدیس کے متعلق یقین دلا دیں کہ اس میں شرک و بدعت کی نجاست نہیں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہم لوگ انشاء اللہ امامت آپ کے سپرد کر دیں گے لیکن آپ یقین فرمائیں کہ ان حالات میں یہ امامت پیٹ پوجا کا ذریعہ نہیں بن سکے گی۔

پانی کے مسئلہ میں میں نے مختصراً چند گذارشات کر دی ہیں ومن استزاد فلدینا مزید۔

◯

شراب کی طہارت :

مولانا رضوی، مولانا نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم پر اس لیے ناراض ہیں کہ نواب صاحب مغفور شراب کی نجاست کے قایل نہیں۔ یہ دوسری دلیل ہے جسے اہل حدیث کی اقتدار کے ناجائز ہونے کے متعلق پیش کیا گیا ہے۔ میرا ذاتی رجحان بھی اسی طرف ہے کہ شراب نجس ہے اور حنابلہ اور احناف کا مسلک اس میں صحیح ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ مسئلہ قیاسی نہیں اس کے لیے نص کی ضرورت ہے، نواب صاحب مرحوم کو اس پر اصرار نہیں وہ بھی بین دلیل چاہتے ہیں جو بوقت تعارض ترجیح کا موجب بن سکے فرماتے ہیں :

وبالجملة فالواجب على المنصف ان يقوم مقام المنع ولا يتزحزح عن هذا المقام الا بحجة شرعية (الروضه صفحه ۱۲) منصف مزاج آدمی کے لیے ضروری ہے کہ ایسے مسایل میں حجت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرعی کے سوا اپنے موقف سے نہ ہٹے۔

اس لیے بہتر ہو گا کہ رضوی صاحب شراب کی نجاست پر کوئی نص لائیں جیسے کہ شراب کی حرمت پر نص موجود ہے مناسب ہو گا کہ فتووں پر زور ڈالنے سے زیادہ زور دلایل پر زور دیا جائے ہمارے بریلوی دوستوں میں یہ بنیادی کمزوری ہے کہ یہ حضرات ہمیشہ جذبات سے خطاب فرماتے ہیں اور فتووں پر زیادہ زور ڈالتے ہیں اور معقول آدمی کے لیے یہ دونوں حربے بے کار ہیں۔

نواب صاحب مرحوم شراب کو پاک نہیں سمجھتے بلکہ وہ آپ کے ساتھ متفق ہیں کہ شراب نجس ہے قرآن مجید میں ہے انما الخمر والمیسر والانصاب رجس من عمل الشیطان شراب، جوا اور بت سب پلید ہیں اور شیطانی عمل، آلات قمار اور انصاب پلید ہونے کے باوجود ان کے چھونے سے جسم پلید ہوتا ہے نہ کپڑے بلکہ ان کی نجاست حکمی ہے حسی نہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام مشرک نجس ہیں۔ اس لیے وہ بلا اجازت مسجد حرام میں نہ آئیں، قرآن مجید کا یہ حکم تمام مشرکین کے لیے عام ہے کہ وہ نجس اور پلید ہیں، ہندوستان کے مشرک ہوں یا پاکستان کے، عرب کے ہوں یا عجم کے۔ لیکن معلوم ہے کہ ان کے چھونے سے نہ کپڑے پلید ہوتے ہیں نہ جسم۔ نواب صاحب مرحوم فرماتے ہیں:

وھذا یدل علی ان تلک النجاسۃ حکمیۃ لاحسیۃ والتعبد انما ھو بالنجاسۃ الحکمیۃ (الروضہ ص ۱۲) یہ حکمی نجاست ہے حسی نہیں اور عبادت میں پرہیز حسی نجاست سے ہے۔

وفد ثقیف مسجد نبوی میں آیا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد دھونے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ بیت اللہ میں مشرک آتے جاتے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکاوٹ نہیں فرمائی۔ کیونکہ یہ نجاست حکمی تھی حسی نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کا پانی استعمال فرمایا۔ قرآن حکیم میں محرمات النکاح کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔ لیکن ان رشتوں میں کوئی بھی پلید نہیں۔ حرمت دوسری چیز ہے اور نجاست دوسری چیز۔ میں نے عرض کیا ہے کہ میری وجدانی کیفیت یہ ہے کہ میں اس مسئلہ میں احناف، کے مسلک کو صحیح سمجھوں۔ لیکن نواب صاحب مرحوم اور امام شوکانیؒ کی گرفت بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معمولی نہیں فتفکروا ولا تکن من الغافلین ان کا مطالبہ ہے کہ ان چیزوں کو حسی نجس ثابت کرنے کے لیے دلیل لائیے۔

سونا، چاندی، ریشم مردوں پر حرام ہیں لیکن ان کے چھونے سے جسم پلید نہیں ہوتا نہ نماز میں خلل واقع ہوتا ہے۔ تمام زہر کچلہ، سم الفار وغیرہ حرام ہیں نجس نہیں۔ اسی طرح مخدرات حرام ہیں پلید نہیں۔ نواب صاحب شراب کو حرام بھی سمجھتے ہیں اور پلید بھی۔ لیکن اس کی نجاست کو حسی نہیں سمجھتے۔ یہ ایسا جرم نہیں جس پر آپ حضرات خفگی فرمائیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی فرماسکتے ہیں کہ مرحوم نے ٹھیک نہیں سمجھا۔ اور یہ بھی اس وقت جب یقینی دلیل مل جائے۔

مولانا! نواب صاحب کا یہ حال ہے کہ نہ وہ شراب کے ساتھ علاج جائز سمجھتے ہیں نہ اسے سرکہ بنانا جائز سمجھتے ہیں اور نہ شراب میں گوشت پکانا ان کے ہاں درست ہے۔ لیکن حنفیہ رحمہم اللہ کے ہاں چار قسم کی شراب حرام ہے اور چار قسم کی حلال۔

والحلال منها اربعة انواع، ا، نبیذ التمر والزبیب ان طبخ ادنی طبخة یحل شربه وان اشتد وهذا اذا شرب منه بلا لهو وطرب ما لم یسکر والثانی الخلیطان والثالثة نبیذ العسل والتین والبر والشعیرة طبخ اولا والرابع المثلث (الدر المختار ص۳۸۴ ۲ نول کشور) چار قسم کی شراب حلال ہے۔ کھجور اور منقیٰ کا نبیذ جب اسے تھوڑا سا پکایا جائے۔ دوسرا مخلوط نبیذ۔ تیسرا شہد اور انجیر وغیرہ کا نبیذ اور چوتھا مثلث انگور کا شیرہ جس کا دو تہائی جل چکا ہو۔ یہ سب قسمیں حلال ہیں بشرطیکہ قوت کی نیت سے استعمال کی جائیں لہو ولعب کا ارادہ نہ ہو۔

جب حنفی مذہب میں اتنی وسعت ہے کہ نیک نیتی سے بقدر ضرورت پی بھی جائے تو حرج نہ ہو اور وہابیوں پر صرف طہارت مع الحرمت کی بنا پر اتنا سنگین فتویٰ دینا کچھ بھلا معلوم نہیں ہوتا فر من المطر وقر تحت المیزاب کا معاملہ ہوگا ؎

اے رحمت تمام میری ہر خطا معاف

تیرے عفو کی امید پہ تھرا کے پی گیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرا مقصد ان گذارشات سے نہ الزام ہے نہ عیب جینی۔ مقصد یہ ہے کہ فقہیات میں ایسی جزئیات آسکتی ہے جن کی وجوہات بھی اہل علم کے پاس ہوتی ہیں غلط ہوں یا صحیح۔ فریق مخالف اسے قبول کرے یا نہ کرے لیکن ان جزئیات سے جذباتی طور پر عوام کو انگیز کرنا علم کی نشان نہیں ہے۔

کون نہیں جانتا کہ شراب کے استعمال میں جس قدر وسعت احناف کے مسلک میں ہے، دوسرے ائمہ کے مسلک میں نہیں۔ سنن نسائی کے آخری ابواب پڑھیے اور سوچیے کہ اہل علم نے اس ام الخبائث کے استعمال میں کس قدر کمزوریاں دکھائی ہیں جس کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اور سب سے زیادہ محتاط مسلک اس میں اہل سنت والحدیث کا ہے۔ پھر صرف طہارت پر طعن بازی کیوں کی جائے۔

پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ نواب صاحب اور امام شوکانی کی تحقیق تمام اہل حدیث کے نزدیک مسلم ہو۔ آپ کے ہاں جو مقام حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کی فقہیات کو حاصل ہے ہمارے ہاں نواب صاحب اور ان کی تصانیف کو وہ مقام حاصل نہیں۔ ہم نواب صاحب اور امام شوکانی سے کئی مسایل میں اختلاف رکھتے ہیں۔ اس لیے ادباً گذارش ہے کہ اسے جامعی سوال نہ بنایا جائے۔

شراب کے مسئلہ میں غالباً لفظ نبیذ کی وضاحت میں وقت ضایع نہیں فرمایا جائے گا۔ غلیان اور اشتداد کے بعد خمار و ثقل تو ضرور ہو گا۔ آپ اسے نبیذ مخمر فرمائیے مجھے خمر النبیذ کہنے کی اجازت دیجئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی یسمونہ بغیر اسمہ (نسائی) تو درست اور حق ہے۔ الفاظ کی ہیرا پھیری کا حقیقت پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ علماء نے اسے شراب ہی سے تعبیر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو طبقات الحنابلہ لابی یعلی ص۱۱۳۔ امام خلف بن ہشام بن ثعلب ۲۲۹ھ اعدت صلوٰۃ اربعین سنۃ کنت اتناول فیھا الشراب علی مذھب الکوفیین اھ میں نے چالیس سال کی نماز کا اعادہ کیا۔ کیونکہ میں اصحاب کوفہ کے مسلک کے مطابق شراب پیتا رہا۔

جمہور صحابہ اور تابعین کا مسلک یہ ہے کہ ہر مست کرنے والی چیز تھوڑی ہو یا زیادہ حرام ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رح سے ایک روایت اس کی موید ہے۔ امام محمد اور مشائخ سے ایک گروہ نے یہی مسلک پسند فرمایا ہے۔ امام شعبی، نخعی اور امام ابوحنیفہ سے ایک دوسرا مسلک بھی منقول ہے کہ انگور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کھجور کے سوا انگور گیہوں وغیرہ شراب درست ہے بشرطیکہ حد سکر کو نہ پہنچے :

○

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کل مسکر خمر جو مست کرے وہ خمر ہے ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام مسکر چیز کم ہو یا زیادہ حرام ہے اس لیے پہلا مسلک صحیح ہے اور دوسرا مسلک اجتہادی غلطی پر مبنی ہے۔

جب احناف میں شراب کے متعلق اتنا نرم رویہ اختیار فرمایا گیا ہے۔ تو نواب صاحب اور بیچارے اہل حدیثوں پر صرف پاک اور حرام کہنے پر کیوں خفگی فرمائی جا رہی ہے۔

قصہ پارینہ نوک قلم پر آگیا ہے اجازت دیجئے کہ بحث اور نکھر جائے تاکہ جناب سنجیدگی سے غور فرما سکیں۔ اور نواب صاحب اور اہل حدیث کی قرار داد جرم بھی منظر عام پر آجائے تاکہ ارباب دانش سوچ سکیں کہ معاملہ کہاں تک سنگین ہے کچھ حقیقت بھی ہے یا صرف "شیر آیا" تک ہی ساری داستان ختم ہو جاتی ہے۔

قاضی خاں فرماتے ہیں صفحہ ۱۱ ج ۱۔ ذکر الناطفی عن محمد اذا صلی علی جلد کلب او ذئب قد ذبح جازت صلوتہ۔ الخ امام محمد فرماتے ہیں اگر کتا یا بھیڑیا ذبح کیا جائے تو اس کے چمڑے پر نماز جائز ہے۔

اما اذا ذبح بالتسمیۃ وصلی مع لحمہ او جلدہ قبل الدباغۃ یجوز۔ جب کتا وغیرہ بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا جائے اس کے گوشت سمیت اس کے چمڑے پر نماز پڑھی جائے رنگنے سے پہلے تو یہ جائز ہے (منیۃ المصلی)

معلوم ہے درندے حرام ہیں۔ حرمت کے باوجود جب یہ بسم اللہ کے ساتھ ذبح کیے جائیں تو ان کا گوشت اپنے پاس رکھ کر ان کے چمڑے پر نماز ہو جائے گی۔

مولانا یہ بالکل وہی چیز ہے جو نواب صاحب فرما رہے ہیں۔ شراب حرام ہے لیکن پاک۔ یہاں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گوشت اور چمڑا دونوں حرام ہیں۔ مگر ذبح سے پاک ہو گئے ہیں۔ فرمایئے آپ میں اور نواب صاحب میں کیا فرق ہے۔ نواب صاحب بیچارے صرف پاک کہہ رہے ہیں۔ لیکن جناب کے ہاں نبیذ مسکر پی کر کتے کا گوشت جیب میں رکھ کر اور اس کے چمڑے کا مصلے (دباغت سے پہلے) پاؤں کے نیچے بچھا کر نماز پڑھنی جائز ہے۔ مگر پھر بھی کافر وہابی ہی ہیں انا للہ!

جو کچھ عرض کیا گیا ہے وہ عادت کے خلاف ہے۔ میں ان اجتہادی لغزشوں کی نمائش کا عادی نہیں مگر آپ کا فتوئی بے حد لخراش تھا۔ اس لیے بادل نخواستہ حقیقت حال سے پردہ اٹھانا پڑا ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

آپ غور فرمائیں۔ اصولاً آپ میں اور نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں کوئی فرق نہیں۔ صرف کتے اور شراب کا فرق ہے۔ اصولی اتحاد کے بعد جزوی اختلاف کی بنا پر اس قدر تیزی اہل علم کے لیے مناسب نہیں۔

پھر جو کچھ نواب صاحب نے فرمایا، یہ پوری جماعت اہل حدیث کا مسلک نہیں۔ جماعت میں ایسے لوگ بھی ہیں جو شراب کو احناف اور حنابلہ کی طرح نجاست مغلظہ سمجھتے ہیں، صریح دلایل کے فقدان کے باوجود میرا ذاتی رجحان اسی طرف ہے۔ اس لیے مناسب ہوگا کہ آپ بوقت ضرورت وہابی امام سے دریافت فرمالیں کہ وہ ام الخبائث کو پاک تو نہیں سمجھتے۔ اور وہ بھی اگر آپ کی طرح متعصب ہو تو دریافت کرے کہ جناب نے کچھ زیادہ تو نہیں پی اور جیب مبارک میں لحم الکلب کے کچھ ٹکڑے تو نہیں اور مصلی بھی ذبیحہ محرمہ سے نہیں بنوایا گیا۔

ہمارا مسلک آپ سے بالکل الگ ہے ہم ہر مسلمان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں حنفی ہو یا اہل حدیث۔ لیکن غیر مسلم اہل حدیث اور غیر مسلم حنفی کی اقتدار کے لیے تیار نہیں۔ یہ دونوں قسمیں آج کل عام ہیں۔ اہل حدیث اور حنفی کے لیے تو بحث کرتے ہیں لیکن عملاً بلکہ عقیدۃً وہ غیر مسلم ہوتے ہیں جھوٹ، بددیانتی سب کچھ کرتے ہیں لیکن حنفیت اور وہابیت کے لیے خوب لڑتے ہیں۔ ایسے لوگ کوئی نام رکھیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی نماز، اقتدار سب مشتبہ ہے اور افسوس ہے کہ غیر مسلم حنفیوں کی آج کل بہت کثرت ہے۔

پگڑی پر مسح

سر پہ مسح کرنا فرض ہے۔ احناف اس سے چوتھائی سر مراد لیتے ہیں۔ کیونکہ حدیث میں مسح علی ناصیتہ صراحتہً آیا ہے اور ناصیہ سے مراد ان کے ہاں ربع سر ہے۔ شوافع کا خیال ہے کہ سر کی طرف سے کم از کم چند بالوں کا مسح ہو جائے۔ موالک پورے سر کا مسح ضروری سمجھتے ہیں۔ حدیث شریف میں مسح کی تین صورتیں مروی ہیں (۱) پورے سر کا مسح (۲) سر کے بعض حصے پہ اور کچھ پگڑی پہ اور (۳) پوری پگڑی پہ۔ احناف کا معمول احادیث میں بصراحت موجود نہیں۔ صرف مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو مختصر ہے۔ اور صحیح مسلم میں دونوں روایتیں موجود ہیں۔ قرآن کے اطلاق پر صرف موالک کا عمل ہے۔ ایک توضیح احناف نے کی اور پورے سر کو چوتھائی کر دیا اور شوافع نے چند بال سے اس کی تفسیر کی۔ یہ چیزیں تو گوارا ہیں۔ آپ بھی حق پہ شوافع بھی حق پر اور موالک بھی حق پر۔ اور اہل حدیث اگر سنت صریحہ کے مطابق پگڑی پر مسح کریں تو معتوب۔ اب حدیث سنیے۔ عن عمرو بن امیۃ الضمری قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یمسح علی عمامتہ وخفیہ (صحیح بخاری مع کرمانی پ ۳ ص ۵۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے موزوں اور پگڑی پر مسح فرمایا۔ امام نووی فرماتے ہیں وذھب احمد بن حنبل الی جواز الاقتصار علی العمامۃ ووافقہ علیہ جماعۃ من السلف (مسلم مع نووی ص ۱۳۴ ج ۱) امام احمد بن حنبل صرف پگڑی پر مسح جائز سمجھتے ہیں اور سلف سے ایک جماعت ان کے ساتھ متفق ہے۔

حدیث مسح علی العمامہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ حضرت سلمان اور ثوبان رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ اب آپ سوچ لیں کہ وہابیوں کے ساتھ کون کون بزرگ محروم الاقتدا الصمد کرتے ہیں ع

تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

مولانا! معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت فداہ ابی وامی سخت قسم کے وہابی تھے۔ بریلی اور لاہور کے ارباب فکر سوچ لیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں بھی نماز کا بیڑا غرق کا فتویٰ صادر فرماسکیں تو اپنے بزرگوں کی وراثت میں دار الندوہ کی چابیاں آپ حضرات کے حوالہ کر دی جائیں گی اور حقدار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو حق مل جانے پر ہمیں بھی مسرت ہو گی۔

وجوب غسل

زن وشوی کے تعلقات میں اگر کسی فتور کی وجہ سے مادہ منویہ کے نکلنے کی نوبت نہ آئے۔ تو جمہور کا مذہب ہے کہ غسل واجب ہے احناف کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام بخاری اور بعض دیگر ائمہ سلف کا مذہب ہے کہ اس صورت میں غسل واجب نہیں احتیاط اسی میں ہے کہ غسل کرے (بخاری)

دونوں مسلک کی تائید احادیث سے ہوتی ہے۔ چونکہ تاریخ معلوم نہیں۔ اس لیے نسخ کا دعویٰ تو صحیح نہیں جو مسلک راجح ہو اس پر عمل ہو سکتا ہے۔ اقتدار کے جواز یا عدم پر اس کا کوئی اثر نہیں۔ صحیح بخاری۔ فتح الباری، نیل الاوطار۔ فتاویٰ ابن تیمیہ میں تفصیل ملے گی۔

پاؤں پر مسح

یہ مولانا رضوی کی آخری دلیل ہے کہ اہل حدیث پاؤں پر مسح جائز سمجھتے ہیں۔ فتاویٰ ابراہیمیہ کے حوالہ سے لکھا ہے۔ معلوم نہیں یہ مولوی ابراہیم کون سے بزرگ ہیں اور فتاویٰ ابراہیمیہ کیا بلا ہے ہم صراحۃً یہ گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ اہل حدیث کا یہ مسلک نہیں اور غالباً شیعوں کے سوا ائمہ سنت سے کسی کا بھی یہ مسلک نہیں۔

آخری گذارش

ہم رضوان اور اس کے ادارہ کے محترم ارکان کو نظر انداز کر رہے تھے۔ خیال نہ تھا کہ ان بزرگوں کو خواہ مخواہ تکلیف دی جائے۔ یہ پہلی دفعہ جوابی گذارشات کی گئی ہیں۔ ممکن ہے کہ آئندہ بھی اسی غلطی کا اعادہ ہو۔ اس لیے مولانا رضوی اور ان کے رفقاء ایک بات سمجھ لیں۔ کہ اہل حدیث علماء اور بزرگوں کے فقہی اقوال ہمارے ہاں اساس مذہب نہیں۔ نہ ہی ہم انہیں ائمہ اجتہاد کی طرح امام مانتے ہیں نہ ان کی تقلید ضروری سمجھتے ہیں۔ اس لیے یہ چیزیں بطور الزام نہ لکھی جائیں واجب التعمیل ہمارے لیے صرف کتاب و سنت اور آثار سلف کے سوا کچھ نہیں۔ آثار سلف میں اجماعی مسائل کی پابندی ہو گی۔ باقی مسائل میں جہاں سلف مختلف ہوں ہم کسی کے پابند نہیں۔ مناسب ہو گا کہ لکھتے وقت یہ اصل پیش نظر رہے۔ اس سے بحث میں طول نہیں ہو گا اور شاید ہم ایک دوسرے کے کچھ قریب بھی ہو سکیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مقدّس تحریک

(جو)

مظالم کا تختۂ مشق بنی رہی!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہلِ بدعت کی نشانی یہ ہے کہ وہ اہلِ حدیث کو برا بھلا کہتے ہیں

(امام اہلِ سنت حضرت امام احمد بن حنبلؒ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ا)

مادی حکومتوں میں جس طرح توڑ پھوڑ ہوتا رہتا ہے۔ اسی طرح دینی تحریکات اور فروعی اور اصولی نظریات میں بھی کسر اور انکسار کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ مقدمہ ابن خلدون اور مقریزی کی المواعظ میں ان حوادثات کا تسلسل نظر آتا ہے۔ مسائل میں اختلاف اہل علم کی باہم رقابتیں اور شکر رنجیاں تاریخ مذاہب میں مدوجزر کی کیفیت پیدا کر رہی ہیں۔ اس کے مادی ذرائع پر بحث تاریخ کا ایک خاص موضوع ہے۔ تاریخ اور طبقات ملل و نحل کی کتابوں میں اس کی خاصی تفصیل ملتی ہے۔

فارس کے علاقوں میں ایران اور ماوراء النہر میں جس طرح مذہبی انقلابات آئے ایک گروہ نے دوسرے پر یورش کی۔ اسے ختم کیا۔ اس قسم کا مواد تاریخ عالم میں کافی ملتا ہے۔ ائمہ حدیث اور علمائے سنت کی کثرت، پھر ائمہ شوافع کا زور اس کے بعد علمائے احناف کی یورش پھر تشیع کا غلبہ، یہ سب حوادث تھوڑی سی مدت میں رونما ہو گئے۔

آج بھی ایران اور عراق میں سنی بڑی کثرت سے پائے جاتے ہیں لیکن شیعی حکومت کے استبداد نے سب کی زبانیں بند کر رکھی ہیں۔

روسی ترکستان، ازبکستان، تاشقند فرقہ پرستی کی تنگ نظری اور فقہی استبداد نے لادینی اور کمیونزم کے لیے راہ ہموار کر دی۔ یہاں عملاً اسلام ہی کو خارج البلد کر دیا گیا ہے۔ ملکتہ ور،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دور اندیش طبائع کے لیے اسی میں درس عبرت ہے ؎

ان فی ذالک لذکری لمن کان لہ

قلب او القی السمع وھو شھید

مصر اور سوڈان کے علاقوں میں اہل علم اور ائمہ سنت، کا طوطی بولتا تھا قرآن، وسنت اور سلف کا طریق عام تھا حضرت امام شافعی ۱۹۸ھ میں مصر تشریف لائے اور اپنے علمی فیوض سے سرزمین مصر کو سیراب فرمایا۔ ربیع بن سلیمان، امام اسمٰعیل بن یحییٰ مزنی، حافظ یوسف بن یحییٰ بویطی وغیرھم کی وجہ سے شافعیت مصر میں عام ہوگئی۔

(الخطط صفحہ ۱۴۵ ج ۴)

اس کے بعد فاطمیوں کے عروج نے ساری صورت حال کو بدل کر رکھ دیا۔ ۳۵۸ھ میں مصر پر تشیع اور رفض چھا گیا۔ فاطمی اور دوسرے روافض جو دھاندلیاں کر سکتے تھے کرتے رہے، مصر کے در و دیوار پر صحابہ اور ائمہ سلف پر تبرا کے بورڈ آویزاں تھے۔ ۵۶۴ھ کے پس وپیش سلطان نورالدین محمود بن زنگی کی فوجوں نے اس دور کا خاتمہ کیا۔ فقہائے موالک اور شوافع کے دور کا پھر آغاز ہوا اور رفض و تشیع کا اس سرزمین سے خاتمہ ہوگیا۔ مقریزی نے خطط جلد ۴ میں اس وجود اور عروج و زوال کا مفصل تذکرہ فرمایا ہے۔ مقریزی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ مذاہب اربعہ میں مناقشات جاری رہے۔ عہدۂ قضا کی وجہ سے اکھاڑ پچھاڑ کا سلسلہ جاری رہا یہ اہل علم کی کمزوری تھی کہ مسلمان اور سُنّی سمجھنے کے باوجود وہ مدارات اور باہم خوشدلی سے گذر نہ کر سکے۔ افتاء اور قضاء نے کاروباری انداز اختیار کر لیا۔ وقت کی حکومت بھی ان حضرات کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتی اور اپنے سیاسی مفاد حاصل کرتی رہی۔

ابتداءً ائمہ اسلام ان درباروں کی حاضری سے پرہیز کرتے رہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کو عباسی اور اموی دونوں درباروں نے عہدۂ قضا کی پیش کش کی۔ امام موصوف مدت العمر اس سے انکار فرماتے رہے اور قریباً دونوں درباروں کے معتوب رہے۔ لیکن امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ عہدے قبول کر لیے۔ مصالح بدلتے رہتے ہیں، ممکن ہے اس سے کوئی نقصان بھی ہوا ہو۔ مگر بظاہر تو امام ابو یوسفؒ کو دینی اور دنیوی دونوں قسم کے فوائد حاصل ہوئے۔ فقہ حنفیہ کی اشاعت میں ان کے اس تعلق سے بہت مدد ملی۔ اور مذاہب اربعہ کا جہاں بھی زور ہے وہاں دلایل سے زیادہ اسی قسم کے موثرات کا نتیجہ ہے۔ الخطط للمقریزی، مقدمہ ابن خلدون، البدایہ والنہایہ وغیرہ کتب تاریخ میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔ اگر حضرت امام ابو یوسفؒ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روش کی پابندی فرماتے تو قرین قیاس ہے کہ حنفی مسلک کی اس قدر کثرت نہ ہوتی۔ لوگوں نے حضرت امام ابو یوسفؒ کی اس موقف پر تنقید بھی کی ہے۔ کچھ جھوٹی سچی کہانیاں بھی تاریخ الخلفا سیوطی اور بعض دوسری کتب میں مرقوم ہیں۔ صورت حال کوئی بھی ہو مگر مسلک کی اشاعت میں یقیناً اس سے بڑی مدد ملی۔ اسی طرح افریقہ، حجاز، مصر اور نجد میں حکومتوں نے جس مسالک کی اعانت حکومت کی سطح پر کی ان علاقوں میں ان مسالک کو بڑی ترقی ہوئی اور خوب پھیلے۔

مسلک اہل حدیث کو یہ مواقع کم ملے۔ یہ بیچارے یوں ہی وہ باروں کی زندگی سے بھاگتے رہے۔ اس لیے تاریخ نے انہیں نسیان وخمول کی دبیز تہوں میں دبا دیا۔ اچھے پڑھے لکھے حلقوں میں اب بھی یہ علی الاعلان کہا جا رہا ہے یہ کوئی مکتب فکر ہی نہیں تھا۔ یہ محض حفاظ حدیث کی جماعت تھی جس میں تفقہ اور درایت ناپید تھی۔ وہ اجتہاد اور استنباط کی راہوں سے ناآشنا تھے۔ حالانکہ تمام مسالک جن کا تعلق سنت سے ہے یا بدعت سے وہ اپنی اور مسلک کی صحت اور درستگی کے لیے اسی مسلک کو معیار اور کسوٹی سمجھتے تھے اور یہ حضرات بھی علم کلام اور فلسفہ سے لے کر فقہ، اصول فقہ، تجوید، نحو، معانی، بیان، ادب اور تاریخ میں مجتہدانہ افکار رکھتے تھے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں (نقض المنطق ص ۱۱۶) حدیث اور سنت کی عظمت تمام فرقوں کا اجماع ہے۔ اور ان کی متفقہ شہادت ہے کہ حق ائمہ سنت میں ہے اسی لیے جو لوگ ائمہ حدیث کے زیادہ موافق ہوں وہ ان فرقوں میں دوسروں کی نسبت زیادہ عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ خود امام ابو الحسن علی بن اسمٰعیل اشعری چونکہ امام احمد اور دوسرے ائمہ سنت سے زیادہ قریب تھے۔ اس لیے وہ اپنے اتباع میں عزت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ قاضی ابوبکر باقلانی کا بھی یہی حال ہے۔ ان کی عزت ائمہ حدیث کی موافقت کی وجہ سے ہے امام الحرمین ابوالمعالی جوینی ۴۷۸ھ اور امام غزالی ۵۰۵ھ اشعری کے بعض اصولوں کی مخالفت کے باوجود ان کی عزت حدیث اور سنت کی موافقت ہی کی وجہ سے ہے۔ فقہی فروع میں امام شافعی کے اتباع کی وجہ سے ان کو حدیث سے تعلق ہوا اور علم کلام میں بھی سنت کی موافقت یا مخالفت کے تناسب ہی سے ان کا احترام کیا گیا۔ معیار حق حدیث اور ائمہ حدیث ہی قرار پائے ہیں۔ یہ عجیب ہے کہ وہ فقہ و درایت سے خالی لیکن حق و باطل کا معیار بھی ٹھہریں:

○

تقلید اور جمود کے اثرات

مروجہ تقلید اور جمود نے صرف ائمہ حدیث ہی کو ایذا نہیں دی بلکہ اپنے مسلک پر جمود کی وجہ سے دوسرے ائمہ کو حق پر سمجھنے کے باوجود وہ ان کے اتباع سے انصاف نہیں فرما سکے۔ آپ اس سلسلہ میں اقتداء بالمخالف ہی کو لے لیجیے۔ یہ مسلمہ ہے کہ ائمہ اربعہ حق پر ہیں یہ چاروں نہریں ایک ہی دریا سے نکلی ہیں۔ یہ پانی ایک ہی منبع سے منقسم ہوا ہے اور منبع کی طہارت پر پوری امت کا اتفاق ہے۔ میزان شعرانی ملاحظہ فرمایئے۔ وہاں حوض کوثر کی تقسیم اور میزان اعمال کے وقت حضرات ائمہ کرام بڑی توجہ سے میزان کے کام کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ پل صراط کے پاس بھی اپنے اتباع کی رفتار کا بڑا غائر مطالعہ فرما رہے ہیں۔ قیامت کے محاسبہ میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شعرانی رحمہ اللہ کی نگاہ میں ان حضرات کا موقف بھی انبیاء علیہم السلام کے قریب قریب ہے اس احترام اور حق کے ساتھ اس وابستگی کے باوجود جب اقتداء بالمخالف کا سوال سامنے آیا تو متاخرین فقہاء بڑی احتیاط سے ایک دوسرے کا عمیق محاسبہ فرمانے لگے اور ایک دوسرے کا اس طرح محاسبہ شروع فرمایا جیسے ایک مسلم غیر مسلم کا محاسبہ کرتا ہے۔ حالانکہ ان فروعی اختلافات کے باوجود معاملہ میں کوئی دقت نہیں تھی۔ شرح صدر سے کہا جاتا کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی بلا تامل ایک دوسرے کی اقتدار کر سکتے ہیں۔ چاروں کو حق پر کہنے کے بعد نہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقتدی کے خیالات پیش نظر ہونے چاہئیں نہ امام کے۔ ان اختلافات کی موجودگی میں ہم نے ان سب کو حق پر تسلیم کیا ہے لیکن اس میں احتیاط کا پہلو ملاحظہ فرمائیے۔ قاضی خاں ۹۲ھ، علامہ حسن بن منصور اور برجندی جو اصحاب ترجیح تسلیم کیے گئے ہیں فرماتے ہیں صلا ج ۱

اما الاقتداء بشفعوی المذھب قالوا لاباس بہ اذا لم یکن متعصبا ولا شاکا فی ایمانہ ولا منحرفا تحریفا فاحشا عن القبلۃ ولا شک انہ اذا جاوز المغارب کان فاحشا وان یکون متوضئا من الخارج النجس من غیر سبیلین ولا یتوضاء بالماء القلیل الذی وقعت فیہ النجاسۃ۔ اھ

شافعی امام کی اقتدار ان شروط کے ساتھ درست ہے (۱) متعصب نہ ہو (۲) اپنے ایمان کے متعلق انشاء اللہ نہ کہتا ہو (۳) قبلہ سے انحراف نہ کرے (۴) اگر سبیلین کے سوا اس کے بدن پر نجاست کا اثر ہو تو اس سے وضو کرے (۵) تھوڑے پانی میں اگر نجاست گری ہو تو اس سے وضو نہ کرے۔ ان شرائط کی عدم پابندی کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ شافعی رہ کر احناف کا امام نہیں بن سکتا۔

علامہ شامی رحمہ اللہ رد المختار صـ۸۸ـ۵ ج ا شرح منیہ سے نقل فرماتے ہیں۔

اما الاقتداء بالمخالف فی الفروع کالشافعی فیجوز ما یعلم منہ ما یفسد الصلوۃ علی اعتقاد المقتدی (شارح منیہ) شافعی وغیرہ مخالفین کی اقتدار اس وقت درست سمجھتے ہیں جب امام مقتدی کے خیال اور مذہب کے مطابق کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے اس کی نماز فاسد ہو جائے اھ (سـ۱۰۱۴ـرھ)

پھر اسی صفحہ پر ملا علی قاری رحمہ اللہ کے رسالہ الاھتداء فی الاقتداء سے نقل فرماتے ہیں صفحہ ۵۸۸ ج ا

ذھب عامۃ مشائخنا الی الجواز اذا کان یحتاط فی مواضع الخلاف والا فلا والمعنی انہ یجوز فی المراعی بلا کراھۃ وفی غیرہ معہا ثم المواضع المھمۃ للمراعاۃ ان یتوضاء من الفصد والحجامۃ والقی والرعاف ونحو ذلك۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عام مشائخ حنفیہ شافعی امام کی اقتدا جائز سمجھتے ہیں جب وہ اختلاف کے مقامات میں احتیاط کرے ورنہ نہیں (احتیاط سے یہ مراد ہے کہ فصد، سنگی اور قے اور نکسیر وغیرہ کے بعد وضو کرے۔ اھ شامی)

علامہ خیر الدین آملی فرماتے ہیں:۔

الذی یمیل الیہ خاطری القول بعدم الکراھۃ اذا لم یتحقق منہ مفسد ۃ (اھ) میرا دلی رجحان یہ ہے کہ اگر شافعی امام سے کوئی مفسدہ ظاہر نہ ہو تو اس کی اقتدار درست ہے۔

علامہ بیری اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں کہ شافعی امام کی اقتدار سے اکیلے پڑھنا افضل ہے۔ کیونکہ وہ نماز میں ایسے کام کرے گا جن سے نماز لوٹانا یا ضروری ہوگا یا مستحب ہوگا۔ اھ

خیر الدین آملی شافعی سے منقول ہے کہ اگر اپنا ہم مذہب مل جائے تو پھر دوسرے کی اقتداء مکروہ ہے۔ البتہ اکیلے پڑھنے سے اقتدار کرنا افضل ہے۔ یہی فتویٰ رملی کبیر اسنوی اور سبکی سے بھی منقول ہے۔

شیخ خیر الدین فرماتے ہیں:۔

والحاصل ان عند ھم فی ذالک اختلافا وکل ما کان لنا لھم علۃ فی الاقتداء بنا صحۃ وفسادا افضلیۃ کان لنا مثلہ علیھم اھ (شامی ص ۵۸۸ ج ۱) حاصل یہ ہے کہ شافعی ہماری اقتدار کے متعلق صحت فساد یا افضلیۃ کے متعلق جو راہ اختیار کریں ہم بھی وہی کہیں گے۔

مندرجہ ارشادات سے ظاہر ہے کہ دین کی بجائے حضرات فقہائے کرام کی باہمی رقابت کار فرما ہے۔

اس کے بعد علامہ شامی نے ایسے مقامات کا ذکر فرمایا ہے جہاں مخالف اور موافق حضرات کی متعدد جماعتیں ہوتی ہوں۔ بعض نے فرمایا اگر پہلی نماز شوافع کی ہو تو اس میں شامل ہو جانا چاہیئے۔ یہی افضل ہے لیکن علامہ ابراہیم بیری فرماتے ہیں اگر اپنے مذہب کی جماعت نہ ملے تو اکیلے پڑھنا افضل ہے رشافعی کی اقتدار نہ کرے۔ علامہ سندھی رحمہ اللہ امام ابن الہمام کے شاگرد ہیں کہ شافعی اگر رعایت بھی کرے تو بھی بہتر یہ ہے کہ اکیلا پڑھے اور اقتدار نہ کرے۔ اس کے بعد علامہ علی قاری کی رائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ذکر فرمایا ہے کہ اگر اپنی جماعت مل سکے پہلے ہو یا پیچھے۔ پھر مخالف کی اقتدار نہیں کرنی چاہیئے۔ غرض علامہ شامی نے اقتدار کے متعلق فقہاء و مذاہب کی آراء کا تذکرہ بڑی تفصیل سے فرمایا ہے اور حرمین کے تعامل کے پیش نظر اجازت دی ہے کہ اگر اپنے مذہب کا امام مل سکے تو شوافع کی نماز میں شامل نہیں ہونا چاہیئے۔

اس کے بالمقابل بدعتی اور فاسق کی امامت کو کراہۃ تنزیہی فرمایا ہے۔ درالمختار ص ۴۸۵ جلد ا میں ہے ویکرہ تنزیہا الخ اور قاضی خاں میں فرماتے ہیں:۔

ویصح الاقتداء باھل الھواء الا الجھمیۃ والقدریۃ والرافضی الغالی ومن یقول بخلق القرآن

(شامی ص ۷۰ ج ا مطبوعہ مصر) جہمیہ، قدریہ، غالی روافض اور قائلین خلق کے علاوہ باقی اہل ہوا فرقوں کی اقتداء صحیح ہے۔ صفحہ ۷۷ جلد ا میں فرماتے ہیں:۔

اذا صلی الرجل خلف فاسق او مبتدع یکون محرزا ثواب الجماعۃ۔ اھ۔ اگر فاسق اور بدعتی کی اقتدار کرے تو اسے جماعت کا ثواب مل جائے گا۔ شامی صفحہ ۵۸۸ جلد ا اور طحطاوی صفحہ ۲۴۴ جلد ا میں بعینہٖ یہی تفصیل مرقوم ہے جو اوپر مذکور ہوئی صرف بدعت کے متعلق اس قدر اضافہ فرمایا ہے کہ بدعت مکفرہ نہ ہو تو اقتدار درست ہوگی ورنہ نہیں۔ علامہ کاسانی نے البدائع والصنائع میں بدعت کے متعلق زیادہ وضاحت سے لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف بدعتی کے پیچھے علی الاطلاق نماز ناپسند فرماتے ہیں لیکن کاسانی اس کی بھی یہی توجیہ فرماتے ہیں۔ ص ۱۵۷ ج ا

والصحیح انھا ان کان ھوی یکفرہ لا تجوز وان کان لا یکفرہ تجوز۔ صحیح یہی ہے کہ اگر بدعت مکفرہ نہ ہو تو اقتدار درست ہے۔

فقہاء کرام کے ان گرامی قدر ارشادات سے بظاہر یہی محسوس ہوتا ہے۔ اہل بدعت اور ہوا کے متعلق وہ پیش بندی اور احتیاط نہیں برتی گئی جو سنی مخالفین خصوص ولا شک فی ایمانہ کہہ کر ائمہ شوافع پر اور اہل حدیث پر جو تعریض کی گئی ہے۔ بڑی نامناسب اور بے انصافی پر مبنی ہے۔ اگر واقعی امام شافعی اور ان کے اتباع کا ایمان مشکوک ہے ان کو اپنے ایمان میں شبہ ہے تو کسی طرح بھی ان کی اقتدار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درست نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ تمام ائمہ حدیث اور ائمہ سنت ایمان میں استثنار کے قائل ہیں شافعی ایمانہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

شوافع کا قیام

حالانکہ امام شافعیؒ اور ان کے اتباع سچے سنی ہیں۔ ان کے مسلک کی حقانیت کا اعتراف علمائے احناف نے بھی فرمایا ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

فھذہ المذاھب المختلفۃ للائمۃ ومجتھدی الامۃ کلھا تتصل بانھار الصحابۃ وھی متصلۃ بمنبعھا وھو حضرۃ الرسالۃ فکلھم علی ھدی من اقتدی بایھا اھتدی ومن توھم ان واحدا منھا علی ھدی وسائرھا فی ضلالۃ فقد وقع فی حضرۃ الضلالۃ (الفوائد البہیۃ صلہ) ائمہ مجتہدین کے مذاہب کا تعلق صحابہ سے ہے اور وہ نبوت کے منبع سے بہرہ رہے ہیں۔ ان میں سے ایک کو حق پر کہنا اور باقی کو گمراہ سمجھنا خود گمراہی ہے اھ

اس توثیق کے بعد شوافع کے متعلق یہ احتیاط اور اقتدار تو یہ شرائط بالکل بے محل ہیں اور انصاف سے براحل دور، حالانکہ معلوم ہے کہ اعتزال و تجہّم سے نہ احناف بچ سکے نہ موالک اور شوافع! بلکہ ان حضرات نے عقاید میں ان ائمہ اجتہاد کی راہ ہی ترک فرمادی وہاں کے امام اور مجتہد اشعری ماتریدی قرار پائے۔

طحطاوی فرماتے ہیں ولاخصوصیۃ لمذاھب الشافعی بل اذا صلی حنفی خلف ای مخالف لمذھبہ فکذالك (ص ۲۸۱ ج ۱) اس تفصیل میں شافعی کی کوئی تخصیص نہیں۔ کسی مخالف کے پیچھے بھی کوئی حنفی نماز ادا کرنا چاہے اس کی تفصیل اسی طرح ہے۔

ہدایہ اور اس کی شرح کفایہ مطبوعہ بمبئی میں سابقہ تفصیل کسی قدر اختصار سے مرقوم ہے مگر مقصد میں کوئی فرق نہیں۔

گفتگو کے لیے دوسرا محاذ

شوافع اور دوسرے ائمہ سنت کے ساتھ اقتدار میں یہ احتیاط اور تنگ نظری طبعاً اچھی معلوم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے گفتگو کے لیے ایک اور محاذ بنا لیا گیا کہ اس صورت میں جب امام اور مقتدی میں فرعی اختلاف ہو۔ تو اقتدار میں اتباع امام کو کرنا چاہیئے یا مقتدی کو اور رعایت کی ذمہ داری امام پر ہے یا مقتدی از رہ شفقت درگذر کرے۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں:

ھذا بناء علی ان العبرۃ لرای المقتدی وھوالاصح وقیل لرای الامام وعلیہ جماعۃ

(رد المختار صـ۵۸۸ ج ۱) یہ احتیاط کا حکم اس بنیاد پر ہے کہ اقتدار میں مقتدی کی رائے کا اعتبار یا امام کی رائے کا۔ صحیح یہ ہے کہ مقتدی کی رائے ہی معتبر ہوگی۔ ایک جماعت کا خیال ہے امام کی رائے پر اعتماد ہوگا۔

علامہ بدر الدین عینی اور صاحب ھدایہ کی بھی یہی رائے ہے لیکن ابن عابدین فرماتے ہیں کہ صحیح پہلی بات ہے یعنی امام کو مقتدی کی رعایت کرنا چاہیئے۔ گفتگو کا محاذ ضرور بدل گیا۔ آمیہ کی بجائے موضوع بحث امام اور مقتدی ہو گئے لیکن شناعت اور بڑھ گئی یعنی امام کو مقتدی کے تابع فرما دیا گیا یعنی تانگہ گھوڑے کے آگے باندھ دیا گیا۔ یہ تعصب کی کارفرمائیاں ہیں۔

مولانا عبدالحی رحمہ اللہ فتاوی جلد ثالث میں دونوں مسالک کا ذکر کرکے خاموش ہو گئے صـ۵۳ اندازہ ہوتا ہے۔ ان کا رجحان یہ ہے کہ امام کو مقتدی کے تابع نہیں ہونا چاہیئے۔ ھدایہ کے حاشیہ میں مولانا نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ قاضی خان وغیرہ فقہاء کی شرائط اور ان کی مراعات کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

قلت ھذا یرجع الی ان یصیر حنفیا (ھدایہ صـ۱۲۹) اس رعایت کا مطلب تو یہ ہوگا کہ امام حنفی ہو جائے۔

اس کے بعد ان ساری مراعات شرائط کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیا ہے آخر میں فرمایا ہے:

واما اشتراط مراعات مواضع الخلاف کما اختارہ اکثر اصحابنا فغیر موجہ اذ مراعات ذالک مستحب لیس بواجب عند احد فلو لم یراع وفعل ما فعل علی طبق مذھبہ لم یقدحہ فی ذالک قادح فای مانع فی جواز الاقتداء بہ فافھم ھذا بنظر الانصاف

(ھدایہ اولین صـ۱۱۹ ج ۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مواقع خلاف میں رعایت کی شرط ہمارے اکثر مشائخ نے لگائی ہے، یہ نامناسب ہے کیونکہ یہ رعایت کسی کے نزدیک بھی ضروری نہیں۔ اگر وہ تمام کام اپنے مذہب کے مطابق کرے تو اس میں کونسی برائی ہے زیادہ سے زیادہ ایک مستحب کا ترک ہوگا۔ اس سے اقتدار کے عدم جواز کی کونسی وجہ ہوگی اسے سمجھو اور انصاف سے غور کرو۔ اھ

بات بالکل صاف ہے لیکن شامی کے عند اکثر المشائخ اور علی الاصح کا کیا کیا جائے بہرکیف یہ محاذ بھی معقول معلوم نہیں ہوتا۔

ایک اور محاذ

اقتداء بالمخالف کے متعلق متقدمین فقہاء کے چھ قسم کے خیالات منقول ہیں۔ جن کا تذکرہ مولانا عبدالحی رحمہ اللہ نے حواشی ہدایہ میں فرمایا ہے (ص۱۲۶ ج ۱) اور مطلقاً جواز کو راجح فرمایا ہے ہمارے ملک میں شوافع کی جگہ اہل حدیث کو ملی ہے۔ گو ہمارے ہاں احناف اور شوافع کا احترام یساں ہے اس لیے یہاں بھی اقتدار بالمخالف کا اثر اہل حدیث پر پڑتا ہے بلکہ ہمارے بزرگ کچھ زیادہ ہی تیز ہو جاتے ہیں۔ بریلوی حضرات "نزلا مساس" کے قایل ہیں وہ کسی موحد کی اقتدا نہیں فرماتے اہل حدیث ہو یا حنفی۔ ان کے ہاں مذہب چند رسوم اور نعروں کا نام ہے اور بس۔ پھر ان کا انداز گفتگو علم و استدلال پر مبنی نہیں بلکہ محض جذباتی ہے۔ ہمارے دیوبندی حضرات بعض ان مسائل کی آڑ لیتے ہیں جن کی رعایت کی امید شوافع سے کی گئی ہے لیکن وہ اختلافات اب کچھ موزوں نہیں معلوم ہوتے۔ اس لیے ایک نیا محاذ کھولا گیا۔ ہمارے یہ دوست فرماتے ہیں کہ اہل حدیث کی اقتداء اس لیے درست نہیں کہ یہ استنجا میں ڈھیلا استعمال نہیں کرتے ان کی طہارت درست نہیں۔ یہ عذر بے حد کمزور بھی ہے اور غلط بھی۔ یہ تو معلوم ہے کہ طہارت کے بغیر نماز کو کوئی بھی درست نہیں سمجھتا۔ طہارت اہل حدیث کے نزدیک بھی اتنی ہی ضروری ہے جس قدر احناف کے نزدیک فرق صرف طہارت کے طریقہ میں ہے۔ صرف پانی سے ہوگی یا صرف مٹی سے۔ یا پانی اور مٹی دونوں سے۔ تمام ائمہ متفق ہیں کہ طہارت تینوں طرح ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی مٹی اور پانی دونوں استعمال کرے تو بہتر ہے مطلق طہارت کے سوا ان طریقوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کوئی طریقہ امامت اور اقتدا کے لیے شرط نہیں۔ اب مٹی کے استعمال کو ضروری قرار دینا تعجب ہے۔ یہ ذہنی تعصّب اور عصبیت کی ترجمانی تو کر سکتا ہے۔ ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں یہ ہمارے ملک کی پیداوار ہے۔

فن طہارت یا وہم

۱۹۵۳ء تحریک ختم نبوّت کے سلسلہ میں علمائے کرام کی طہارت اور اس کی مختلف اقسام اور اس پر اصرار کا تجربہ ہوا۔ بعض حضرات پیشاب سے فارغ ہو کر ازاربند منہ میں تھام لیتے اور کافی دیر ٹہلتے رہتے اور بائیں ہاتھ سے ڈھیلا استعمال کرتے اور اس میں خاص قسم کی حرکات فرماتے۔ بیس منٹ آدھ گھنٹہ تک یہ کھیل جاری رہتا پھر یقین ہوتا کہ اب طہارت ہوئی۔ ان کا خیال تھا کہ جب تک یہ پورا ڈرامہ نہ کیا جائے طہارت مکمل نہیں ہوتی۔ بعض حضرات مٹی کے ساتھ دونوں رانوں سے بھی طہارت میں کافی مدد لیتے وہ بائیں ہاتھ سے مسلنا کافی نہیں سمجھتے تھے بعض حضرات اس اثنا میں کئی کئی دفعہ ازاربند کے اندر جھانکتے مٹی کو ملاحظہ فرماتے وہ اسی مشق میں مٹی کا خشک ہونا بھی ضروری خیال فرماتے بعض حضرات بڑے اہتمام سے ڈھیلے بناتے اور خاص ترکیب سے بناتے کئی کئی دن خشک ہونے کے لیے دھوپ میں رکھے رہتے اور تحفہ کے طور پر یہ ڈھیلے اس قسم کے وہمی اتقیا میں تقسیم فرماتے اور وہ بھی اسے بے کرہت ممنون ہوتے ظاہر ہے کہ یہ سب وہم پرستی ہے اس میں کوئی چیز نہ حنفی مذہب میں ضروری ہے نہ باقی ائمہ میں یہ وہم کا مرض ہے جو اس میں مبتلا ہو وہ تسکین قلب کے لیے مجبور ہے جو چاہے کرے۔ لیکن دوسرے کو اس وہم پرستی پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ عموماً یہ مرض کیمبل پور، ہزارہ، راولپنڈی کے لوگوں میں ہوتا تھا یا پھر یو۔پی۔ سی۔ پی کے حضرات میں خصوصاً وہ لوگ جو تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اہل حدیث کی اقتدا ان حضرات کے نزدیک اس وقت درست ہو سکتی ہے جب وہ طہارت کے ان فنون میں مہارت پیدا کریں۔ پھر شاید اس کی سند حاصل کریں اور اس وہم میں بھی مبتلا ہوں۔ ہمارے اہل حدیث حضرات میں بھی بعض حضرات پانچ پانچ چھ چھ لوٹے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعمال کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ ان حضرات کو حافظ ابن القیم اغاثۃ اللہفان کے ابتدائی ابواب اور نقد العلم والعلماء ابن جوزی اور شوکانی کے رسالہ ذم الموسوسین کا مطالعہ فرمانا چاہیئے۔ شاید ان کو فایدہ ہو اہل حدیث تو نہ امامت کے شایق ہیں نہ اس مشق کے لیے تیار، دراصل یہ سب امراض اس دور کے ہیں جب ملک میں پانی کی قلت تھی۔ ورنہ یہ کوئی مسئلہ نہیں۔ وہم اور قلت علم کی پیداوار ہے۔ اور عوام کے ذہنوں میں عصبیت اور نفرت پیدا کرنے کا ایک ذریعہ جہاں اتباع ایمہ میں تقلید کے باوجود اس قدر سختی برتی گئی ہو اور جمہور علماء ایک دوسرے کے خلاف اس قدر غلو فرماتے ہوں وہاں بچارے اہل حدیث ان حضرات سے کس وسعت ظرف کی امید کر سکتے ہیں اور یہ بزرگ کب اجازت دے سکتے ہیں کہ ان کے علاوہ کوئی اور مسلک بھی دنیا میں زندہ رہے۔ اسی عصبیت کا نتیجہ ہے کہ اچھے پڑھے لکھے حضرات فرماتے ہیں کہ اہل حدیث کوئی مکتب فکر ہی نہیں یہ محض حفاظ کی جماعت تھی فقہ و درایت سے خالی تھی یہ عصبیت قرون وسطےٰ میں اہل تقلید کے تغلب اور حکومت اور ارباب اقتدار کی سیاسی مصالح کی پیداوار ہے۔ اور درباری حضرات کی چیرہ دستیوں نے اس مسلک کو تاریخ کے اندھیروں اور عصبیت کی دلدلوں میں دبا کر رکھ دیا۔

○

اہل حدیث تاریخ کے مختلف اوراق میں

ایمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ولادت اور وفات کے سنین پر غور کیا جائے تو ۸۰ھ سے شروع ہو کر امام احمد کی وفات ۲۴۱ھ تک ختم ہوتا ہے۔ ان ایام کے بعد برسوں اس جمود اور تقلید کا پتہ نہیں چلتا جسے آج کل واجب کیا جا رہا ہے اور اس سے اعراض کو بے دینی وغیرہ القاب سے ذکر کیا جاتا ہے۔ اس پر فخر یا اس کی طرف دعوت کسی صورت میں بھی چوتھی صدی سے پہلے نہیں ہو سکتی۔ فتح ہند سے پہلے پہلا لشکر جو ساحل ہند پر اترا۔ اس وقت ان مروجہ مذاہب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا نام ونشان، نہ عرب میں تھا نہ عجم میں۔ تقلید ائمہ کے موجودہ انداز سے ذہن بالکل خالی تھے۔

معلوم ہے ہند پر پہلا حملہ ۹۲ھ میں ولید بن عبد الملک کی حکومت میں ہوا۔ عرب میں تو اس وقت علماء تابعین کی کثرت تھی۔ ائمہ اربعہ کا خیال بھی اس وقت ذہن میں نہیں آ سکتا تھا۔ خراسان، ایران اور فارس میں اس وقت ائمہ حدیث کی کثرت تھی۔ احادیث کا حفظ وضبط، نقل و روایت ان حضرات کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ حدیث کی جمع وتدوین کے اس دور میں ائمہ کی فقہوں کا احساس بھی موجود نہ تھا۔ صحابہ اور تابعین کے فتاویٰ بلا تخصیص تعیین اہل علم کی نظر میں تھے۔ وہ مدار استناد تو تھے لیکن تقلید کا اس وقت شائبہ تک نہ تھا۔ اس وقت کی شافعیت اور حنفیت محض اساتذہ کے جزوی تاثرات تھے اہل حدیث کا مقصد بھی یہی تھا۔ اس لیے اسلامی قلمرو کے تمام گوشوں میں بھی یہی مسلک پایا جاتا تھا جسے آج ہم اہل حدیث کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ قدماء احناف کی کتابوں میں اسی مکتب فکر کا تذکرہ عام ملتا ہے۔ شیخ عبد العزیز بن احمد بخاری مولف کشف الاسرار (۷۸۱ھ) شرح اصول بزدوی میں صحابی کی تعریف کے ذکر میں فرماتے ہیں:

اختلفوا فی تفسیر الصحابی فذهب عامة اصحاب الحدیث وبعض اصحاب الشافعی الی ان من صحب النبی صلعم لحظة فهو صحابی (کشف الاسرار ص ۷۰۴ ج ۲) ایک لحظہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ صحابی ہے یہاں اصحاب الحدیث کا ذکر ائمہ اصول کے تذکرہ میں آیا ہے۔

اصول بزدوی اور کشف الاسرار ص ۲۹۱ میں مرقوم ہے ذهب اکثر اصحاب الحدیث الی ان اخبار التی حکم اهل الصنعة بصحتها توجب علم الیقین اھ۔ جن احادیث کو ائمہ فن نے صحیح کہا ہے وہ اہل حدیث کے نزدیک یقین کا فائدہ دیتی ہیں۔

اس کے باوجود ایسے بزرگ دنیا میں موجود رہے جو مروجہ مذاہب سے تعلق اور ائمہ کے احترام کے ساتھ اس عصبیت کو ناپسند فرماتے تھے۔ چنانچہ ۹۶۱ھ میں مولانا احمد بن مصطفےٰ طاشکبری زادہ نے مفتاح السعادہ والسیادہ میں فقہا اور فقہاء کے متعلق بڑا معنی خیز اور پُر از معلومات مقالہ لکھا ہے اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے آخر میں فقہاء، مذاہب اور ان کی فرقہ وارانہ عصبیت کے متعلق بڑا درد مندانہ شکوہ فرمایا ہے۔ آج کل دیوبند کی نوآموز پود اسی ڈگر پر جا رہی ہے جس کی شکایت علامہ نے فرمائی ہے۔ خود دیوبند اور اس کی پاک و ہند برانچوں میں تعلیم و تربیت کا انداز اس قدر غلط ہو رہا ہے کہ ان مدارس میں علم اور للہیت کی جگہ تعصب اور فرقہ پرستی پرورش پا رہی ہے مختلف فیہ مسائل پر لکھنے کا انداز اتنا غلط ہو رہا ہے کہ اس پر بد دیانتی اور خیانت کا شبہ ہوتا ہے۔ تقاریر میں تقویٰ اور عبادت کی بجائے باہم منافسات بڑھائے جا رہے ہیں۔ مجالس درس میں طلبہ کی ذہنی تربیت بھی عصبیت کے جراثیم ہی سے کی جا رہی ہے اور نوآموز حضرات کا یہ غلط رویہ اکابر کو بھی متاثر کر رہا ہے۔ اہل حدیث مدارس میں بھی یہ زہر آلود جراثیم اثر انداز ہو رہے ہیں۔

بریلوی حضرات سے یہ شکایت ہی بے سود ہے۔ ان کے ہاں بظاہر کوئی اصلاحی پروگرام ہی نہیں۔ مذہب کے متعلق چند بدعی تصورات اور عوام کی خوشنودی کے سوا ان کے ہاں مذہب کا کچھ مقصد نہیں۔ علامہ تاشکبری زادہ کا یہ اصلاحی تذکرہ دیوبندی اور اہل حدیث مکاتب فکر کے لیے مستقبل کی اصلاح میں بے حد مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ عصبیت دراصل علم دریافت کی موت کے مرادف ہے۔ جو شخص حدیث اختلاف امتی رحمۃ کے مفہوم پر غور کرے اور اسے معلوم ہو کہ فرعی مسایل میں اختلاف کی بنیاد ظن پر ہے۔ وہ کسی ایک مجتہد کے حق میں تحکم اور تعصب نہیں رکھ سکتا۔ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے مذہب کی صحت اور مخالف کی غلطی کا ظن کر سکتا ہے لیکن اپنے مخالف کو مطلقاً خطا کار نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ کئی مسائل میں ائمہ اربعہ متفق ہیں۔ جب فرعی مسائل ظن ہی کے مقام پر ہیں۔ اس لیے دونوں مخالف فریق صحت اور خطا کا احتمال رکھ سکتے ہیں۔ صحت اور خطا کا یقین نہیں کیا جا سکتا۔ مقلد اور مجتہد زیادہ سے زیادہ صحت اور خطا کا ظن ہی کر سکتے ہیں اس لیے اس میں تعصب کا کوئی مقام نہیں۔

ہمارے زمانہ میں بعض مقلد ارباب مذاہب کو تعصب کا دورہ ہوتا ہے اور وہ اُلٹی سیدھی باتیں بنانا شروع کر دیتے ہیں اور یہ اخلاق سے گری ہوئی بات ہے ان سے بعض

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرات میں اتنا شدید تعصب ہوتا کہ وہ ایک دوسرے کی اقتداء کی اجازت نہیں دیتے۔ اس کے علاوہ بھی کئی قبیح اور نامناسب باتیں کرتے ہیں۔ ان لوگوں پر افسوس ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کو کیا جواب دیں گے۔ اگر امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ زندہ ہوتے تو ان کی ان حرکات کے خلاف سخت ناپسندیدگی اور ان سے بیزاری کا اظہار فرماتے ہیں نے لاتعداد آدمیوں کو دیکھا ہے وہ آستینیں چڑھا کر امام شافعی کی مخالفت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ وہ بلا تسمیہ ذبیحہ کو حلال سمجھتے ہیں۔ احناف پر یہ الزام لگایا جاتا ہے وہ شرم گاہ کو مس کرتے ہیں اور بے وضو نماز پڑھتے ہیں۔ اور مالکی بسم اللہ کے بغیر نماز پڑھتے ہیں۔ حنبلی زوال سے پہلے جمعہ پڑھتے ہیں۔ اپنا حال یہ ہے کہ وہ ترک نماز کو گوارا کرتے ہیں۔ گھر کے لوگوں کو نماز کے ترک پر سرزنش نہیں کرتے۔ حالانکہ شوافع، موالک، حنابلہ بے نماز کے متعلق قتل کا فتویٰ دیتے ہیں۔ افسوس ہے کیا یہ لوگ فقیہ ہیں ایسے فقیہوں کو خدا تعالےٰ تباہ کرے تمہیں کیا ہوگیا۔ ان فرعی مسائل پر تو اتنا زور دیتے ہو اور ہزاروں اجماعی محرمات اور ناجائز ٹیکسوں کی پرواہ تک نہیں کرتے اور نہ ہی تمہیں اس پر غیرت محسوس ہوتی ہے۔ تمہاری غیرت کا سارا زور ابوحنیفہ اور شافعی کے اختلافات پر پڑتا ہے جس سے افتراق ہوتا ہے اور جاہل تم پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ عوام میں تمہاری کرکری ہوتی ہے۔ بے وقوف تمہارے متعلق ایسی باتیں کرتے ہیں جو تمہارے احترام کے سراسر منافی ہیں اور ہلاک ہوتے ہیں۔ تمہارا گوشت زہریلا ہے۔ بہرکیف تم اہل علم ہو ان امور کی وجہ سے تباہی کی طرف جا رہے ہو۔ اللہ تمہیں علم اور علماء کے احترام سے نیکی کی توفیق دے اور ہمیں تعصب سے بچائے۔"

علامہ تاشکبری زادہ نے اپنے وقت کے متعصب علماء کو کس قدر دردانگیز لہجہ میں تنبیہ فرمائی اور ترک اقتداء اور اس میں شرائط کو ناپسند فرمایا ہے۔ اب ایک اور پاکباز کا ارشاد سنئے جسے اللہ تعالےٰ نے صاف ذہن مرحمت فرمایا ہے۔ ائمہ کے احترام کے ساتھ شریعت کے مصالح بھی اس کے پیش نظر ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے اسم گرامی کے نام سے علمی حلقوں میں کون واقف نہیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ ایک حنفی وتر کی نماز میں یا جمع بین الصلوٰتین میں شافعی کی اقتدار کر سکتا ہے اور اسے اجازت ہے کہ ایسے مسائل میں وہ شافعی امام کی تقلید کرے۔ ایسا کرتا حنفی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے درست نہیں۔

جواب: ہاں بارش میں حنفی مقتدی شافعی امام کی تقلید بلا اقتدار کرسکتا ہے۔ کیونکہ یہ جمع بین الصلوٰتین جمہور علمار کا مذہب ہے۔ شافعیؒ۔ مالکؒ۔ احمدؒ اسے جائز سمجھتے ہیں۔ ابن عمر امرار مدینہ کے ساتھ بارش میں نماز جمع فرماتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی خاص آدمی کی تمام مسائل میں تقلید درست نہیں۔ مسلمان ہمیشہ علمار سے مسائل دریافت فرماتے رہے۔ کبھی ایک سے کبھی دوسرے سے۔ کبھی ایک کی بات مانتے کبھی دوسرے کی۔ کسی معین کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ جب مقلد کسی مسئلہ کو راجح اور اصلح سمجھے۔ اس میں ایک کی تقلید کرے اور دوسرے میں دوسرے کی جمہور علمائے اسلام کے نزدیک یہ درست ہے اسے ائمہ اربعہ میں سے کسی نے ناجائز نہیں کہا۔

وتر میں بھی یہی حال ہے مقتدی کے لیے مناسب ہے کہ قنوت میں اور دونوں کے وصل اور انقطاع میں امام کی پوری پوری اقتدار کرے۔ بعض علمار کا خیال ہے کہ امام اگر دو رکعت فصل کرے مقتدی جوڑ لے۔ لیکن پہلی بات زیادہ صحیح ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ صہ ۳۸۷ ج ۲)

ناظرین غور فرمائیں۔ اتحاد بین المسلمین کا سامان ابن عابدین اور طحطاوی کی رائے ہے یا شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور تاشکبری زادہ کے ارشاد گرامی ہیں۔

معتزلہ کا خیال ہے کہ پیغمبر کو اجتہاد کا حق حاصل نہیں۔ اشاعرہ اور بعض متکلمین نے بھی ان سے اتفاق کیا۔ عام ائمہ اصول کا خیال ہے کہ پیغمبر بوقت ضرورت اجتہاد کرسکتا ہے اور اسے وحی اور اجتہاد دونوں پر عمل کی اجازت ہے وھو منقول عن ابی یوسف من اصحابنا وھو مذھب مالک والشافعی وعامۃ اھل الحدیث (کشف الاسرار ص ۹۲۵ ج ۳)

احناف سے امام ابو یوسف، امام شافعی، امام مالک اور عام اہل حدیث کا بھی یہی خیال ہے کہ پیغمبر اپنے اجتہاد پر عمل کرسکتا ہے اور یہاں اہل حدیث کا ذکر مذاہب اربعہ کے ساتھ علماء اصول میں آیا ہے۔

۲۔ مرسل حدیث کی حجیت کے تذکرہ میں اہل حدیث پر تشنیع کرتے ہیں کہ وہ مرسل کو حجت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں سمجھتے۔

وفی رد المرسل تعطیل کثیر من السنن فان المراسیل جمعت فبلغت قریبا من خمسین جزأ وھذہ التشنیع علیھم فانھم سموا انفسھم اصحاب الحدیث وانتصبوا انفسھم لحیاضۃ الاحادیث اھ (کشف ص ۲۵، ج ۳) مرسل کی حجیت کے انکار سے حدیث کا بڑا ذخیرہ ضائع ہو جائے گا۔ یہ لوگ اہل حدیث کہلا کر حفاظت حدیث کی بجائے حدیث کو ضائع کر رہے ہیں اھ۔

اہل حدیث کی یہاں بھی مستقل حیثیت ظاہر ہوتی ہے۔ مرسل کی حجت کی بحث بالکل الگ مسئلہ ہے۔ جس مرسل کو یہ حضرات حجت فرماتے ہیں وہ دراصل حدیث ہی نہیں اس کے انکار سے حدیث کا انکار لازم نہیں آتا۔

علامہ ابن عابدین رد المختار میں لفظ حنفی میں یائے نسبت کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:۔

ان النسبۃ الی مذھب ابی حنیفۃ والی القبیلۃ وھم بنو حنیفۃ بلفظ واحد وان جماعۃ من اھل الحدیث منھم ابو الفضل محمد بن طاھر المقدسی یفرقون بینھما بزیادۃ یاء فی النسبۃ الی المذھب اھ ص۱ ج۱۔ عراقی فرماتے ہیں قبیلہ "بنو حنیفہ" اور مذہب "ابو حنیفہ" کی طرف نسبت میں حنفی درست ہے۔ لیکن بعض اہل حدیث کا خیال ہے کہ مذہب کی طرف نسبت میں حنیفی کہنا چاہیئے۔ محمد بن طاہر مقدسی علما۔ اہل حدیث سے بھی یہی فرماتے ہیں۔ اور اس میں ان کی رائے لغت اور زبان کے ماہر کی حیثیت سے ہے۔ اذان اور اقامت میں لفظ اکبر کے اعراب کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں دثانیھا مخالفۃ لما فسرہ اھل الحدیث والفقہ۔ اھ (شامی ص۱۰ ج۱) دوسرا اعراب اہل حدیث اور فقہاء کی تفسیر کے خلاف ہے۔ اھ

وقف علی اصحاب الحدیث لاید خل فیہ الشافعی اذا لم یکن فی طلب الحدیث ویدخل فیہ الحنفی کان فی طلبہ اولا اھ۔ شامی ص۴۶۵ ج ۳) کسی نے اہل حدیث کے لیے کوئی چیز وقف کی تو شافعی اگر حدیث کا طالب علم ہو تو اسی میں شامل ہوگا۔ اور حنفی بہرحال شامل ہوگا حدیث پڑھے یا نہ پڑھے

ع "سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوارج کے متعلق علماء کا اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ذکر فی فتح القدیر ان الخوارج الذین یستحلون دماء المسلمین واموالھم ویکفرون الصحابۃ حکمھم عند جمھور الفقھاء واھل الحدیث حکم البغاۃ و ذھب بعض اھل الحدیث الی انھم مرتدون قال ابن المنذر ولا اعلم احدا وافق اھل الحدیث علی تکفیرھم اھ (شامی ص ۳۵۴ ج ۱) جمہور فقہا اور اہل حدیث کے نزدیک خوارج باغی ہیں بعض اہل حدیث انہیں مرتد کہتے ہیں۔ ابن منذر فرماتے ہیں تکفیر میں ان کی کسی نے تائید نہیں کی۔ اھ۔

جمہور فقہاء کے ساتھ ان فقراء کا تذکرہ مکتب فکر کی حیثیت سے ہوا ہے۔ اسی صفحہ میں اہل ہوا کے متعلق محدثین کا تذکرہ اپنی تائید میں فرماتے ہیں:

وکذا نص المحدثون علی قبول روایۃ اھل الھواء۔ اھ (ص ۳۵۴ ج ۳) ایہ اہل حدیث نے اہل ہوا کی روایت کے قبول کے متعلق تصریح فرمائی ہے۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

حکی ان رجلا من اصحاب ابی حنیفۃ خطب الی رجل من اصحاب الحدیث ابنتہ عھد ابی بکر الجوزجانی فابی الا ان یترک مذھبہ فیقرء خلف الامام ویرفع یدیہ۔ ایک حنفی نے شیخ ابوبکر جوزجانی کے وقت کسی اہل حدیث سے رشتہ طلب کیا۔ اس نے شرط لگائی کہ اپنا مذہب چھوڑ کر فاتحہ خلف الامام اور رفع الیدین شروع کردو اس نے ایسا کرلیا۔

شیخ جوزجانی فرماتے ہیں نکاح تو ہوگیا۔ لیکن خیال ہے نزع کے وقت اس کا ایمان جاتا رہے۔ اگر دلایل کی بنا پر سابق مذہب کو ترک کرکے اہل حدیث ہوجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ اھ۔ اس سے اہل حدیث مکتب فکر کا تعین بھی ہوگیا۔ اور اگر دلایل کی بنا پر کوئی اسی مسلک کو پسند کرے تو ابوبکر جوزجانی فرماتے ہیں۔ یہ بہتر ہے کہ آج کل حضرات دیوبند کی الحدیث پر ناراضگی کچھ برمحل معلوم نہیں ہوتی۔

بحرالعلوم مسلم الثبوت کی شرح میں جرح تعدیل کے تعارض کی بحث میں مشاجرات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت عثمانؓ کی شہادت اور مظلومیت کا ذکر فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان کی شہادت میں صحابہ سے کوئی شریک نہ تھا:

ولم یکن فیھم واحد من الصحابۃ کما صرح بہ غیر واحد من اھل الحدیث (ص ۴۲ طبع ھند)

حضرت عثمان کی شہادت میں صحابہ سے کوئی شریک نہ تھا۔ اہل حدیث نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ اھ

یہاں اہل حدیث کے تاریخی موقف کی وضاحت فرمائی ہے۔ ان کی نقل ارجال تاریخ مشاجرات صحابہ میں قطعیت کی حد تک پہنچ چکی ہے۔

علامہ عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری (۷۳۰ھ) مولف کتاب التحقیق شرح حسامی نے عبادلہ کی تعیین میں عبداللہ ابن مسعود کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں (وعند المحدثین عبداللہ بن الزبیر مقام عبداللہ بن مسعود (ص ۱۶۳ طبع ھند)

یہاں فقہاء کے بالمقابل محدثین کا ذکر فرمایا ہے جس کا مطلب واضح ہے کہ رجال کی تعیین میں ان کا ایک مقام ہے اور اپنی مستقل رائے ہے۔

○

پیغمبر کے لیے اجتہاد کی اجازت کا ذکر فرماتے ہوئے شارح بزدوی کی طرح کتاب التحقیق کے مولف بھی فرماتے ہیں۔

ھو منقول عن ابی یوسف من اصحابنا وھو مذھب مالک والشافعی وعامۃ اھل الحدیث

(کتاب التحقیق ص ۲۰۰) امام ابو یوسف، مالک، شافعی اور عام اہل حدیث کا یہی خیال ہے کہ پیغمبر اپنے اجتہاد پر اگر ضرورت ہو تو عمل کر سکتا ہے۔ اھ

مورخین اور متکلمین کی رائے

ابن خلدون اپنے وقت کے نقاد مورخ ہیں جنہوں نے فن تاریخ کو قصص وحکایات کی دلدل سے نکال کر اسے ایک نئی زندگی بخشی۔ اور فن تنقید کے اسالیب کی طرف راہ نمائی فرمائی۔ ابن خلدون نے مقدمہ میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہ فرائض کے تذکرے میں فرماتے ہیں :

والقسم الفقه فيهم الى طريقتين طريقة اهل الرای والقياس وهم اهل العراق وطريقة اهل الحديث وهم اهل الحجاز وكان الحديث فى اهل العراق لما قدمنا قليلا فاستكثروا من القياس و مهروا فيه فلذالك قيل اهل الرای ومقدم جماعتهم الذی استقر المذهب فيه وفی اصحابه ابوحنيفة (مقدمه ابن خلدون ص۳۸۹ طبع بهيه مصر) فقہ کے دو طریق ہو گئے۔ فقہ العراق اور فقہ الحدیث علمائے عراق میں حدیث کم تھی جس کی وجہ ذکر ہو چکی ہے۔ اس لیے انہوں نے رائے اور قیاس میں مہارت پیدا کی۔ اور اہل الرائے کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کے پیشرو امام ابوحنیفہ ہیں۔ اور اہل حجاز کی فقہ کا نام فقہ الحدیث ٹھہرا۔ اھ

ملا کاتب چلپی (۱۰۶۷ھ) نے اصول فقہ کے تذکرہ میں امام علاء الدین حنفی کی کتاب میزان الاصول سے نقل فرمایا ہے۔

واکثر التصانيف فى اصول الفقه لاهل الاعتزال المخالفين لنا فى الاصول ولاهل الحديث المخالفين لنا فى الفروع ولا اعتماد على تصانيفهم (کشف الظنون ص۸۹ دار الطباعه مصر) اھ۔ اصول فقہ میں معتزلہ اور اہل حدیث کی تصانیف زیادہ ہیں۔ معتزلہ اصول میں ہمارے مخالف ہیں اور اہل حدیث فروع میں۔ اس لیے ان کی تصانیف پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ نے ابجد العلوم ص۵۷۵ج۲ میں کشف الظنون کی عبارت نقل فرمائی اور فقہ العراق اور فقہ الحدیث کا تذکرہ فرمایا۔ پھر تقلید اور عمل بالحدیث پر مختصر تبصرہ فرمایا اور مذاہب اربعہ کی اشاعت اور کتب طبقات کی عصبیت کا تذکرہ فرمایا وہ خواہ مخواہ ہر آدمی کو ادنیٰ ممارست اور توافق سے اپنے مذہب میں شمار کر لیتے ہیں۔ اور ان اقطار اور بلاد کا ذکر فرمایا جہاں یہ مذاہب عام اور شائع ہوں اور اہل حق کی کتابوں کو کس طرح طاق نسیاں کی نذر کیا گیا فرماتے ہیں :-

فلم يبق الا مذهب اهل الرای من العراق واهل الحديث من الحجاز (ص۵۹۶ ج۲) اسی تعصب کی دستبرد کے باوجود اہل الرائے عراق میں اور اہل حدیث حجاز میں باقی رہ گئے۔ اھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقی الدین احمد بن علی مقریزی (۸۴۵ھ) نے فرمایا جب ملک ظاہر بیبر بندقداری نے ۶۶۲ھ میں مدرسہ ظاہریہ کی بنیاد رکھی اور اس کے مصارف کے لیے بہت بڑا وقف کیا۔ اس میں مختلف مکاتب فکر کی تدریس کے لیے مختلف ایوان بنائے جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

وجلس اهل الدروس كل طائفة في ايوان منها الشافعية بالايوان القبلي ومدرسهم تقي الدين محمد بن حسن بن رزين الحموي والحنفية بالايوان البحري مدرسهم الصدر مجد الدين عبدالرحمان بن الصاحب كمال الدين عمر بن العديم الحلبي واهل الحديث بالايوان الشرقي ومدرسهم الشيخ شرف الدين عبد المومن بن خلف الدمياطي اھ (الخطط للمقریزی ص ۳۷۰ جلد ۲) تمام علما اپنے اپنے ایوان میں درس دینے لگے۔ شافعی سامنے کے ایوان میں تھے۔ ان کے صدر مدرس تقی الدین محمد بن حسن حموی تھے اور حنفی سمندری ایوان میں ان کے صدر مدرس عبد الرحمٰن بن العدیم حلبی تھے اور اہل حدیث مشرقی ایوان میں درس دینے لگے ان کے صدر مدرس شیخ شرف الدین عبد المومن بن خلف دمیاطی تھے اھ۔

یہ ساتویں صدی ہے اس میں بھی شاہی مدرسہ میں دوسرے مکاتب کے مقابل اہل حدیث کے لیے مستقل ایوان ہے اھ۔

مقریزی فرماتے ہیں یہ مدرسہ اب بھی موجود ہے کسی قدر فرسودہ ہو چکا ہے۔ حنفی اور شافعی اس کی نظارت کے متعلق دست و گریباں ہوتے رہتے ہیں۔ مقریزی اہل مصر کے مذاہب اور ارباب مذاہب کی تبدیلیوں اور اس کے اسباب کا ذکر فرماتے ہیں:۔

وكانت افريقة الغالب عليها السنن والاثار الى ان قدم عبد الله بن فروخ ابومحمد الفارسي بمذهب ابي حنيفة۔ اھ (الخطط ص ۱۴۴ ج ۱) افریقہ میں ابتدا میں سب لوگ سنن و آثار (مسلک اہل حدیث) کے پابند تھے۔ یہاں تک شیخ عبداللہ بن فروخ حضرت امام ابوحنیفہ کا مسلک لے کر آ گئے۔ اھ

مقریزی افریقہ میں مالکی مذہب کی اشاعت کے متعلق فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وصار القضاء فی اصحاب سحنون ذو لا یتصاولون علی الدنیا تصاول الفحول علی الشول صد ۱۲۴

ج ا۔ سحنوی کے لافقہاء محکمہ قضاء پر اس طرح حملہ آور ہوتے جس طرح نر اونٹ مادہ پر۔ اس کے بعد آگے حنفی مذہب کی اشاعت کے متعلق لکھا ہے کہ قاضی ابو یوسف کا مرہون منت ہے۔ اہل حدیث بچارے اس جنگ میں کہاں کامیاب ہوتے جب انہوں نے کسی حکومت کی سرپرستی ہی قبول نہیں فرمائی شعرانی تمام ائمہ سنت کا احترام کرتے ہیں۔ انہیں سب سے عقیدت ہے اس کے اظہار میں وہ بڑے ہی وسیع الظرف ہیں۔ میزان خضری میں امام شافعی سے نقل فرماتے ہیں:

کان رضی اللہ عنہ یقول اهل الحدیث فی کل زمان کالصحابۃ فی زمانهم واذا رایت صاحب حدیث فکانی رایت احدا من اصحاب رسول اللہ صلعم وکان یقول ایاکم والاخذ بالحدیث الذی جاءکم من العراق الا بعد التفتیش ص ۵۷۔ امام شافعی فرماتے تھے۔ اہل حدیث ہر دور میں صحابہ کی طرح ہیں۔ جب میں کسی اہل حدیث کو دیکھتا ہوں میں سمجھتا ہوں میں نے صحابی کو دیکھا اور فرماتے اہل عراق کی حدیث تفتیش کے بغیر مت قبول کرو۔

ابوبکر بن عباس نے فرمایا اهل الحدیث فی اهل الاسلام کالاسلام فی سائر الادیان (صلا ۵ خضری) اہل حدیث اسلامی فرقوں میں اس طرح ہیں جیسے اسلام باقی دینوں میں۔

ابو العباس بن شریح فرماتے تھے اهل الحدیث اعظم درجۃ من الفقهاء صلا ۵۔ اہل حدیث کا درجہ فقہاء سے اونچا ہے۔

امام ابو منصور عبد القاہر بن طاہر بغدادی کی مختلف مذاہب اور فرقوں کے متعلق بڑی جامع کتاب ہے اہل سنت کے مختلف مسالک کا ذکر فرماتے ہیں:۔

والصنف الثانی منهم ائمۃ الفقه من فریقی الرای والحدیث من الذین اعتقدوا فی اصول الدین مذاهب الصفاتیۃ فی اللہ وصفاته الازلیۃ۔ اھ (الفرق بین الفرق ص ۳۰۰) دوسری قسم فقہا کی ہے جن میں اہل الرای اور اہل حدیث دونوں شامل ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات ازلیہ کو بلا تاویل مانتے ہیں اور تشبیہ اور تعطیل کے قائل نہیں۔ اھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی کتاب میں آگے چل کر اہل تصوف کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

کلامھم فی طریقی العبارۃ والاشارۃ علی سمت اھل الحدیث دون من یشتری لھو الحدیث ۔ ان کا انداز گفتگو اور ارشادات اہل حدیث کی طرح ہیں اہل لہو ولعب کی طرح نہیں ۔

اسی طرح ان دونوں فریق کا ذکر صہ ۳۱۴ صہ ۳۰۲ صہ ۱۱۴ صہ ۱۳۱۳ میں مرقوم ہے اس کتاب میں اہلحدیث کا ذکر اکثر مقامات پر آیا کہیں بطور رواۃ حدیث اور کہیں بطور مکتب فکر سے

خذ البطن ھرشا او قفا ھا فانہ

کلا جانبی ھرشا لھن طریق

یہ لوگ دین کا ہر کام کرتے رہے لیکن نہ کسی فرقہ کی تاسیس کی نہ کسی دھڑے کے لیے دعوت دی نہ ہی اشخاص کی محبت ان پر اس قدر غالب ہوئی جس سے دوسرے کی تنقیص لازم آتی ان کی نظر اشخاص سے زیادہ دلایل پر رہی شخصی تنقید سے زیادہ انہوں نے مسایل کی تحقیق فرمائی ۔

امام ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری (۳۳۰ھ) مقالات الاسلامیین میں فرماتے ہیں :

جملۃ ما علیہ اھل الحدیث والسنۃ الاقرار باللہ و ملائکتہ وکتبہ ورسلہ وما جاء من عند اللہ وما رواہ الثقات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یردون من ذالک شیئًا وان اللہ سبحانہ واحد صمد لا الہ غیرہ صہ ۱۲۲۔ اہل حدیث اور ائمہ سنت کا عقیدہ ہے ۔ اللہ تعالی کا اقرار ملائکہ اور فرشتوں اور رسولوں کا اقرار اور کتابوں کا اقرار جو اللہ تعالے نے نازل فرمائیں اور جو ثقہ راویوں نے روایت کیا ۔ اس میں وہ کسی چیز کو رد نہیں کرتے ۔ اللہ تعالے اکیلا اور بے نیاز ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ الخ

اس کے بعد آگے اہل حدیث کے عقاید کا تذکرہ کئی اوراق میں فرمایا ۔ یہ تذکرہ معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقوں کے بالمقابل فرمایا جس کا مطلب ظاہر ہے کہ اہل حدیث ائمہ اعتزال اور متکلمین کے مد مقابل ہیں ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن ندیم نے علماء عراق، ائمہ شوافع، موالک، امام داؤد ظاہری فقہائے شیعہ کے مبسوط تذکرہ کے بعد فقہاء المحدثین واصحاب الحدیث کا تذکرہ فرمایا۔ فن سادس سے قریباً ۲۸ فقہائے حدیث کا تذکرہ فرمایا ان میں امام بخاری، سفیان ثوری، ابن ابی ذئب، سفیان بن عیینہ، ابن ابی عروبہ، اسماعیل بن علیہ، عبداللہ بن مبارک، امام احمد، عثمان بن ابی شیبہ ترمذی، علی بن مدینی، یحیٰی بن معین، ابوداؤد، مسلم وغیرہ علماء کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ظاہر ہے فقہائے حدیث اگر مکتب فکر نہیں پھر انہیں ائمہ عراق وغیرہ سے الگ عنوان کے ماتحت کیوں ذکر فرمایا حالانکہ امام ابوجعفر طحاوی وغیرہ حفاظ حدیث موجود ہیں لیکن ہر حافظ حدیث اہل حدیث نہیں ہو سکتا۔

امام محی الدین یحیٰی بن شرف النواوی صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں:

ان الواجب ضربة للوجه والكفين وهو مذهب عطاء ومكحول والاوزاعي واحمد اسحاق و ابن المنذر وعامة اصحاب الحديث اھ (صحیح مسلم مع شرح ص۱۶۰ ج ۱) تیمم میں چہرے اور ہاتھوں کے لیے ایک ضرب ضروری ہے۔ عطاء مکحول اوزاعی احمد اسحاق اور ابن منذر اور ائمہ اہل حدیث کا یہی مذہب ہے۔

طلاق الحائض کے متعلق فرماتے ہیں کہ مطلق کو رجوع کے لیے کہنا چاہیئے۔ هذا مذهبنا وبه قال الاوزاعي وابوحنيفة وسائر الكوفيين واحمد وفقهاء المحدثين وآخرون۔ ہمارا اور اوزاعی ابوحنیفہ اہل تمام ارباب کوفہ احمد اور فقہاء محدثین اور بعض دوسرے علماء کا بھی یہی خیال ہے اھ صحیح مسلم مع شرح ص ۴۷۵ ج ۱

ذہبی نے طبقات الحفاظ ابو محمد الفضل بن محمد کے تذکرہ میں فرمایا

ولقد كان في هذا العصر وما قاربه من ائمة الحديث النبوي خلق كثير وما ذكرنا عشرهم واكثرهم مذكورون في تاريخي وكذالك كان في هذا الوقت خلق من ائمة اهل الرأي والفروع وعدد من اساطين المعتزلة والشيعة واصحاب الكلام الذين مشوا وراء العقول واعرضوا عما عليه السلف من التمسك بالآثار النبوية وظهر في الفقهاء التقليد وتناقص الاجتهاد اھ (تذكرة الحفاظ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

للذهبی ص۱۲۴ ج ۲) اس زمانہ (۲۸۲ھ) میں ائمہ حدیث کی بڑی تعداد موجود تھی۔ یہاں میں نے ان کا عشر عشیر بھی نہیں لکھا میں نے ان کا مفصل تذکرہ تاریخ اسلام میں کیا ہے۔ اسی طرح ائمہ رائی اور فقہاء فروع اور شیعہ اور معتزلہ سے بھی اہل علم کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ انہوں نے ان لوگوں کے آثار نبویہ اور سلف کی راہ سے اعراض کیا اور فقہا میں تقلید اور تناقض اجتہادات کی گرم بازاری ہوئی۔ اھ

ذھبی اس تذکرہ کے آخر میں فرماتے ہیں۔ "میرا خیال ہے کہ جب کہیں دقت محسوس ہوئی تم ہوا کے گھوڑوں پر سوار ہو کر کہنے لگو گے۔ احمد کون ہے علی بن مدینی کیا ہے۔ ابوزرعہ اور ابوداؤد کی کیا حیثیت ہے یہ لوگ صرف محدث ہیں۔ یہ فقہ نہیں جانتے۔ اصول فقہ سے ناواقف ہیں۔ رائے کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ معانی بیان منطق اور علم البرہان سے ناآشنا ہیں۔ خدا کو دلائل سے نہیں مانتے۔ ذہبی فرماتے ہیں یا تو چپ رہو یا علم کی گفتگو کرو علم وہی ہے جو ان لوگوں کی معرفت آئے۔"

اس مقام پر ائمہ حدیث کا تذکرہ فقہاء مجتہدین کے بالمقابل ذکر فرمایا ہے۔ ان کے تفقہ اور ان کے علم کی حقانیت کا بھی ذکر فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ مستقبل میں تقلید اور تناقض اجتہادات کا دنیا میں فروغ ہو رہا ہے اور علوم حقہ اور اہل فن پر طعن کی راہیں کھل رہی ہیں۔

بقی بن مخلد کے تذکرہ میں مرقوم ہے۔

وقد تعصبوا على بقي لاظهاره مذهب اهل الاثر فدفع عنه امير الاندلس محمد بن عبد الرحمن المروانى واستنسخ كتبه وقال لبقى انشر علمك (ص۱۳۰ ج ۲ تذكرة الحفاظ) بقی بن مخلد نے اہل حدیث اور آثار کے مسلک کا اظہار کیا لوگ ان پر تعصب کرنے لگے۔ اندلس کے امیر محمد بن عبد الرحمن مروانی نے ان کو ہٹایا اور ان کی کتابیں نقل کرائیں اور فرمایا تم اپنے علم یعنی آثار اور احادیث کی اشاعت کرو۔

ابوعبداللہ محمد بن ابی نصر حمیدی کے تذکرہ میں فرمایا

كان ورعا ثقة اماما فى الحديث وعلله ورواته متحققا فى علم التحقيق والاصول على مذهب اصحاب الحديث للموافقة للكتاب والسنة۔ حمیدی پرہیزگار، متقی اور امام تھے۔ حدیث اور رواۃ کے علل کو جانتے تھے اہل حدیث کے مذہب کے مطابق اور کتاب و سنت کی روشنی میں انہوں نے اصول وضع فرمائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام نووی صحیح مسلم کے باب المساقات کی شرح میں فرماتے ہیں وبہ قال مالک والثوری واللیث والشافعی واحمد وجمیع فقہاء المحدثین صلاؔ ج ۲

اس صفحہ میں مرقوم ہے وقال ابن ابی لیلی وابو یوسف ومحمد وسایر الکوفیین وفقہا والمحدثین واحمد وابن خزیمۃ صلاؔ ج ۲۔ مساقات اور مزرعہ کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ مالک' ثوری' لیث' شافعی' احمد اور تمام فقہاء محدثین نے۔ اسی طرح مزارعۃ کے جواز کا فتویٰ دیا ابن ابی لیلی' ابو یوسف' محمد اور تمام علماء کوفہ اور فقہاء محدثین نے اھ ؎

ابواب شفعہ میں امام نووی نے فرمایا:

وقال الحکم والثوری وابو عبید وطائفۃ من اہل الحدیث لیس لہ الاخذ (مسلم صلاؔ جلد ۲)

مندرجہ ذکر علماء اور اہل حدیث کا خیال ہے کہ ہمسایہ کو شفعہ کا حق حاصل نہیں اھ

پڑوسی کی دیوار پر لکڑی رکھنے کے متعلق فرمایا:

والثانی الایجاب وبہ قال احمد وابو ثور واصحاب الحدیث (مسلم صلاؔ ج ۱) احمد' ابو ثور اور اصحاب الحدیث کا خیال ہے کہ ہمسایہ کو دیوار پر لکڑی کی اجازت ضروری ہے۔ اھ

ان تمام مواقع میں اہل حدیث کا تذکرہ مکتب فکر کے طور پر فرمایا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے تیمم کے تذکرہ میں فرمایا وجہ اور کفین پر تیمم کے لیے ایک ضرب جواز کی طرف ذیل کے ائمہ گئے ہیں والیہ ذھب احمد واسحاق وابن جریر وابن المنذر وابن خزیمۃ ونقلہ ابو الجہم وغیرہ عن مالک ونقلہ الخطابی عن اصحاب الحدیث (فتح الباری صلاؔ ج ۱) امام احمد' اسحاق' ابن جریر' ابن منذر' ابن خزیمہ اور امام مالک کا خیال ہے کہ تیمم منہ اور دونوں کف پر کیا جائے۔ خطابی فرماتے ہیں۔ اصحاب الحدیث کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام نووی نے الاسماء واللغات میں امام شافعی کا تذکرہ بڑے دل نشین انداز میں کیا ہے یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تذکرہ کئی اوراق میں پھیلا ہوا ہے۔ اس مقام پر امام محمد بن الحسنؒ کا قول ذکر فرمایا قال محمد بن الحسن رحمہ اللہ ان تکلم اصحاب الحدیث یوماً فبلسان الشافعی صفہ ج ۱۔ اصحاب الحدیث اگر گفتگو کریں تو وہ امام شافعی ہی کی زبان سے ہو گی یعنی امام شافعی کی کتابیں ان کی رہنمائی کریں گی۔

حسن بن محمد زعفرانی فرماتے ہیں:

کان اصحاب الحدیث رقود اً فایقظھم الشافعی (صفہ ج ۱) اہل حدیث سو رہے تھے شافعیؒ نے ان کو جگا دیا۔ امام احمد کے ایک توصیفی ارشاد میں فرمایا:

فھذا قول امام اصحاب الحدیث واھلہ صفہ ج ۱ یہ اہل حدیث کے امام کا قول ہے۔

ان ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل حدیث امام احمد امام شافعیؒ اور امام محمد سے پہلے موجود تھے۔ یہ ائمہ بھی اہل حدیث تھے۔ ان کے علوم سے اہل حدیث کو فائدہ پہنچا۔ ایک مقام پر فرمایا۔ عام علماء اور فقہاء خراسان کی زبان میں امام شافعیؒ کے شاگردوں کا لقب اہل حدیث ہوا۔

تقلید اور جمود کا دور

تقلید اور جمود کی ان تیرہ صدیوں میں کیا کیفیت رہی۔ اس کے متعلق صحیح اور قطعی رائے اور اس کے مدوجزر کا جائزہ لینے کے لیے گہرے اور عمیق مطالعے کی ضرورت ہے۔ ائمہ کی تصریحات اور مذہبی فرقوں کے عروج وزوال کی تاریخ اور مختلف فرق اور ملل ونحل کی کتابوں کے سرسری جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ خیر میں تمام علماء مجتہد نہیں تھے۔ لیکن ائمہ اجتہاد کی کافی تعداد پائی جاتی تھی اور ایسے اہل علم جو درجہ اجتہاد کو تو نہیں پہنچے۔ لیکن مسائل اور دلائل پر بقدر ضرورت ان کی نظر تھی اور ان کی تعداد بھی کافی تھی۔ احادیث کے حفظ کے ساتھ انہیں اللہ تعالیٰ نے تفقہ بھی عطا فرمایا تھا۔ عوام جو دنیوی مشاغل کی وجہ سے علمی مشغلہ نہ رکھ سکے بڑی تعداد میں موجود تھے ان میں سب بوقت ضرورت اپنے بہتر علماء کی طرف توجہ فرماتے۔

ایک عامی آدمی کے لیے یہ تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ مسئلہ دریافت کرنے کے لیے پہلے مجتہد کی تلاش کرے وہ بیچارا اتنا عالم ہوتا تو اسے دوسرے سے پوچھنے کی ضرورت ہی کیوں محسوس ہوتی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ جسے عالم سمجھتے اس سے دریافت کرتے، نہ اجتہاد کا امتحان لیتے نہ مجتہد کا تعین کرتے بلکہ تقلید کی اقسام شخصی اور غیر شخصی سے وہ لوگ ناآشنا تھے۔ جسے قرآن وسنت اور درس وتدریس میں مشغول دیکھتے اس سے دریافت فرماتے۔ دینی فطرت کی بنا پر اطمینان ہو جاتا تو عمل کرتے ورنہ دوسرے عالم کی طرف رجوع کرتے نہ مجتہد کے لیے بے قرار ہوتے نہ کسی ایک عالم کی تعیین فرماتے یہ بالکل فطری اور طبعی سا طریقہ تھا جس کے وہ پابند تھے اس روش کی موجودگی میں فرقہ پرستی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بنا پر فرمایا:

اعلم ان الناس کانوا قبل المائۃ الرابعۃ غیر مجمعین علی التقلید الخالص لمذہب واحد بعینہ اھ (حجۃ اللہ ص۱۲۲) لوگ چوتھی صدی سے پہلے کسی خاص شخص کی تقلید پر جمع نہیں تھے۔ اس کے بعد ابو طالب مکی کی قوت القلوب ص۳۶ ج۲ سے ذکر فرمایا کہ شخصی تقلید اور فقہیات کے مجموعے سب محدث ہیں۔ اس کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ دوسری صدی کے بعد کسی قدر تخریج مسایل کا رواج ہوا چوتھی صدی تک بھی لوگ ایک امام کی تقلید کے پابند نہ تھے۔ اجماعی مسایل میں وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی پابندی فرماتے۔ نماز، روزہ، وضو وغیرہ کے تمام مسایل اپنے شہر کے علماء سے بلا تخصیص دریافت فرما لیتے۔

واذا وقعت لھم واقعۃ استفتوا فیھا ای مفت وجدوا من غیر تعیین مذہب وکان من خبر الخاصۃ انہ کان اھل الحدیث منھم یشتغلون بالحدیث (ص۱۲۲ ج۱) اگر کوئی خاص واقعہ ہو جاتا تو بلا تعیین کسی مفتی سے دریافت فرما لیتے اور خواص کا یہ حال تھا کہ اہل حدیث، حدیث میں مشغول ہوتے۔ احادیث اور آثار صحابہ سے انہیں اتنا ذخیرہ میسر آ جاتا جس سے انہیں کسی اور چیز کی ضرورت نہ رہتی نہ ہی وہ اقوال رجال کی طرف رجوع فرماتے۔ اھ

دوسری صدی تک ائمہ حدیث کا اثر غالب تھا۔ عوام اسی مسلک کے پابند تھے۔ تیسری اور چوتھی صدی میں اس کے ساتھ تقلید کی آمیزش ہونے لگی۔ یہ تقلید از قسم جمود نہ تھی اس کا انداز تلمذ اور درس وتدریس کے اثرات سے زیادہ نہ تھا۔ عقیدت تھی مکمل عصبیت نہ تھی۔ علم کم ہو رہا تھا۔ سنت کے حفظ وضبط سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عوام گھبراتے تھے اور مشہور آئمہ کی آراء اور اجتہادات پر عمل روز بروز بڑھ رہا تھا۔ چوتھی صدی کے اواخر میں تقلید کی رسم عام ہو گئی۔ جمود اور عصبیت کے آثار پیدا ہو گئے۔ ابن حزمؒ، ابن قیمؒ، ابو طالب مکی صاحب قوت القلوب، ابو شامہ مولف المومل اور شاہ ولی اللہ صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ کے ارشادات بھی قریباً اسی طرح ہیں جن کا اوپر تذکرہ ہوا۔

امام ابو جعفر الطحاوی ۳۲۱ھ کی مختصر اور معانی الآثار ملاحظہ فرمائیں۔ امام ابن تیمیہ کو ان کی روش پر اعتراض ہے۔ کہ وہ حنفیت کی نامناسب حمایت فرماتے ہیں۔ ائمہ حدیث کی نظر میں وہ متعصب شمار ہوتے ہیں بیہقی نے سنن کبریٰ معلوم ہوتا ہے انہی کے جواب میں لکھی۔ لیکن آپ ان دونوں کتابوں کو ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ امام طحاوی کی روش آج کے دیوبند سے بالکل مختلف ہے۔ وہ بڑی بے تکلفی کے ساتھ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف فرماتے ہیں۔ کبھی صاحبین کا قول اختیار فرماتے ہیں کبھی ان سے کسی ایک کے ساتھ اتفاق فرماتے ہیں بعض مقامات پر امام شافعی کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں۔ چنانچہ امام صاحب۔ اور صاحبین ضب کو حرام سمجھتے ہیں۔ امام طحاوی فرماتے ہیں

ونحن لانری باکلہ باسا (مختصر الطحاوی ص۲۸۲) ہم گوہ کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ اھ

امام طحاوی اونٹ کے پیشاب اور گھوڑے کو حلال سمجھتے ہیں ص۲۸۲ مختصر الطحاوی۔ یہ چوتھی صدی کے اس امام کا عمل ہے جسے متعصب سمجھا جاتا تھا۔ آج کے حضرات دیوبند غور فرمائیں کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔

غرض پانچویں اور چھٹی صدی میں عصبیت اور جمود کے بادل اور بھی گہرے ہو گئے۔ اور محققین کی شدید قلت محسوس ہونے لگی۔ نمایشی القاب اور فقہی موشگافیاں مدار علم قرار پائیں۔ اور قریباً آٹھویں صدی تک یہ سلسلہ بڑھتا گیا۔ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ بحوالہ سخاوی اور شیخ الاسلام کے لفظ کے استعمال کے متعلق فرماتے ہیں۔

ثم اشتھر بھا جماعۃ من علماء السلف حتی ابتذلت علی راس المائۃ الثامنۃ فوصف بھا من لا یحصی وصار لقبا لمن ولی القضاء الاکبر ولو عری عن العلم والسن فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ ائمہ سلف کے بعد شیخ الاسلام کا لقب آٹھویں صدی ہجری میں ذلیل ہو گیا اور بے شمار نوجوان لوگوں پر بولا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانے لگا جو علم سے بالکل خالی تھے۔ اھ

یہ امام سخاوی کی رائے تھی۔ مولانا عبدالحی فرماتے ہیں۔ فصارت الان لقباً لمن تولی منصب الفتوی وان عری عن لباس العلم والتقوی اھ (الفوائد البہیہ ص۱۰) اب یہ ان لوگوں کا لقب بن گیا جنہیں اتفاقاً فتویٰ نویسی کا موقع مل گیا۔ گو وہ علم و تقویٰ سے کلی طور پر خالی ہوں۔

غرض آٹھویں صدی تک جمود کا مرض چھا گیا اہل حق ضرور موجود تھے لیکن اُن کی آواز کو غیر وقیع کر دیا گیا۔ ان کی کاوشیں نہاں خانوں کی نذر ہو گئیں۔ اگر کہیں موقع ملا تو بعض کتابیں نذر آتش کر دی گئیں۔ لوگوں کو ان کے مطالعہ سے روکا گیا اور ایسے لوگوں کو شدید سزائیں دی گئیں، قید کیا گیا، کوڑے لگائے گئے۔ آٹھویں صدی کے پس وپیش کچھ تیز اور تند آوازیں اس جمود کے خلاف اُٹھیں بعض مجددین نے ارباب جمود کے ساتھ وقت کی حکومت کو بھی جھنجوڑ کر رکھ دیا جو اپنی سیاسی مصالح کی بنا پر ان غلط نواز حضرات کی ہاں میں ہاں ملا دیتے تھے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، حافظ ابن القیم، علامہ ابن دقیق العید ان بزرگوں نے اس جامد فضا میں ارتعاش پیدا کر دیا اور اصلاح کے ہمہ گیر پروگرام کی طرف متوجہ کر دیا۔ ان حضرات نے پھر سے مسلک اہل حدیث سے پردہ اٹھایا۔ ائمہ حدیث اور فقہاء محدثین کی روش سے عوام کو آگاہ کیا ان کی کتابوں میں مسلک اہل حدیث کا تذکرہ بار بار آیا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ منہاج السنہ میں فرماتے ہیں :۔

ومن اهل السنة مذهب معروف قبل ان يخلق الله ابا حنيفة ومالكا والشافعي واحمد فانه مذهب الصحابة تلقوه عن نبيهم ومن خالف ذالك كان مبتدعا عند اهل السنة والجماعة (ص۲۵۶ ج۲) اہل سنت کا ایک مسلک ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی پیدائش سے بھی پہلے دنیا میں موجود تھا وہ صحابہ کا مذہب تھا جو انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سیکھا جو اس کے خلاف ہو وہ بدعتی ہے۔ اھ

افعال باری کے ذکر میں فرمایا :۔

وهذا جواب كثير من الحنفية والحنبلية والصوفية واهل الحديث ص۱۶۹ یہی جواب ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکثر احناف، حنابلہ اور صوفیہ اور اہل حدیث کا۔ اھ

چند سطر کے بعد فرمایا:۔

فان اهل الحديث من اعظم الناس بحثا عن اقوال النبي صلى الله عليه وسلم وطلبا العلمها و ارغب الناس في اتباعها (ص۱۶۹ ج ۲) اہل حدیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی سب سے زیادہ تلاش کرتے ہیں اور اس کے اتباع کے لیے ان کو بے حد رغبت ہے۔ اھ

فهم (اهل الحديث) في اهل الاسلام كاهل الاسلام في الملل يومنون بكل رسول وبكل كتاب لايفرقون بين احد من رسل الله ولم يكونوا من الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعا (ص۹ ج نقض المنطق ص۳۳) اہل حدیث اسلامی ممالک میں ایسے ہیں جیسے اسلام تمام مذاہب میں ہر رسول اور ہر کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور قطعی تفریق نہیں کرتے۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

واما اهل الحديث والسنة والجماعة فقد اختصموا باتباع الكتاب والسنة الثابتة عن نبيهم صلى الله عليه وسلم في الاصول والفروع (ص۲۱ ج ۲) اہل حدیث اور اہل سنت والجماعت کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اصول اور فروع میں کتاب وسنّت کا اتباع کرتے ہیں۔

اس کے بعد مختلف گروہوں کے اختلافات کا ذکر فرما کر فرمایا:

ثم بعد ذالك اختلاف اهل الحديث وهم اقول الطوائف اختلافا في اصولهم (ص۱۱ ج) اہل حدیث کا اصول وعقاید میں بہت کم اختلاف ہے۔ یہاں اہل حدیث کا تذکرہ علماء عقاید کے ضمن میں آیا ہے کہ ان لوگوں میں اختلاف بہت ہی کم ہے۔

اس موضوع کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے شیخ الاسلام نے لکھا ہے:

فليس الضلال والبغي في طائفة من طوايف الامة اكثر منه في الرافضة كما ان الهدى والرشاد والرحمة ليس في طائفة من طوايف الامة اكثر منه في اهل الحديث (ص۱۲۲ ج ۲) سب سے زیادہ بے راہ روی روافض میں ہے اور سب سے زیادہ نیکی اہل حدیث میں پائی جاتی ہے۔ اھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منہاج السنہ میں سرسری نظر سے اہل حدیث کا تذکرہ جابجا ملتا ہے۔ استیعاب سے دیکھا جائے تو پوری کتاب اہل حدیث کے ذکر خیر سے بھرپور ہے۔ شیخ الاسلام نے اپنی کتاب نقض المنطق کا آغاز ہی سوال سے کیا ہے پوری کتاب اس سوال کے جواب ہی میں ہے۔

سوال

اعتقادات میں متاخرین اور سلف کے مذہب کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے اور ان دو قول سے آپ اپنی نسبت کس کی طرف کرتے ہیں، اور مسلک اہل حدیث کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ وہ حق پر ہیں یا ان کے مخالف؟ فرقہ ناجیہ سے کیا مراد ہے؟ ایمہ اہل حدیث کے بعد کوئی ایسے علوم ہوئے ہیں جسے وہ نہ جانتے ہوں۔ جو لوگ منطق کو فرض کفایہ کہتے ہیں کیا یہ درست ہے؟

پوری کتاب ۲۱۱ صفحات پہ پھیلی ہوئی ہے یہ اسی سوال کا جواب ہے۔ ابتداء میں شیخ الاسلام نے صفات باری میں تفویض کا ذکر فرمایا۔ تشبیہ تجسیم اور تعطیل کی نفی فرمائی اور فرمایا اس باب میں ایمہ اربعہ اور اہل سنت کا وہی مذہب ہے جو اہل حدیث کی طرف منسوب ہے۔ اعتزال تجہم تعطیل و تشبیہ اور تجسیم کی راہیں بدعت کی ہیں۔ فلاسفہ اور متکلمین کے مد مقابل عقل و نقل ہیں جس جماعت نے ان بدعات کا صدیوں مقابلہ کیا وہ اہل حدیث ہی تھے۔ امام اسماعیل بن عبدالرحمن صابونی ۴۴۹ھ کا قول ذکر فرمایا:

ان اصحاب الحديث المتمسكين بالكتاب والسنة يعرفون ربهم تبارك وتعالى بصفاته التي نطق بها كتابه وتنزيله وشهد له بها رسوله على ما وردت به الاخبار الصحاح ونقله العدول الثقات ولا يعتقدون تشبيها لصفاته بصفات خلقه ولا يكيفونها تكييف المشبه ولا يحرفون الكلم عن مواضعه تحريف المعتزلة والجهمية الخ (ص۲ نقض المنطق) اہل حدیث کتاب و سنت سے تمسک کرتے ہیں۔ خدا کی وہی صفات بیان کرتے ہیں جو کتاب و سنت میں آئی ہیں یا صحیح احادیث میں ثقات سے منقول ہیں نہ اس میں تشبیہ ہے نہ کیفیت کا بیان نہ معتزلہ اور جہمیہ کی طرح تحریف اھ

○

اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔ "اہل حدیث اچھی باتوں میں تمام لوگوں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ متفق ہیں بعض چیزوں میں عام لوگوں سے ممتاز ہیں ۔ ان کے مخالف معقول، منقول، قیاس، رائے، کلام، نظر واستدلال، حجت، مجادلہ، مکاشفہ، وجد و ذوق وغیرہ سے اہل حدیث کا مقابلہ کریں تو اہل حدیث ان تمام طریقوں میں ان سے بدرجہا بہتر اور اعلیٰ ہیں "۔ آخر میں فرمایا :

وھذا ھو للمسلمین بالنسبۃ الی سائر الامم ولاھل السنۃ والحدیث بالنسبۃ الی سائر الملل صہ

مسلمانوں میں یہ ذہانت اور یہ خوبیاں تمام امتوں سے زیادہ ہیں ۔ اہل حدیث میں باقی تمام مذاہب سے زیادہ اھ، صدلا سے صد۱۱ تک فرمایا ۔ ایمہ اربعہ اور باقی تمام فقہاء محدثین کو دنیا میں اس لیے برتری حاصل ہے کہ وہ ایمہ اہل حدیث اور سنت کے موافق تھے ـــــــ اسی طرح بدعتی فرقوں کا حال ہے جہاں تک وہ اہل حدیث کے موافق ہیں ان کی تعریف کی گئی ہے اور جہاں تک وہ اہل حدیث کے مخالف ہیں علمی حلقوں میں مذمت کی گئی ہے (گویا حق و باطل کا معیار ہمیشہ اہل حدیث رہے ہیں)

شیخ الاسلام اسی لقب کی وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :-

ونحن لا نعنی باھل الحدیث المقتصرین علی سماعہ او کتابتہ او روایتہ بل نعنی بھم کل من کان احق لحفظہ ومعرفتہ وفھمہ ظاھرا وباطنا واتباعہ باطنا وظاھرا وکذالک اھل القرآن رصلہ نقض المنطق ،

اہل حدیث اور اہل قرآن سے ہماری مراد وہ لوگ نہیں جو صرف حدیث کے سماع یا روایت یا کتابت تک ہی محدود ہوں بلکہ مراد وہ لوگ ہیں جو حدیث کے حافظ، اس کے مفہوم کو ظاہری اور باطنی طور پر پوری طرح سمجھتے ہوں اور پوری طرح اس کا اتباع بھی کرتے ہوں ۔ یعنی ان میں بصیرت اور تفقہ بدرجہ اتم موجود ہے ۔ صدلا پر لکھتے ہیں :-

ان علامۃ الزنادقۃ تسمیتھم لاھل الحدیث حشویۃ بے دین لوگ اہل حدیث کو لفظ پرست اور حشوی کہتے ہیں ۔ اھ

اس کے بعد فرمایا :- ففقھاء الحدیث لخبیر بالرسول من فقھاء غیرھم وصوفیتھم اتبع للرسول من صوفیۃ غیرھم وامراءھم بالسیاسۃ النبویۃ من غیرھم وعامتھم احق بموالات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرسول من غیرھم رصلہ نقض المنطق) فقہاء اہل حدیث دوسرے فقہاء سے حدیث کو زیادہ سمجھتے ہیں۔ دوسرے صوفیوں سے اہل حدیث صوفی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زیادہ اطاعت گزار ہیں اہل سیاست نبوی سیاست کو دوسرے امراء سے بہتر سمجھتے ہیں ان کے عوام دوسرے فرقوں کے عوام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ محبت رکھتے ہیں۔ اھ

ابن ابی قتیلہ نے اہل حدیث کے متعلق کہا قوم سوء۔ امام احمد ناراض ہوئے اور تین دفعہ فرمایا یہ زندیق ہے۔ ایک جگہ فرمایا علماء اہل حدیث کا مخالف منافق ہے یا جاہل صہ۸۵

پھر ارشاد فرمایا" انتباہ ضروری ہے کہ جو آدمی کسی طرح بھی سمجھے کہ کوئی گروہ امور غیبیہ کے حقائق کو اہل حدیث سے بہتر سمجھتا ہے۔ یا اللہ پر ایمان اور واجب الوجود اور نفس ناطقہ اور تزکیہ کو زیادہ جانتا ہے اس میں نفاق کی بو ہو گی" صہ۱۱۵

والثانی انا ذکرنا من نقل مذھب السلف من جمیع طوایف المسلمین من طوایف الفقہاء الاربعۃ ومن اھل الحدیث والتصوف واھل الکلام کالاشعری صہ۱۳۵ ہم نے سلف کے مسلک کی نقل مسلمانوں کے تمام گروہوں میں سے کی ہے فقہاء، مذاہب اربعہ، اہل حدیث، اہل تصوف اور متکلمین وغیرہ۔ اھ

پوری کتاب میں اسی انداز سے مسلک اہل حدیث کا ذکر فرمایا ہے۔ کتاب سے ظاہر ہوتا ہے یہ پرانا اور اہم مکتب فکر ہے جس کے تحقیقی کارنامے فقہ، تصوف، حدیث، اصول حدیث، اصول فقہ، کلام، تجوید غرض علوم کے تمام گوشوں میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

القواعد النورانیہ

شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) نے نقض المنطق میں متکلمانہ انداز سے مختلف فیہ مسائل کا ذکر فرمایا ہے۔ فقہی فروع میں ان کی کتاب القواعد النورانیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں فقہی مکاتب فکر کے اختلافی مسائل اور فقہاء محدثین کے فقہیات پر محققانہ بحث فرمائی ہے۔ اس میں مسلک اہل حدیث کا تذکرہ بطور مکتب فکر بار بار فرمایا ہے۔ کتاب کے شروع ہی میں اہل کوفہ اور اہل حجاز کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہی نظریات کے تذکرہ میں اہلحدیث کا بھی ذکر فرماتے ہیں۔ اہل مدینہ کے متعلق فرمایا وہ ہر مُسکر کو حرام سمجھتے ہیں لیکن کھانے کی چیزوں کے متعلق ان کی رائے مختلف ہے۔ وہ شکاری اور غیر شکاری سب پرندوں کو حلال سمجھتے ہیں حشرات الارض کے متعلق بھی ان کی قریباً یہی رائے ہے ایک روایت میں حلال اور ایک روایت میں وُہ انہیں مکروہ سمجھتے ہیں۔ فقہاء کوفہ کی رائے مشروبات کے متعلق اہل مدینہ سے مختلف ہے وہ خمر صرف انگور کی شراب کو سمجھتے ہیں اور باقی مسکرات کو تھوڑی مقدار میں استعمال کرنا جائز سمجھتے ہیں اور کھانے کے متعلق یہ حضرات متشدّد ہیں۔ گھوڑے اور ضب کو حرام سمجھتے ہیں۔ شیخ الاسلام اہل حدیث کے متعلق فرماتے ہیں :-

ومذهب اهل الحديث فى هذا الاصل العظيم الجامع وسط بين العراقيين والحجازيين ص۱ (القواعد النورانيه) اسی نسق میں شیخ فرماتے ہیں :-

فاخذ اهل الحديث فى الاشربة بقول اهل المدينة وسائر اهل الامصار موافقة للسنة المستفيضة عن النبى صلى الله عليه وسلم واصحابه فى التحريم ص۳

اہل حدیث نے اشربہ کے متعلق اہل مدینہ اور باقی مسلم ممالک کے عمل کو سنت مشہورہ کے موافق حرام سمجھا۔ اس کے بعد چند سطور میں اس کی تفصیل ذکر کرنے کے بعد فرمایا :-

واخذوا فى الاطعمة بقول اهل الكوفة لصحة السنن عن النبى صلى الله عليه وسلم بتحريم كل ذى ناب من السباع وكل ذى مخلب من الطيور وتحريم لحوم الحمر ص۳ اور کھانے کے متعلق ائمہ اہل حدیث نے اہل کوفہ کے مذہب کو سنت کے مطابق پایا۔ اڑنے والے اور جنگلی درندوں اور اہلی گدھوں کو حرام تصوّر فرمایا اھ

ان کی نظر میں قرآن اور احادیث کی ایک ہی حیثیت ہے۔ آخر میں فرمایا اہل حدیث نے ان مسایل میں اہل مدینہ اور اہل کوفہ سے کلّی اتفاق نہیں فرمایا بلکہ گھوڑے اور ضب وغیرہ کو حدیث کی بناء پر حلال فرمایا ہے اور اہل مدینہ کے ساتھ بعض اشربہ میں اختلاف کیا ہے۔ اس کے بعد شیخ نے ان مسائل میں مذہب اہل حدیث کا تفصیلی تجزیہ فرمایا ہے جسے طوالت کی وجہ سے نظر انداز کر دیا گیا ہے مضمون پھیلتا جا رہا ہے اس کو مختصر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کے لیے "قواعد نورانیہ" کے صفحات لکھے جا رہے ہیں جہاں شیخ الاسلام نے اس مکتب فکر کا بطور مکتب ذکر فرمایا ہے۔ عبارات اور ترجمہ دونوں نظر انداز کر دیئے گئے ہیں۔

صفحات کے نمبر یہ ہیں ۱۰، ۱۱، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۲۱، ۲۲، ۲۳

شیخ الاسلام نے کہیں اہل حدیث، کہیں فقہاء اہل حدیث کا ذکر فرمایا ہے اور یہ تذکرہ دوسرے مکاتب فکر ہی کی طرح آیا ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی نے مسلک اہل حدیث کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے:۔

فهم حملة علمه ونقلة دينه وسفرته بينه وبين امته وامناءه فى تبليغ الوحى منه فحرى ان يكونوا اولى الناس به فى حياته ووفاته وكل طائفة من الامم مرجعها اليهم فى صحة حديثه وسقيمه ومعولها عليهم فيما يختلفون فى امره ثم كل من اعتقد مذهبا فالى صاحب مقالة التى احدثها ينتسب والى رايه يستند الا اصحاب الحديث فان صاحب مقالتهم رسول الله صلى الله عليه وسلم فهم اليه ينتسبون والى علمه يفزعون وبرايه يقتدون وبذلك يفتخرون الخ (صون المنطق والكلام ص ۱۱۰)

اہل حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے حامل ان کے دین کے ناقل ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اُمت کے درمیان سفیر ہیں اور ان کی وحی کی تبلیغ میں اُن کے امین ہیں، وہ موت اور زندگی میں آپ کے قریب ہیں، تمام گروہ حدیث کی صحت اور سقم میں ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور اپنے اختلاف میں اُن کی رائے پر اعتماد کرتے ہیں، ہر صاحب مذہب اپنی نسبت اپنے امام کی طرف کرتا ہے اور اس کے مقالات کو اپناتا ہے لیکن اہل حدیث اپنا تعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بتاتے ہیں اور آپ ہی کے مقالات سے استناد کرتے ہیں۔ انہی سے استدلال کرتے ہیں۔ ان کے دل کی بے قراریاں آپ ہی کے لیے ہیں۔ آپ ہی کی اقتدار کرتے ہیں۔ آپ ہی کی ذات گرامی پر فخر کرتے ہیں۔ ان کی نسبت قرآن کی طرف ہے کیونکہ وہ احسن الحدیث ہے اور حدیث کی طرف بھی اس لیے کہ وہ اُس کے حافظ اور حامل ہیں آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فھی الطائفۃ المنصورۃ والفرقۃ الناجیۃ والعصبۃ الھادیۃ والجماعۃ العادلۃ المتمسکۃ بالسنۃ التی لاتزید برسول اللہ بدیلا ولا قولہ تبدیلا ولا عن سنۃ تحویلا ص۱۱ طائفہ منصورہ، فرقہ ناجیہ، المحدث کا گروہ، عادل جماعت جس نے سنت سے تمسک کیا کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بدل نہیں سمجھتے نہ آپ کے قول اور سنت میں کوئی تبدیلی کرتے ہیں۔ اھ

سیوطی نے حافظ منۃ اللہ بن حسن ابو القاسم لامکانی کی کتاب اصول السنۃ سے یہ تلخیص فرمائی ہے الانتصار لاھل الحدیث سمعانی ۴۸۹ھ کے حوالے سے نقل فرمایا:-

قد لھج بذم اصحاب الحدیث صنفان اھل الکلام واھل الرای فھم فی وقت یقصد ونھم بالثلب والعیب وینسبونھم الی الجھل وقلۃ العلم (صون المنطق ص۱۴۷) متکلمین اور اہل الرائے کی زبانیں اہلحدیث کے خلاف چلتی رہتی ہیں وہ انہیں کم علم اور جاہل کہتے ہیں اور ان کی عیب جوئی کرتے رہتے ہیں۔ اھ

خبر واحد کے متعلق فرمایا کہ اس سے علم حاصل ہوتا ہے ھذا قول عامۃ اھل الحدیث والمتیقنین من القائمین علی السنۃ وانما ھذا القول الذی یذکوان خبر الواحد لایفید العلم بحال ولا بد من نقلہ بطریق التواتر لوقوع العلم شئ اخترعتہ القدریۃ والمعتزلۃ وکان قصدھم منہ رد الاخبار وتلقفتہ بعض الفقھاء الذین لم یکن لھم فی العلم قدم ثابت (صلاا صون المنطق) خبر واحد کی حجیت اور مفید علم ہونا اہل حدیث اور ارباب سنت کا قول ہے اور خبر واحد کا غیر مفید ہونا اور خبر کے مفید علم ہونے کے لیے تواتر کی شرط، یہ معتزلہ اور قدریہ کا اختراع ہے جس سے ان کا مقصد احادیث کے رد کے سوا کچھ نہیں۔ بعض کم علم فقہاء نے ان سے یہ مسئلہ سیکھ لیا۔ اھ

یہ کتاب کئی کتابوں کی تلخیص ہے۔ اس میں سیوطی نے بڑی کثرت سے اہل حدیث مکتب فکر کا ذکر فرمایا ہے صفحہ ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۸، ۱۷۱ یہ کتاب حافظ سیوطی نے منطق اور کلام کی اغلاط کے متعلق لکھی ہے ائمہ سنت کی کئی کتابوں کی تلخیص فرمائی اور جابجا مسلک اہل حدیث کا ذکر کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فقہاء حنفیہ سے اصول فقہ میں جہاں جہاں لغزش ہوئی ہے۔ وہ دراصل معتزلہ کا اثر ہے کیونکہ فقہاء عراق ابتداء میں معتزلہ سے متاثر ہوگئے تھے۔ ان حضرات ہی نے بعض کتابیں اصول فقہ پر لکھیں جن میں جابجا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتزال کا اثر پایا جاتا ہے الجواھر المضیہ اور الفوائد البہیہ میں ایسے بہت سے احناف کا ذکر فرمایا ہے جو اعتزال سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ متاخرین علماء اصول زیادہ تر انہی حضرات پر اعتماد فرماتے ہیں آجکل کی درسیات اصول فقہ میں اعتزال ہی کا اثر ہے بیچارے ملا جیون اور علامہ نظام الدین شاشی معتزلہ ہی کے خوشہ چین ہیں۔

حافظ ابن قتیبہ دینوری ۲۷۶ھ نے مسلک اہل حدیث کی حمایت میں مستقل کتاب لکھی ہے تاویل مختلف الحدیث فی الرد علی اعداء اھل الحدیث۔ اس میں حدیث اور اہل حدیث دونوں کا دفاع فرمایا ہے صد ۸۰

ذکر اصحاب الحدیث قال ابو محمد فاما اصحاب الحدیث فانھم التمسوا الحق من وجھتہ و تتبعوا من مظانہ وتقربوا من اللہ تعالیٰ باتباعھم سنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وطلبھم لآثارہ واخبارہ برا وبحرا شرقا وغربا (الی ان قال) وعرفوا من خالفھا من الفقہاء الی الرای فنبھوا علی ذالک حتی نجم بعد ان کان عافیا وبسق بعد ان کان دارسا واجتمع ان کان متفرقا وانقاد للسنن من کان عنھا معرضا وتنبہ علیھا من کان عنھا غافلا وحکم بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ان کان یحکم بقول فلان وفلان وان کان فیہ خلاف علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اھ اہل حدیث نے حق کی تلاش اس کے اصل مقام سے کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار اور سنن سے اللہ کا قرب تلاش کیا۔ اور احادیث کی تلاش میں خشکی اور سمندر مشرق اور مغرب کے سفر کیے۔ ایک ایک حدیث کی تلاش میں طویل سفر کیے تاکہ اصل راویوں سے حدیث سن سکیں اور بحث و تنقید سے صحیح، ضعیف اور منسوخ کا پتہ چلایا اور فقہاء اور اہل الرائے کی مخالفت پر بھی متنبہ کیا۔ یہاں تک کہ حق ظاہر ہو گیا۔ متفرق احادیث جمع ہو گئیں اور جو لوگ فلاں فلاں کی اطاعت کرتے تھے وہ حق کی اطاعت کرنے لگے۔ اھ

ایک مقام میں فرمایا کہ لوگوں نے اہل حدیث کے مختلف نام رکھے لیکن نام کے بے محل استعمال سے صحیح نہیں ہو سکے صیقل کرنے والا موچی نہیں کہلا سکتا نہ ہی بڑھئی کو لوہار کہا جا سکتا ہے یعنی اہل حدیث کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حشوی یا ظاہری کہا جائے تو وہ حشوی یا ظاہری نہیں ہوگا۔ نام کی کچھ حقیقت ہوتی ہے جس پر وہ بولا جاتا ہے:

○

علامہ ابوبکر محمد بن حسن بن فورک (۴۰۶ھ) نے مشکل الحدیث میں ملحدین کے تذکرہ میں تعارف کے طور پر فرمایا:

وخصوا بتقبيح ذالك الطائفة التي هي الظاهرة بالحق لسانا وبيانا وقهرا وعلوا وامكانا الطاهرة عقائدها من شوائب الاباطيل وشوائن البدع والاهواء الفاسدة وهي المعروفة بانها اصحاب الحديث (ص۳) ان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اس گروہ کی تنقیص کرتے ہیں جن کی زبان بیان پر ظاہراً باطناً حق غالب ہے۔ ان کے عقائد بدعات اور اباطیل سے پاک ہیں وہ اصحاب الحدیث کے نام سے مشہور ہیں۔ اھ۔

اس کے بعد ان کی دو قسمیں کی ہیں۔ ایک جن کا مشغلہ اسانید اور ان کے متون کا ضبط ہے۔ اور دوسرے وہ جو ابواب علل اور قیاس و نظر سے احادیث میں بحث کرتے ہیں۔ اھ۔

اسی طرح ابوالفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی (۵۴۸ھ) نے ملل والنحل میں اسی مکتب فکر کا ذکر فرمایا۔

حافظ ابن حزم اندلسی الظاہری (۴۵۶ھ) گو ظاہری ہیں لیکن وہ اپنے آپ کو اہل حدیث شمار فرماتے ہیں تقلید و جمود پر سختی سے تنقید فرماتے ہیں۔ اپنے وقت کے مالکی علماء و صحابہ کے فروعی اختلافات کے متعلق فرمایا

فاما اجتمعوا عليه فنحن الذين اتبعوا اجماعهم ولله الحمد كثيرا وانما خالف اجماعهم من دعى الى التقليد انسان بعينه كما فعل هولاء في تقليدهم ما لكا دون غيره ولم يكن قط في الصحابة ولا في التابعين ولا في القرن الثالث واحد مما فوقه فعل هذا الفعل ولا اباحه لفاعل اھ

التعنيف ص۸۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر صحابہ کا کسی مسئلہ پہ اجماع ہو تو ہم بحمد اللہ اسے قبول کرتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں نے تقلید شخصی کی دعوت دی۔ ان لوگوں نے اجماع کی مخالفت کی ہے جس طرح مالکیوں نے صرف امام مالک کی تقلید کی۔ صحابہ، تابعین اور تیسری صدی تک کوئی آدمی نہیں جس نے یہ فعل کیا ہو یا اس کو جائز کہا ہو۔ اجماع کے مخالف دراصل وہی لوگ ہیں جو تقلید شخصی کی دعوت دیتے ہیں۔ حافظ ابن حزم کی الاحکام، محلّٰی، الفصل وغیرہ اسی مواد سے بھری پڑی ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) کے تجدیدی کارناموں سے ساتویں اور آٹھویں صدی دونوں متاثر تھیں۔ شیخ کی آواز مدارس اور ایوان حکومت میں یکساں گونجتی تھی۔ شیخ کی تنقید سے حکومت کے دربار لرزتے تھے۔ صوفیوں کی خانقاہیں شیخ کے اصلاحی پروگراموں کے سامنے جھکتی تھیں۔ بغرض شیخ کے اصلاحی کارنامے زندگی کے ان تمام گوشوں پر اثر انداز تھے جن کا دین سے کچھ بھی تعلق تھا۔

شیخ کا حلقۂ درس بھی کافی وسیع تھا۔ دعوت و تبلیغ کی مساعی بھی ہمہ گیر تھیں۔ شیخ کے تلامذہ اور رفقاء کا حلقہ بھی اسی طرح وسیع تھا۔ حافظ ابن القیم الجوزی، حافظ جلال الدین المزی، حافظ ذہبی، حافظ عماد الدین ابن کثیر، محمد بن احمد عبدالہادی مقدسی وغیرہ کبار ائمہ، امام کے علوم سے مستفیض تھے۔ یقیناً شیخ الاسلام کا اثر شیخ کے بعد برسوں قائم رہا ہوگا۔

شیخ کے تلامذہ سے ابن القیم، ان کے تلامذہ سے شیخ محمد بن یعقوب فیروز آبادی (۸۱۷ھ) صاحب قاموس ان کے تلامذہ سے حافظ ابن حجر (۸۵۲ھ) احمد بن علی المقریزی (۸۴۵ھ) المورخ ایسے ائمہ کو ان سے استفادہ کا موقع ملا۔ پھر حافظ ابن حجر کے تلامذہ میں یہ اثر قائم رہا اور تحقیق کی یہ شمع جلتی رہی۔ اور جمود کا اثر غالب نہ ہو سکا۔ گو دونوں نظریات میں تصادم کے آثار ملتے ہیں، حافظ سیوطی (۹۱۱ھ)، شیخ علی المتقی (۹۷۵ھ) شیخ عبدالوہاب المتقی، شیخ محمد طاہر پٹنوی صاحب مجمع البحار اور حضرت شیخ احمد بن عبدالاحد المجدد السرہندی (۱۰۳۴ھ) قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی (۱۲۲۵ھ) مرزا مظہر جان جاناں (۱۱۹۵ھ)، فاخر الہ آبادی (۱۱۶۴ھ) حضرت شاہ ولی اللہ (۱۱۷۶ھ) شاہ عبدالعزیز (۱۲۳۹ھ) شاہ اسماعیل (۱۲۴۶ھ) شہید رحمۃ اللہ علیہم ماحول کی وجہ سے حنفیت کی طرف معمولی رجحان کے باوجود

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان میں سے کوئی بھی تقلید اور جمود کا داعی نہیں بلکہ ہندوستان اور پاکستان میں تقلید و جمود کے خلاف جو جذبہ اس وقت کارفرما ہے۔ اس کے مؤسس و بانی در اصل یہی مقدس حضرات ہیں رحمۃ اللہ علیہم۔ ان تمام اعلام کے ارشادات کے تذکرے سے مضمون اور بھی واضح ہو گا۔ ان بزرگوں کے کارنامے اور علمی نوشتے اہل علم کی نظروں سے پوشیدہ نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ، الانصاف، عقد الجید، الخیر الکثیر، تفہیمات اول و ثانی، المقالۃ الوضیہ اور الانتباہ وغیرہ میں اس موضوع پر اتنا لکھا ہے کہ اس سے زیادہ لکھنا مشکل ہے ——— حجۃ اللہ البالغہ ص۱۵۴ ج ۱ عز بن عبد السلام سے نقل فرمایا:۔

ومن العجب العجیب ان الفقھاء المقلدین یقف احدھم علی ضعف ماخذ امامہ بحیث لا یجد لضعفہ مدفعا وھو مع ذالک یقلدہ فیہ ویترک من شھد الکتاب والسنۃ والاقیسۃ الصحیحۃ لمذھبھم جمودا علی تقلید امامہ بل یحیل لدفع ظاھر الکتاب والسنۃ ویتأولھا بالتاویلات البعیدۃ الباطلۃ نضالا عن مقلدہ وقال لم یزل الناس یسئلون من اتفق من العلماء من غیر تقیید لمذھب ولا انکار علی احد من السائلین الی ان ظھرت ھذہ المذاھب ومتعصبوھا من المقلدین۔ تعجب ہے کہ فقہاء مقلدین کو اپنے امام کے ماخذ کا ضعف بھی معلوم ہو جاتا ہے اور اس کی مدافعت بھی نہیں کر سکتا۔ اس کے باوجود اس کی تقلید کرتا ہے۔ اور ظاہر کتاب و سنت اور قیاس صحیح کو ترک کر دیتا ہے۔ اور کتاب و سنت کو ٹالنے کے لیے بہانے بناتا ہے کہ اپنے امام کو بچا سکے۔ لوگ ہمیشہ حسب اتفاق علماء سے دریافت کرتے رہے یہاں تک کہ مروجہ مذاہب اور متعصب لوگ پیدا ہو گئے جو امام کو پیغمبر کی طرح سمجھتے ہیں۔ اھ

ایک اور مقام پر فرمایا۔ یہ لوگ دوسرے مسلک کے مفتی سے فتویٰ پوچھنا جائز نہیں سمجھتے اور نہ ہی اقتدار کی اجازت دیتے ہیں۔ یہ صحابہ، تابعین اور قرون اولیٰ کے اجماع کے خلاف ہے ص۱۵۴ ج ۱ حجۃ اللہ۔

حجۃ اللہ ص۱۲۲ ج ۱ میں فرمایا:

وکان صاحب الحدیث ایضا قد ینسب الی ھذہ المذاھب لکثرۃ موافقتہ لہ کالنسائی والبیھقی ینسبان الی الشافعی اھ طبقات کی کتابوں میں یعنی بعض اہل حدیث علماء کو مروجہ مذاہب کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف نسبت کرایا جاتا ہے اس لیے کہ اس کی تحقیق ان سے موافق ہو جاتی ہے جیسے نسائی اور بیہقی، لوگ انہیں شافعی کہتے ہیں حالانکہ وہ اہل حدیث ہیں۔ اھ

شاہ صاحب نے تفہیمات میں فرمایا۔ فقہ حنفی و شافعی کو ملا کر کتاب و سنت پر عرض کرنا چاہیے۔ جو موافق ہو اس پر عمل کیا جائے۔ ورنہ مختلف فیہ مسائل کو روایات کے طور پر قبول کر لیا جائے۔ شاہ صاحب عملی فروع میں بھی عموماً شوافع کی طرف جھکتے ہیں۔ آمین بالجہر، رفع الیدین، زیارت قبور، قرأت فاتحہ وغیرہ میں شافع مذہب کو راجح سمجھتے ہیں۔ خیر کثیر میں تو امام شافعیؒ کی عجیب انداز سے تعریف فرمائی ہے۔

اما المتعمقون فی الرای فلیسوا من اھل السنة فی شیئ وا ماھذہ المذاھب الاربعة فاقربھا الی السنة مذھب الشافعی المنقح والمصنف وکان نظرہ تصل الی حقیقة العلل والاسباب۔ اھ خیر کثیر ص ۱۲۴) رائے اور قیاس میں غالی قسم کے لوگ یہ قطعاً اہل سنت نہیں ہیں۔ اور مذاہب اربعہ سے امام شافعی کا مسلک سنت سے زیادہ قریب ہے۔ ان کی نظر اسباب و علل پر زیادہ گہری ہے۔ اھ

تفہیمات ج ۲ ص ۲۴۰ پہلے عقائد کا ذکر فرمایا اور تاکید فرمائی ہے: تاویل سے بچ کر مسلک سلف کا اتباع کیا جائے فروع کے متعلق فرمایا۔

ودر فرع پیروی علماء محدثین کہ جامع باشند میان فقہ و حدیث کردن و در تفریعات فقہیہ را بر کتاب وسنت عرض نمودن و آنچہ موافق باشد در حیز قبول آوردن والا کالای بدر یش خاوند دادن امت را ہیچ وقت از عرض مجتہدات بر کتاب وسنت استغنا حاصل نیست وسخن متقشفہ فقہار کہ تقلید عالمے را دست آویز ساختہ تتبع سنت را ترک کردہ اند شنیدن و بدیشان التفات نہ کردن وقربت خدا جستن بدوری اینان اھ

"فروع میں فقہاء محدثین کی پیروی کرنا، فقہی جزئیات کو کتاب و سنت پر پیش کرنا، موافق کو قبول کرنا، مخالف پھینک دینا، امت کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ اجتہادیات کو کتاب و سنت پر پیش کریں اور خشک فقیہ جن کے لیے تقلید سے بڑی کوئی دستاویز نہیں۔ کتاب و سنت کے تتبع کو ترک کیا ہوا ہے ان سے دوری میں خدا کی رضا مندی ہے۔" اھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامد تقلید کے متعلق شاہ صاحب کے جذبات قابل ملاحظہ ہیں :-

وترى العامة سيما اليوم في كل قطر يتقيدون بمذهب من مذاهب المتقدمين يرون خروج الانسان من مذهب من قلده ولو في مسئلة كالخروج من الملة كانه نبي بعث اليه و افترضت طاعة عليه وكان اوائل الامة قبل المأة الرابعة غير متقيدين بمذهب واحد (ص۱۵۱ ج ۱) ہر علاقہ کے عوام مروجہ مذاہب سے ایک کی تقلید کرتے ہیں۔ اسے ترک کرنا ارتداد کے برابر سمجھتے ہیں گویا امام ان کا نبی ہے اس کی اطاعت ان پر فرض ہے چوتھی صدی سے پہلے یہ کیفیت نہ تھی۔ اھ

آج احباب دیوبند غور فرمائیں آپ جس انداز سے تقلید کی دعوت دیتے ہیں ترک تقلید کی مخالفت کرنے میں یہ وہی انداز تو نہیں جس کی شاہ صاحب نے شکایت فرمائی ہے۔

اسی طرح ص۱۵۲ ج ۱ میں ایسے محققین کا ذکر فرمایا ہے جو تقلید نہیں کرتے تھے جیسے ابن عربی، ابو محمد جوینی۔ تفہیمات ص۲۰۷ ج ۲ ص۲۱۵ ج ۱ میں فرمایا۔

ان امنتم بنبيكم فاتبعوه خالف مذهبا او وافقه۔ اھ۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے تو ان کی اطاعت کرو مذہب کے خلاف ہو یا موافق۔

تفہیمات اس قسم کی دعوت سے بھرپور ہے :

تفقہ اور ظاہریت

شاہ صاحب کے نزدیک حق تفقہ اور ظاہریت کے بین بین ہے تفہیمات ص۲۰۹ ج ۱

ومنهم اني اقول لهؤلاء المسلمين بالفقهاء الجامدين على التقليد يبلغهم الحديث من احاديث النبي صلى الله عليه وسلم باسناد صحيح وقد ذهب اليه جمع عظيم من الفقهاء المتقدمين ولا يمنعهم الا التقليد لمن لم يذهب اليه ولهؤلاء الظاهرية المنكرين للفقهاء الذين هم وراث حملة العلم وايمة اهل الدين انهم جميعا على سفاهة وسخافة والى ضلالة وان الحق امر بين بين۔ اھ میں ان برائے نام فقہاء سے کہنا چاہتا ہوں جو تقلید جامد کی وجہ سے جن کو صحیح حدیث پہنچتی ہے اور وہ فقہاء کا معمول بھی ہے لیکن وہ اپنے علماء کی تقلید کے سبب اسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں مانتے اور یہ ظاہری حضرات جو فقہ کے انکار اور فقہاء اور ائمہ دین پر یقین نہیں رکھتے۔ یہ سب بیوقوف اور غلط کار ہیں اور حق ان کے بین بین ہے۔

مسلک اہل حدیث بالکل یہی ہے۔ پھر ص۲۱۱ ج ا پر فرمایا:

واشهد لله بالله انه كفر بالله ان يعتقد فى رجل من الامة ممن يخطى ويصيب ان الله كتب على اتباعه حتما وان الواجب على هو الذى يوجبه هذا الرجل علىّ ولكن الشريعة الحقة قد ثبتت قبل هذا الرجل بزمان قد دعاها العلماء ولواها الرواة وحكم بها الفقهاء وانما اتفق الناس على تقليد العلماء على معنى انهم رواة الشريعة عن النبى صلى الله عليه وسلم وانهم علموا ما لم نعلم وانهم اشتغلوا ما يعلمو ما لم نشتغل ولذالك قلد مما العلماء فلو ان حديثا صح وشهد بصحة المحدثون وعمل به طوائف فظهر فيه الامر ثم لم يعمل به هو لان متبوعه لم يقل به فهذا هو الضلال البعيد. اھ میں اللہ کے لیے اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں ایک ایسے آدمی کے متعلق جس سے خطا اور ثواب سرزد ہو سکتے ہیں یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کی اطاعت فرض ہے جس چیز کو یہ واجب کہے وہ واجب ہے حالانکہ شریعت اس شخص سے پہلے موجود ہے۔ علماء نے اسے حفظ اور روایت کیا۔ فقہاء نے اس کے مطابق فیصلے کیے۔ تقلید کا مفہوم تو صرف اس قدر ہے کہ علماء شریعت کے راوی ہیں، وہ جانتے ہیں۔ عوام نہیں جانتے۔ علماء نے اسے اپنا مشغلہ قرار دیا کہ عوام ایسا نہیں کر سکتے۔ اس لیے علماء کی تقلید کی گئی۔ اب اگر ایک حدیث کی صحت ثابت ہو علماء نے اس پر عمل بھی کیا ہو اور بات واضح ہو جائے پھر اس پر عمل نہ کیا جائے کہ فلاں امام نے اس پر عمل نہیں کیا یہ سب سے بڑی گمراہی ہے اھ۔

ایک مقام پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ میرے دل میں ملاء اعلیٰ کی طرف سے ڈالا گیا ہے کہ حنفی اور شافعی امت مرحوم ہیں دو نوں مشہور مذہب ہیں۔ اور اکثر لوگ انہیں دونوں مذہب کے تبع ہیں اکثر فقہاء، محدثین، مفسرین، اور متکلم صوفی شافعی تھے اور عام بادشاہ اور یونان کے لوگ حنفی تھے۔ اور ملاء اعلیٰ کا منشاء یہ ہے کہ ان دونوں کو ایک مذہب قرار دیا جائے اور احادیث پر پیش کیا جائے جو موافق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو اسے رکھ لیا جائے جس سے اصل نہ ملے اسے دو قول یا دو روایت قرار دے دیا جائے (صلا۲۱ ج ۱)

شاہ صاحب کے ان ارشادات کا آج دیوبند کی دعوت جمود میں کیا ربط ہے۔ اس پر ارباب فکر کو غور کرنا چاہیئے۔ مسلک اہل حدیث کا اجمالاً یہی تقاضہ ہے کہ جمود کو قطعاً جگہ نہ دی جائے اور نصوص پر نظر رکھی جائے۔ اسی دعوت کا ایک اور مقام پر اس طرح اعادہ فرماتے ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ حکم صرف اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا۔ بہت لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پہنچ جاتی ہے لیکن وہ کہتا ہے میں فلاں مذہب پر عمل کروں گا حدیث پر عمل نہیں کروں گا۔ پھر یہ خیال کرتا ہے کہ حدیث صرف ائمہ اور ماہرین ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ائمہ نے ایسی حدیث پر عمل کسی وجہ سے ہی ترک کیا ہو گا منسوخ ہو یا مرجوح۔ یقیناً جان لو یہ قطعاً دین نہیں۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے تو آپ کی اطاعت کرو کسی مذہب کے مطابق ہو یا مخالف۔ اللہ کی رضا اسی میں ہے کہ اللہ کی کتاب اور سنت پر عمل کیا جائے۔ اگر آسانی سے سمجھ میں آجائے تو بہتر ورنہ پہلے علماء کی رائے سے جو کتاب و سنت کے قریب ہو اس پر عمل کرو۔ اھ

یعنی بلا تعیین ان کے افکار کی اطاعت کی جائے (تفہیمات صلا۲۱۵ ج ۱)

الفاظ کی بحث بے سود ہے۔ حقائق کی وضاحت کے بعد ظاہر ہے کہ مسلک اہل حدیث نے ہندوستان کے مذہبی جمود کے متعلق اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا جس قدر شاہ صاحب نے فرمایا اس کا نام تقلید رکھیے یا ترک تقلید، حنفی کہیے یا اہل حدیث۔ اس میں وہ جمود بہر حال نہیں جس کی دعوت آج کل بریلی اور دیوبند سے دی جا رہی ہے۔ مروجہ تقلید کے خلاف اہل حدیث نے اب تک جو کچھ کہا شاہ صاحب کے ارشادات میں وہ پورا مواد موجود ہے۔ اس کے خلاف اکابر دیوبند یا عظماء بریلی نے جو فرمایا شاہ صاحب کے ارشادات کی روح اس کے خلاف ہے۔ شاہ صاحب سے عقیدت کے ساتھ جمود اور تقلید کی دعوت بے جوڑ سی بات معلوم ہوتی ہے۔ عرصہ ہوا بعض بزرگان دیوبند نے انکشاف فرمایا کہ حضرت مولانا شہید کا ابتداء میں رجحان ترک تقلید کی طرف تھا۔ لیکن حضرت سید احمد صاحب کی تفہیم کے بعد یہ رجحان ختم ہو گیا اور رفع الیدین وغیرہ مسنون اعمال پر شاہ صاحب نے عمل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترک کردیا۔ میرے خیال میں حضرت شہید پر یہ محض بدگمانی ہے جس کے لیے ثبوت ملنا مشکل ہے۔

○

شاہ شہید کی مشہور تصانیف سے "ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح" یہ مرحوم کی نامکمل اور آخری کتاب ہے جس میں مرحوم تجہیز و تکفین وغیرہ کے متعلقہ رسوم کے متعلق لکھنا چاہتے تھے بدعت کے متعلق لکھا تھا کہ شہادت کا حادثہ پیش آگیا۔ کتاب مطبع اشرفیہ دہلی میں مع ترجمہ چھپی ہے۔ شاہ شہید کا ارشاد قابل غور ہے۔ ایضاح صفحہ ۸۸

بخلاف قسم ثانی کہ ہر کسی را تحقیق احکام قیاسیہ و اشغال صوفیہ و قوانین عربیہ ضرور نیست و ارادہ تقلید شخصے معین از مجتہدین، مشائخ و ارکان دین نہ بلکہ ہمیں قدر کافی است کہ وقتے کہ حاجتے پیش از کسے از ایشاں استفسار کردہ شود نہ آنکہ ارادہ و تقلید امام مثل ایمان بالانبیاء از ارکان دین شمردہ شود و لقب حنفی و قادری بمشابہ لقب مسلمان و سنی اظہار کردہ شود الخ

ہر آدمی کے لیے قیاسی احکام، صوفیوں کے مشاغل اور عربی قواعد کا جاننا ضروری نہیں۔ ایسے اجتہاد اور مشائخ سے معین آدمی کی تقلید بھی ضروری نہیں صرف اس قدر کافی ہے کہ ضرورت کے وقت علماء اور صوفیاء میں کسی سے دریافت کرلیا جائے۔ تقلید کو انبیاء پر ایمان کی طرح نہ سمجھ لیا جائے حنفی قادری کا مسلمان سنی کی طرح واجب نہ تصور کیا جائے۔ اھ

صفحہ ۹۰ میں فرمایا:۔

"عنوان شعار خود محمدیہ خالصہ و نسبت قدیم باید داشت نہ تمذہب بمذہب خاص و انسلاک در طریقہ مخصوصہ"۔ اپنا عنوان نشان خالص محمدی رکھنا چاہیئے کسی خاص مذہب اور طریقہ میں منسلک نہیں ہونا چاہیئے۔

شاہ صاحب نہ تو فروع فقہیہ میں کسی خاص امام یا کسی فرقہ کا تعین پسند فرماتے ہیں نہ تصوف کے متعارف سلاسل میں کسی خاص سلسلہ سے انسلاک ان کی نظر میں مناسب۔ محمدیت خالصہ الی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پیش نظر یا بالکل شاہ ولی اللہ صاحب کی دعوت ہے جسے ان کے ابناء، احفاد نے رواج دیا بلکہ اپنی زندگیاں اس کے لیے وقف فرمائیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ، ان کے تلامذہ اور ان کا خاندان ان الفاظ سے بالارادہ گروہ فقہی جمود اور تصوف میں جمود کو توڑنا چاہتے تھے۔ اور وہ اس مہم کو کسی تنفر کے بغیر ذہنوں میں نقش کرنا چاہتے تھے۔ ۱۲۴۶ھ جبکہ بالاکوٹ میں ان کی شہادت کا دل فگار واقعہ پیش آیا ترک تقلید بالقصد سے وابستگی میں تصادم نہیں۔ موحدین کے اس شک میں اختلاف خیال تو ہوگا مگر اسے کبھی ابھرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ سانحہ شہادت کے چند ماہ بعد جماعت مجاہدین کے پورے نظم کی ذمہ داری صادق پوری حضرات نے اپنے سر پر لے لی۔ مولانا ولایت علی اور مولانا عنایت علی وغیرہم نے جہاد اور تبلیغ کے دونوں نظام بڑی کامیابی سے چلائے۔ یہ حضرات شاہ شہیدؒ سے زیادہ متاثر تھے۔ اس لیے یہ اتباع سنت کے ساتھ تقلید اور جمود کی حوصلہ افزائی نہیں ہونے دیتے تھے اس لیے ۱۲۴۶ھ کا تقلید پسند طبقہ پچھلی صفوں میں چلا گیا۔ یہ حضرات فقہیات پر تنقید فرماتے لیکن فقہاء پر تنقید نہ کرتے۔ ایمہ اربعہ کو بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان کے اجتہادات کے لیے صحیح محل تلاش فرماتے تھے لیکن حنفی نقطۂ نظر سے نہیں گھبراتے تھے مگر تقلید اور جمود کو بالکل پسند نہیں کرتے تھے۔ سید شہیدؒ کے بعد مولانا ولایت علی ۱۲۶۹ھ میں جماعت کے امیر قرار پائے۔ ان کی کتاب عمل بالحدیث اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ مولانا نے فرمایا۔

"باید دانست کہ انسان اگر عامی باشد و بسبب مشاغل دیگر از نوشت و خواند و در افکار بر دریافت از علماء نماید برائے آن مناسب این است کہ از علمائے محدثین دیندار کہ در دیانت و خوف خدا دانست قرآن و حدیث مشہور شدہ باشند سوال نمائند بایں طور کہ مارا دریں مسئلہ طور محمدی تعلیم نمائید و اگر مرد طالب علم است و شوق تعلیم در دل دارد مناسب ایں است۔ اول قرآن و حدیث بخواند بعد ازاں بکتب دیگر نظر ہمت گمارد تا آئیدہ دار ظاہر شود کہ رائے کدام بزرگوار در کدام جا صواب یافتہ و کجا روئے خطا دیدہ پس ہر مسئلہ کہ مصرح بقرآن و حدیث یا بد در آں تقلید ہیچ مجتہد نہ کنند کہ در مصرحات اجتہاد را دخلے نیست ص۱۰"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر عامی آدمی شغل کی وجہ سے علم نہ حاصل کر سکے تو اسے علماء اہل حدیث کی طرف جن کے علم و دیانت کی شہرت ہو رجوع کرے کہ مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی طرف راہنمائی کی جائے۔ اگر آدمی علم کا شوقین ہو تو اسے سب سے پہلے قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ ظواہر نصوص میں کسی مجتہد کی تقلید کی ضرورت نہیں اور یہ بالکل وہی انداز ہے جس کا تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ رح، شاہ عبدالعزیز رح ان کے رفقاء اور تلامذہ کرتے رہے۔ اس نے تیرھویں صدی ہجری میں سکھوں اور انگریزوں کے اتحاد اور کم فہم علمائے ہند کی مخالفت کی وجہ سے سیاسی اسباب و دواعی کے ماتحت تحریک جہاد اور ہندوستان کی آزادی کے لیے ابتدائی کوشش کی صورت اختیار کی۔ شاہ عبدالعزیز رح کی نگرانی میں سید احمد کی قیادت اور شاہ اسمٰعیل شہید رح مولانا عبدالحی بڈھانوی وغیرہ کی رہنمائی میں جہاد کا پروگرام بنانا پڑا۔ کلکتہ کے اطراف میں انگریزوں اور پنجاب میں سکھوں کے اثر کی وجہ سے ان لوگوں نے اپنی حریت پسند مساعی کے لیے صوبہ سرحد کا انتخاب کیا۔ ان کا خیال تھا کہ یہاں کی مسلمان اکثریت ان کے ساتھ پورا تعاون کرے گی۔

تحریک حریت کے مقاصد

ان کے سامنے اس وقت دو مقصد تھے پورے ہندوستان کی انگریزوں اور سکھوں سے آزادی اور اس ملک میں ایک ایسی حکومت کی تاسیس جس کی بنیاد قرآن اور سنت پر ہو۔ اس ضمن میں وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ مغل دربار کی لاعلمی کی وجہ سے جو بدعات اور مشرکانہ رسوم اور تشیع کے مہلک اثرات جو اس ملک کی گھریلو زندگی کا جزو بن چکے ہیں انہیں زائل کیا جائے اور سلفی انداز کی سادہ حکومت اس ملک میں قائم کی جائے۔ اس کے لیے ان کے سامنے دو پروگرام تھے وعظ و تبلیغ، درس و تدریس اور نشر و اشاعت کے ذریعے کتاب و سنت کی اشاعت اور جہاد کے ذریعے انگریزوں اور سکھوں کے ظلم سے نجات۔ جہاد کی تحریک زیر زمین چلتی رہی۔ اس کا خاتمہ قریباً ۱۹۴۷ء میں تقسیم کے بعد ہوا جبکہ پاکستان کے نام سے ایک اسلامی حکومت قائم ہو گئی۔ اس کی تفصیل ایک مستقل موضوع ہے جو مستقل وقت اور فرصت کا محتاج ہے۔ تبلیغ وعظ کی نشر و اشاعت کیلیے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نواب صدیق حسن خاں اور مولانا سید نذیر حسین دہلوی کی مساعی اپنے وقت میں غیر مترقبہ نعمت تھیں۔ اس ضمن میں بھوپال۔ بنارس۔ کلکتہ۔ دہلی۔ لاہور۔ پشاور۔ راولپنڈی وغیرہ شہروں سے بے شمار لٹریچر شائع ہوا۔ حدیث۔ شروح حدیث و تراجم حدیث کے انبار لگا دیئے گئے۔ فقہ الحدیث کے ذخائر سے اہل علم کی الماریاں بھرپور ہو گئیں۔ ان تمام مساعی میں شاہ ولی اللہ اور ان کے حکیمانہ تجدیدی کارنامے جلوہ افروز تھے۔ اس وقت کسی تنفر کے بغیر جمود کو توڑنے اور علم و تحقیق کے چراغ روشن کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ حضرت شیخ الکل و شیخ الاسلام مولانا سید نذیر حسین صاحب اور ان کے تلامذہ کی قریباً یہی حکیمانہ روش رہی کہ کسی ہنگامہ آرائی کے بغیر حق کی آواز کو دلوں میں جگہ دلائی جائے۔

یمن کی راہ

تقلید و جمود کے خلاف ایک آواز یمن سے بھی آئی۔ امام شوکانی کے تلامذہ اور ان کی تصانیف میں جمود کے خلاف لہجہ کسی قدر تیز اور جارحانہ تھا۔ مولانا ولایت علی بھی شوکانی کے شاگرد تھے لیکن ان پر ولی اللہی انداز غالب تھا۔ اس کے ساتھ جمود پسند علماء کی جارحیت نے تحریک میں شدت پیدا کر دی۔ جارحانہ رسائل کا باہم تبادلہ ہوا۔ دروس، مواعظ، مدارس، مجالس میں چند سال خاصی گرمی آ گئی انگریزی عدالت تک مقدمات پہنچے۔

شاہ صاحب تقلید جمود کی مخالفت کے باوجود حنفی شافعی قسم کے القاب سے پرہیز نہیں کرتے، بلکہ اسے بسا اوقات پسند کرتے ہیں۔ شاہ صاحب اور ان کے اتباع ایک حد تک حنفی شافعی کہلانا کچھ عیب نہیں سمجھتے بشرطیکہ تقلید اور جمود کے زیر اثر کتاب و سنت اور فقہ الحدیث کو نظر انداز نہ کیا جائے شاہ صاحب کی اسی واضح حکیمانہ دعوت کے بعد آج کے حضرات دہلی اور دیوبند کے لیے دو ہی راہیں ہو سکتی ہیں یا جمود کو رخصت کریں اور تقلید کی طرف دعوت سے کلیتہً پرہیز کریں یا پھر شاہ صاحب سے عقیدت کو ختم کریں۔ ان دونوں چیزوں کا معاً چلنا "منکرمے بودن وہمرنگ مستاں زیستن" کے مترادف ہوگا شاہ صاحب کی مصلحت آمیز حقیقت سے کوئی غلط فہمی نہیں رہنی چاہیئے ؛

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

للہ الحمد

نصف صدی کے بعد شیخ الکل حضرت مولانا شیخ الوحیین سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بلند پایہ علمی و تحقیقی عمل بالحدیث کے موضوع پر کتاب

معیار الحق

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹۔۔۔ بے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر..02086......

چھپ گئی ہے جس کی تعریف امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد نے ان الفاظ میں کی ہے
"میں نے معیار الحق دیکھی۔ اس کی سنجیدہ اور وزنی بحث کا مجھ پر بہت اثر پڑا"

جس کا پیش لفظ

حضرت الامیر مرکزیہ فاضل جلیل عالم نبیل حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفی شیخ الحدیث گوجرانوالہ نے لکھا ہے جس میں صاحب کتاب اور کتاب کا بہترین تعارف ہے۔ آخر کتاب میں مصنف علیہ الرحمۃ کے حالات زندگی درج ہیں۔ کتابت طباعت عمدہ سرورق دیدہ زیب مجلد قیمت صرف دس روپے۔

ناشر

مکتبہ نذیریہ چیچہ وطنی

ملنے کا پتہ

مولانا محمد حنیف یزدانی قصوری خطیب اہل حدیث

چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ